کتبِ سماوی
پر ایک نظر

از

سید ذوقی شاہ

(حیدر آباد دکن)

اقبال اکیڈمی

۵۴۔ سرکلر روڈ۔ بیرون موچی دروازہ لاہور

قیمت ۱۲ر

محصول ڈاک ۳ر

سلسلۂ مطبوعات اقبال اکیڈمی

اقبال پر ایک نظر ۔ چند بلند پایہ تنقیدی اور تشریحی مضامین کا مجموعہ ۔ عاار

شرح اسرارِ خودی ۔ پروفیسر محمد یوسف خاں سلیم چشتی بی اے ۔ ع۸ر

تعلیماتِ اقبال ۔ 〃 〃 〃 ۔ ع۸ر

اقبال اور پیامِ حریت ۔ 〃 〃 〃 ۔ ۸ر

اقبال کا تصورِ زمان و مکان ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی ایم اے پی ایچ ڈی ۔ ۱۰ر

موت و حیات اقبال کے کلام میں 〃 〃 〃 ۔ ۱۴ر

تعلیم کا مسئلہ ۔ 〃 〃 〃 ۔ ع۸ر

اقبال کے چند جواہر ریزے ۔ پروفیسر خواجہ عبد الحمید ایم اے ۔ ۱۰ر

یادِ اقبال ۔ مرتبہ چودھری غلام سرور فگار ۔ ع۸ر

حقیقتِ نفاق ۔ مرتبہ مولانا صدر الدین اصلاحی ۔ ع۸ر

افاداتِ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ۔ 〃 〃 〃 ۔ ع۸ر

اسلام اور وطنیت ۔ 〃 〃 〃 ۔ ع۸ر

معرکۂ اسلام و جاہلیت ۔ 〃 〃 〃 ۔ ع۸ر

محمد عبدہٗ ۔ مفتی محمد عبدہٗ مصری کے سبق آموز حالات ۔ عہ

کتب سماوی پر ایک نظر

توریت وانجیل پر ایک تاریخی اور ناقدانہ نظر

موجودہ توریت وانجیل کی تعلیمات کا اسلامی تعلیمات سے موازنہ

مسلمانوں کے لئے دیدۂ عبرت کھولنے کا مقام

از

مولانا سیّد ذوقی شاہ صاحب

اقبال اکیڈمی

۵۴ (الف) ۔ سرکلر روڈ ۔ بیرون موچی دروازہ لاہو

قیمت دو روپے بارہ آنے   محصولڈاک ۳/

135458

مطبوعہ اتّحاد پریس بُل روڈ، لاہور
و شائع کردہ سید محمد شاہ ایم اے از دفتر اقبال اکیڈمی
۵۴ (الف) سرکلر روڈ، بیرون موچی دروازہ لاہور

Marfat.com

فہرستِ مضامین

۱	مقدمہ	۵
۲	بائبل	۶
۳	سرگذشت توریت	۷
۴	نسخوں میں اختلاف	۲۳
۵	ترجمے	۲۶
۶	مسلمانوں کے لئے سبق	۳۳
۷	توریت پر ایک اجمالی نظر	۳۵
۸	عہد جدید کی کتابوں پر ایک اجمالی نظر	۵۴
۹	نسب نامہ مسیح	۶۶
۱۰	انجیل مرقس	۶۸
۱۱	انجیلِ لوقا	۷۱
۱۲	انجیلِ یوحنّا	۷۲
۱۳	اعمال	۷۴
۱۴	پولوس کے خطوط	۷۵
۱۵	کیا یہ کتابیں الہامی ہیں ؟	۸۰
۱۶	سرگذشت اناجیل	۸۳
۱۷	اختلافاتِ مابعد	۹۲
۱۸	انگریزی اناجیل پر ایک نظر	۹۶
۱۹	تعلیمی خصوصیات	۱۰۲
۲۰	افسانۂ صلیب	۱۳۹
۲۱	توریت و انجیل پر اسلامی رائے	۱۵۵
۲۲	اقوالِ علماء	۱۶۱

كَلِمَةٌ لِلنَّاشِرِ

رسالہ ترجمان القرآن جب حیدرآباد دکن سے مولٰنا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کے زیرادارت شائع ہُوا کرتا تھا تو مولانا سید ذوقی شاہ صاحب نے ایک نہایت عالمانہ و محققانہ مضمون اس موضوع پر تحریر فرمایا تھا کہ جن کتابوں کو منزل من اللہ ہونے کا دعویٰ ہے وہ حقیقت میں منزل من اللہ ہیں بھی یا نہیں اور اگر ہیں تو کیا آج بھی وہ اپنی اصلی اور ابتدائی صورت میں محفوظ ہیں ؟

یہ سوال اس قدر اہم اور ضروری ہے کہ اہل علم کو اس پر بہت تحقیق کرنے کی ضرورت تھی مگر افسوس ہے کہ اُردو زبان میں ایسی تحقیقات کا سرمایہ بہت ہی کم ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے

قابلِ صد مبارک باد ہیں مولانا سید ذوقی شاہ صاحب جنھوں نے سالہا سال کی عرقریزی کے بعد ایک ایسا عالمانہ و محققانہ کارنامہ پیش کیا ہے جس کی نظیر اُردو زبان میں ہرگز نہیں۔ آپ نے ضمناً ایسے مباحث کو چھیڑ دیا ہے جن کا مطالعہ مسلمانوں کی چشمِ عبرت کو کھول دے گا مضمون کی افادیت اور احباب کے تقاضا کے پیشِ نظر رسالہ ترجمان القرآن سے یہ مضمون لے کر مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی ایڈیٹر رسالہ مذکور کی اجازت حاصل کئے بغیر شائع کر رہا ہوں۔

اُمید ہے کہ مولانا اور اُن کے موجودہ رفقاء میری اس جُرأت کو نگاہ نفرت سے نہ دیکھیں گے وما توفیقی الا باللہ العظیم۔

مُحمّد شاہ

مہتمم اقبال اکیڈمی۔ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتب سماوی پر ایک نظر

مقدمہ

دہریت اور لامذہبی کے اس دورِ تاریک میں اللہ کے فضل و کرم سے اب بھی ایسے لوگ اس دنیا میں بکثرت موجود ہیں جو ہستی حق تعالیٰ کے قائل، ضرورت مذہب کے معترف اور کُتب سماوی کے منزل من اللہ ہونے کے معتقد ہیں مگر اس طبقۂ مذہبی کے وہ لوگ جو اپنے آبائی یا مُلکی مذہب کی رسماً یا تقلید اً کورانہ پابندی پر قانع رہنا پسند نہیں کرتے بلکہ ذاتی تحقیقات سے مذاہب مختلفہ کا مطالعہ و مقابلہ کرکے مذہب حقہ کی تلاش کے درپئے رہتے ہیں، اس تحقیقات کی اشد ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ جن صحف سماوی کو منزل من اللہ ہونے کا دعوےٰ ہے وہ اپنے اس دعوے میں کس حد تک صادق ہیں۔ اس تحقیقات کے لئے عقل سلیم مندرجہ ذیل امور قابل غور قرار دیتی ہے۔

۱۔ جس کتاب کو منزل من اللہ ہونے کا دعویٰ ہے وہ حقیقت میں منزل من اللہ ہے بھی یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی صورت و کیفیت نزول کیا تھی اور وہ کب اور کس پر نازل ہوئی؟

۲۔ آج بھی وہ اپنی اصلی اور ابتدائی صورت میں محفوظ ہے یا اُس میں لوگوں کی جانب سے ترمیمات و تنسیخات و تغیرات و تبدلات و تحریفات لفظی و معنوی نے دخل پاکر کلام اصلی کی صورت کو بدل ڈالا ہے؟

۳۔ آیا اُس کتاب کی تعلیمات سے اُس کے منزل من اللہ ہونے کی تائید ہوتی ہے اور وہ تعلیمات واضح، صاف اور بنی نوع انسان کے لئے مفید اور کافی بھی ہیں یا نہیں؟ مندرجہ بالا معیار سے ہم اُن مشہور و معروف کتابوں پر ایک تنقیدی نظر ڈالتے ہیں، جن کی بابت منزل من اللہ ہونے کا کسی نہ کسی طبقہ میں دعویٰ کیا جاتا ہے

بائبل

سب سے پہلے ہم بائبل کو لیتے ہیں جو علمائے نصاریٰ کے نزدیک مجموعہ ہے اُن صحائف کا جو انبیائے بنی اسرائیل پر نازل ہوئے یہ مجموعہ مشتمل ہے عہد عتیق اور عہد جدید پر۔ عہد عتیق میں توریت اور وہ دیگر کتب بھی شامل ہیں جو قبل مسیح علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل پر نازل ہوئیں۔ عہد جدید میں اناجیل اربعہ اور ان کے ساتھ حواریین کے اعمال، خطوط اور مکاشفات بھی شامل ہیں۔

مسلمان توریت، زبور، انجیل، اور دیگر انبیاء کے صحیفوں کو کلام الٰہی اور منزل من اللہ تسلیم کرتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ توریت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور داؤد علیہ السلام پر اور انجیل عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی مگر جس قرآن کی رو سے اُنھوں نے ان کتابوں کا کلام الٰہی ہونا جانا اُسی قرآن کی رو سے ان پر یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے کہ بعد میں ان میں تحریفات واقع ہوئیں اور یہ اپنی ابتدائی اور اصلی صورت میں محفوظ نہیں۔

غیر مسلم مذہبی طبقہ کے لئے البتہ اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ پہلے ان کتابوں پر تحقیقی نظر ڈالیں، ان کی سرگزشت سنیں ان کے ساتھ خود اہل کتاب اور اغیار نے جو سلوک کیا اس کی تفتیش کریں، ان کتابوں کے مضامین پر غور و خوض کریں، پھر کوئی رائے ان کے متعلق قائم کریں،

عہد عتیق موجودہ عہد عتیق میں انتالیس (۳۹) کتابیں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ سترہ ۱۷ کتابیں ایسی بھی ہیں، جو کسی زمانہ میں عہد عتیق میں شامل تھیں مگر اب ان کا کہیں پتہ نہیں گو ان کے حوالے موجودہ بائبل میں اب بھی موجود ہیں تینتیس کتابیں ایسی بھی ہیں جو کسی زمانہ میں بائبل کے اس حصہ میں شامل تھیں مگر اب علمائے اہل کتاب نے انہیں جعلی قرار دیکر عہد عتیق سے خارج کر دیا ہے بعض کے نزدیک پچپن ۵۵ کتابیں ایسی ہیں۔ جو کسی زمانہ میں عہد عتیق میں شامل تھیں۔ مگر اب اس مجموعہ سے خارج ہیں۔

Marfat.com

اس اجمال کی تفصیل سے بعد میں بحث کی جائے گی۔ سردست اُن خارجی واقعات پر نظر ڈالی جاتی ہے جو اب تک بائبل کے ساتھ پیش آچکے ہیں۔

سرگذشت توریت سب مسیحیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ توریت پندرہ سو برس قبل مسیح لکھی گئی۔ پیشتر تمام و کمال ایک جلد میں تھی لیکن بقول علمائے عیسوی جب بہتر (۷۲) علماء نے ۲۸۴ قبل مسیح میں توریت کا ترجمہ عبرانی سے یونانی زبان میں کیا تو اس ایک کتاب کو پانچ مختلف کتابوں میں تقسیم کر دیا۔

(۱) پیدائش۔ (۲) خروج (۳) احبار۔ (۴) گنتی۔ (۵) استثناء۔ باب و آیات کی تفصیل مسیح کے بارہ سو چالیس (۱۲۴۰) سال بعد کارڈنل ہوگو نے کی۔ مگر یہ تقسیم کامل نہیں۔ کیونکہ کہیں کہیں معانی کے لحاظ سے اس تفصیل میں ربط باہمی نظر نہیں آتا اور اسی بنا پر طالب علموں کو عیسائی معلمین کی جانب سے ہدایت کی جاتی ہے کہ ان کتابوں کو پڑھیں تو اپنے کو آیات کی قید میں مقید نہ رکھیں بلکہ ہر بات کو حقیقی معنی و ربط کے مطابق دریافت کریں۔ اس کی تفصیل آگے چل کر آئے گی کہ علماء یہود و نصاریٰ نے خود توریت کے ساتھ کیا معاملہ کیا اور کن کن شکلوں اور صورتوں میں اسے تبدیل کیا۔ یہاں ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ قدرت نے اس کتاب کے ساتھ کیا معاملہ کیا اور خارجی مصیبتیں اس پر کیا کیا نازل ہوئیں۔ متعدد بار توریت کے لکھے ہوئے نسخوں پر ایسی ایسی شدید آسمانی بلائیں نازل ہوئیں کہ یہ کتاب بار بار گم ہوئی اور مدت ہائے دراز تک لوگوں کی نظروں سے مخفی رہی۔ ذرا تفصیل سنئیے!

توریت کی پہلی بربادی بقول مسیحی مصنفین کے توریت کی پہلی گم شدگی ۶۹۸ء قبل مسیح بادشاہ منسّی کے عہد میں ہوئی (دیکھو "احوال کتاب مقدس حصہ اول۔ باب ۸۔ صفحہ ۱۱۷ مطبوعہ لندن ۱۸۶۰ء)

تقریباً پچھتر (۷۵) برس کی مفقود الخبری کے بعد ۶۲۴ء قبل مسیح بادشاہ یوسیاہ کے عہد میں کاہنوں کے سردار خلقیاہ نے اچانک اعلان کیا کہ اس نے ہیکل یروشلم میں توریت کی کتاب پائی جس وقت بادشاہ نے اس کتاب کو پڑھوایا تو گھبرا کر اپنے کپڑے پھاڑ دئے (دیکھو دوم سلاطین باب ۲۲۔ آیات ۸ تا ۱۱)۔

اگرچہ عیسائی مصنفین توریت کی پہلی بار گم ہونے کا زمانہ عہد نستی کو قرار دیتے ہیں مگر بائیبل سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ کیونکہ نستی نے اگر اپنی بدکاری اور بت پرستی کے دور میں توریت کو غائب کیا بھی ہوتا تو وہ تائب ہونے کے بعد اسے ضرور ظاہر کر دیتا۔ اور اس کے تائب ہونے کی تشریح بائبل میں موجود ہے (دیکھو دوم تاریخ باب ۳۲) صحیح تر تحقیقات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ۹۷۱ قبل مسیح رحجام شاہ یہود کی سلطنت کے پانچویں سال سیسق شاہ مصر نے جب یروشلم پر چڑھائی کی اور ہیکل اور یہودی بادشاہ کے گھر کو لوٹا اس وقت توریت ضائع ہوئی۔ اس حساب سے تین سو برس تک توریت غائب رہی۔ (دیکھو اول سلاطین باب ۱۴، آیات ۲۸ و ۲۶)

بہر حال توریت لوگوں سے ۴۷ یا ۲۷۰ برس غائب رہی ہو یا قریب ۳۰۰ برس کے، اس میں شک نہیں کہ جب کاہنوں کے سردار خلقیاہ نے اس کے دوبارہ ہاتھ آنے کا اعلان کیا تو قوم میں اس وقت ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو مضامین توریت سے آگاہ ہوتا اور اس امر کی تصدیق کر سکتا کہ اصلی توریت ہاتھ آئی ہے یا کوئی اور کتاب جو غلطی سے توریت سمجھ لی گئی۔ اس نتیجہ پر آنے کے متعدد اور نہایت قوی وجوہ موجود ہیں۔

اگلے زمانہ میں فن طباعت ایجاد نہ ہوا تھا۔ نہ کاغذ کا وجود تھا۔ پتھر، سیسے یا لکڑی کے تختوں پر عبارتیں کندہ کی جاتی تھیں۔ کلدانی اور بابلی مٹی کی تختیاں بنائی جاتی تھیں اور ان پر ایک قسم کا رنگ پھیر کر انہیں آگ میں پکا لیا جاتا تھا۔ کالڈیا، بابل، نینوا اور مصر میں لوگ انہیں الواح پر شاہی فرامین، قوانین سلطنت اور مختلف علوم و فنون کے متعلق معلومات لکھ لیا کرتے تھے۔ مصریوں نے نیتاں وادی نیل کی ایک خاص قسم کی نے کے مغز سے ایک کاغذ تیار کیا تھا جسے وہ "پاپائرس" کہتے تھے۔ مصر، شام اور یونان میں اسی کاغذ پر کتابیں لکھی جانے لگیں لیکن جب مصریوں نے اس کاغذ کا اپنے ملک سے ممالک غیر کے لئے نکاس بند کر دیا۔ تو ممالک غیر کے باشندوں نے چمڑے کو صاف کر کے اس پر لکھنا شروع کیا۔ اس قسم کے چمڑے کو "پارچمنٹ" کہتے ہیں۔ ولادت مسیح سے ایک صدی قبل تک "پارچمنٹ" کا رواج رہا۔ اور صحائف اسی پر لکھے جانے لگے۔ لیکن چونکہ یہ کاغذ قیمتی ہوتا تھا جو بد نیتوں کی تحریک کے لئے اکثر قدیم نسخے چھیل ڈالے جاتے تھے

یا پرانی روشنائی کو دھو کر جدید تحریر کے لئے چرمی کاغذ صاف کر لیا جاتا تھا۔ اس کے بعد خس کی وصلی ایجاد ہوئی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں روئی اور ریشم سے کاغذ تیار ہونے لگا۔ تیرہویں صدی عیسوی میں کپڑے سے کاغذ بنایا گیا۔ ابتدائی زمانہ میں کتابیں کاغذ کے ایک ہی طرف لکھی جاتی تھیں اور لپیٹکر رکھی جاتی تھیں۔ جن کے کھولنے کے لئے بڑی سی جگہ کی ضرورت ہوتی تھی۔ بعد میں مربع اوراق پر دو طرفہ لکھنے کی رسم جاری ہوئی ہے۔ لوہے کے ڈھلے ہوئے حروف کے ذریعہ طباعت کا فن یورپ میں پندرہویں صدی عیسوی کے وسط میں ایجاد ہوا۔ اور پتھر کی چھپائی یعنی لیتھوگرافی اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر میں ایجاد ہوئی۔

مندرجہ بالا حالات کی بنا پر اگلے زمانہ میں کتابوں کا لکھنا اور انہیں حفاظت سے رکھنا بہ نسبت زمانہ حال کے بہت ہی زیادہ دشوار تھا۔ کتابوں کی نقلوں کی وہ کثرت نہ تھی جو آج کل دیکھنے میں آتی ہے۔ ہر کتاب کے نسخے بہت ہی محدود ہوتے تھے۔ اور وہ بھی بڑی دقت سے تیار کئے جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ توریت کے نسخوں کی بھی اس زمانہ میں وہ کثرت نہیں ہو سکتی۔ جو آج کل طباعت کی آسانیوں کی بدولت بائبل کے نسخوں کی نظر آ رہی ہے۔ خود بائبل کے مضامین توریت کے نسخوں کی اس زمانہ میں انتہائی قلت پر دلالت کرتے ہیں جو بات یقینی طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے یہ ہے کہ صرف ہیکل میں ایک نسخہ توریت کا رہتا تھا۔ اور تمام بنی اسرائیل وہیں آ کر اسے سُن لیا کرتے تھے اور وہ بھی ہر سال نہیں بلکہ سات سال کے بعد توریت سب کو سُنائی جاتی تھی (دیکھو استثنا باب ۳۱ - آیات از ۹ تا ۱۳ و ۲۲ تحمیاہ باب ۸)

توریت کے نہ حافظوں کا وجود تھا نہ اس کی کثرت تلاوت کا بنی اسرائیل کو ذوق، نہ اس ذوق کا کوئی سامان، بنی اسرائیل کے عام لوگوں کی شرارت اور فتنہ پردازی سے موسیٰ علیہ السلام خوب اچھی طرح واقف تھے۔ چنانچہ انہوں نے توریت کا نسخہ اپنے جانشین یوشع علیہ السلام کو دیا تھا اور فرمادیا تھا کہ اسے ہر ساتویں برس لوگوں کو سنا دیا کریں۔ استثنا باب ۱۷۔ آیت ۱۸۔ میں یہ بھی لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کا ہر بادشاہ توریت کی ایک نقل اپنے پاس رکھا کرے مگر اس حکم کی تعمیل

جاری نہ رہی یا جاری نہ رہ سکی۔ یوشع علیہ السلام کے بعد اکثر اسرائیلی بادشاہ اور امراء بت پرست بن گئے کاہن شراب خور ہو گئے۔ اور ساری قوم شدید بدکاری میں مبتلا ہو گئی۔ بلکہ بائبل کے بعض مقامات میں تو معاذ اللہ انبیائے بنی اسرائیل کی بھی شان میں ایسے اتہامات اور گستاخانہ کلمات پائے جاتے ہیں جن سے کوئی مسلمان اتفاق نہیں کر سکتا۔ بہر حال بحیثیت مجموعی قوم بنی اسرائیل کی بے ہودگیاں اور بدکاریاں اس حد تک پہنچ گئیں تھیں کہ قوم سے توریت کی حفاظت نہ ہو سکی اور توریت کا کوئی نسخہ نہ ہیکل میں محفوظ رہ سکا۔ نہ بادشاہ کے پاس چنانچہ جب کاہنوں کے سردار خلقیاہ نے توریت کا نسخہ یوسیاہ بادشاہ کے سامنے پیش کیا تو بادشاہ اور ساری قوم کے لوگ مضامین توریت سے اتنے ناواقف تھے کہ مدت کی کھوئی ہوئی توریت کے مضامین سن کر سب کے سب گھبرا گئے اور بادشاہ نے بدحواسی میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ "تعلیم الایمان" مطبوعہ امریکن مشن عیسائیوں کی ایک مستند کتاب ہے جسے پادری روڈلف صاحب نے اپنے اہتمام سے عیسائی عالم و بزرگ ڈاکٹر جان مکڈول صاحب کی انگریزی زبان میں تصنیف کردہ کتاب سے اردو میں ترجمہ کرایا ہے اس کتاب کے صفحہ ۱۱۹ و ۲۰ پر صراحت سے یہ ذکر موجود ہے کہ:۔

"منسّی اور امون بت پرست بادشاہوں کے عہد میں بائبل کی نقلوں کی اس قدر قلت ہو گئی کہ یوسیاہ بادشاہ نے اپنے سن جلوس کے اٹھارہویں برس تک اس کی ایک جلد بھی نہ دیکھی"

جب واقعات یہ تھے تو کیونکر اطمینان ہو سکتا ہے کہ خلقیاہ نے جس کتاب کو پیش کیا وہ حقیقتاً توریت ہی تھی۔ شریعت موسوی کی رو سے بھی اس تصدیق کے لئے کم از کم دو یا تین گواہوں کی ضرورت تھی (دیکھو استثناء باب ۱۹۔ آیۃ ۱۵) اور دو تین شخص ایسے ہوتے جو توریت کے حافظ ہوتے اور گواہی دیتے کہ خلقیاہ کی لائی ہوئی کتاب اصلی توریت سے مطابقت رکھتی ہے یا دو تین گواہ ایسے ہوتے جن کے سامنے خلقیاہ کو وہ کتاب اس طور سے ہاتھ آئی کہ اس کی صداقت میں کسی شبہ کی گنجائش باقی نہ رہتی۔

یہاں یہ مسئلہ بھی غور طلب ہے کہ دشمنوں کی برباد کی ہوئی کتاب ۵۷ یا قریب ۳۰۰ برس کے بعد خلقیاہ کے ہاتھ کیونکر آگئی۔ اگر کسی خیرخواہ نے اسے دشمنوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھنے کی غرض سے چھپا رکھا تھا۔ تو وہ اسے اپنے گھر میں رکھتا نہ یہ کہ ہیکل میں کہیں ادھر اُدھر پھینک دیتا۔ اور وہ اتنی مدت تک سلامت رہتی۔ اگر بت پرست بادشاہوں نے اُسے کینہ سے چھپانا چاہا تھا تو اس کا جلا دینا آسان تر تھا بہ نسبت اُسے زمین میں دفن کر دینے کے۔ اگر زمین ہی میں دفن کیا تھا۔ جیسا کہ اکثر عیسائی مصنفوں کا خیال ہے۔ تو اتنی مدت تک زمین میں دفن کی ہوئی چیز بالخصوص ایک کتاب خاک کیوں نہ ہو گئی اگر ساری کتاب نہیں تو چند اوراق ہی اس کے بوسیدہ اور ضائع ہو گئے ہوتے۔ مگر تعجب تو یہ ہے کہ اس مدت دراز تک کتاب کے بے احتیاط اور نامعلوم طور پر پڑے رہنے کے بعد بھی اس کے ایک نقطہ کے جاتے رہنے کا بھی اہل کتاب اقرار نہیں کرتے۔ اگر زمین میں اُسے دفن نہیں کیا گیا بلکہ بے پروائی کے ساتھ اُسے ہیکل میں کہیں ڈال دیا گیا تھا تو ہیکل کا ایسا کونسا مقام تھا جہاں سالہا سال تک وہ کتاب محفوظ پڑی رہی۔ اور ہیکل کے سینکڑوں ہزاروں خدمتگاروں نے اسے نہ دیکھا۔

ان جملہ امور پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ خلقیاہ کی پیدا کردہ توریت موسیٰ علیہ السلام کی توریت نہ تھی۔ یہ توریت کی پہلی بربادی کا قصہ ہے۔

توریت کی دوسری بربادی تقریباً چھ سو برس قبل ولادت مسیح بخت نصر تاجدار بابل نے سلطنت یہود پر حملہ کیا۔ یہودیوں کو بے رحمی سے تہ تیغ کیا۔ جو قتل سے بچے انہیں قید کر کے لے گیا۔ اور بابل میں اسیر رکھا۔ زندہ یہودیوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو اس اسیری سے بچ رہا ہو۔ یرمیاہ باب ۴۴ میں اس واقعہ کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:۔

"رب الافواج اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تم نے یہ ساری بلائیں جو میں نے یروشلم اور یہوواہ کے سارے شہروں پر نازل کیں دیکھیں اور دیکھو وے آج کے دن ویران ہیں اور ان میں ایک بسنے والا بھی نہیں؟

دوم تواریخ باب ۳۶ میں یہی واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے :-

"لیکن انہوں نے خدا کے پیغمبروں کو ٹھٹھے میں اُڑایا۔ اور اس کی باتوں کو ناچیز جانا اور اس کے نبیوں سے بدسلوکی کی یہاں تک کہ خداوند کا غضب اپنے لوگوں پر ایسا بھڑکا کہ کوئی چارہ نہ رہا تب وہ کسدیوں کے بادشاہ کو ان پر چڑھا لایا۔ اُس نے اُن کے مقدس گھر میں اُن کے جوانوں کو تلوار سے مار ڈالا، اور اُس نے نہ کنوارے پر نہ کنواری پر اور نہ بوڑھوں پر بلکہ اُس پر بھی جو بہت بوڑھا تھا۔ رحم نہ کیا۔ خدا نے سب اُس کے قابو میں کر دیا۔ اور وہ خدا کے گھر کے سارے چھوٹے بڑے باسنوں کو اور خدا کے گھر کے خزانے کو اور بادشاہ کے اور اس کے امیروں کے خزانے کو سب بابل لے گیا۔ اور انہوں نے خدا کے گھر کو جلا دیا۔ اور یروشلم کی دیوار کو ڈھا دیا۔ اور اُس کے سارے محلوں کو آگ سے جلا دیا۔ اور اُس کی ساری قیمتی چیزوں کو برباد کیا۔ اور وہ اُنہیں جو تلوار سے بچے بابل کو اسیر کر کے لے گیا۔ اور وہاں وہ اس کے اور اُس کے بیٹوں کے غلام رہے جب تک کہ فارس کی سلطنت شروع نہ ہوئی"

یہ لوگ ستر (۷۰) برس بابل میں اسیر رہے۔ جب وہاں سے آزاد ہوئے تو اپنی مادری زبان تک بھول چکے تھے اور کلدانی زبان کے علاوہ جو نواح بابل میں رائج تھی کسی دوسری زبان سے آشنا نہ تھے۔

اس تباہی کا وقوع ۵۸۶ قبل مسیح بیان کیا جاتا ہے اس سے قبل خلقیاہ کی پیش کردہ توریت کا نسخہ عبادت خانہ میں رہتا تھا۔ مگر جب بخت نصر نے ہیکل کو لوٹا اور جلایا تو وہ نسخہ بھی ضائع ہو گیا۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے بابل سے واپس آنے کے بعد توریت کی تالیف جدید کی ضرورت پیش آئی اور بقول عیسائی علماء کے عزرا کاہن نے صدر مجلس کے مشورہ سے قریب ۴۵۰ قبل مسیح جدید توریت کو مرتب کرنا شروع کیا۔ توریت کی اس دوسری بربادی کے تقریباً ڈیڑھ سو برس بعد جب از سر نو کتاب کی تیاری شروع ہوئی تو کتاب تیار کرنے والوں نے کچھ اپنے حافظہ پر اعتماد کر کے کچھ دوسروں کی زبانی بیان پر بھروسہ کر کے جو کچھ فراہم ہو سکا اس سے توریت کو

Marfat.com

ایک تصنیف جدید کی صورت میں لکھنا شروع کر دیا۔ اس وقت اگر توریت کا ایک نسخہ بھی کہیں سے ہاتھ آ گیا ہوتا تو اس کی نقل بہ آسانی ہو سکتی تھی۔ تصنیف جدید کے طور پر اسے لکھنے کی ضرورت لاحق نہ ہوتی یہ توریت کی دوسری بربادی کا قصہ ہے۔

اسی اسیری بابل کے زمانے یا اس سے بھی پیشتر سے عہد نامے کا وہ صندوق بھی توریت کی طرح گم اور لاپتہ ہے۔ جس میں دو لوحیں جو جناب الٰہی نے موسیٰ علیہ السلام کو لکھ دیں تھیں اور من کا ایک مرتبان اور ہارون علیہ السلام کا عصا جس میں شاخیں پھوٹتی تھیں اور دیگر تبرکات بہتے تھے اور جسے بنی اسرائیل اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے بلکہ توریت کا گم ہونا عہد نامے کے صندوق کے گم ہونے سے بھی قبل سے ثابت ہے۔

توریت کی تیسری بربادی | ولادت مسیح سے ایک سو ستر برس قبل انطاکیہ کے یونانی بادشاہ انٹیوکس نے یہودیوں کے مذہب اور ان کی جداگانہ قومیت کو مٹانے کی غرض سے یروشلم پر بار بار حملے کئے ہیکل کو بے حرمت کیا۔ مقدس صحیفوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلایا۔ یہودیوں کو بت پرستی پر مجبور کیا جس نے بت پرستی کی رسوم سیکھنے سے انکار کیا اسے بڑی اذیت سے قتل کیا۔ جن لوگوں نے بادشاہ کے اعلان کو نہ مانا۔ ان میں سے جتنے گرفتار ہوئے قتل کئے گئے۔ یک دفعہ چالیس ہزار یہودی قتل ہوئے اور اتنے ہی غلام بنا کر فروخت کئے گئے۔ ہیکل کا قیمتی نفیس اسباب جس کی قیمت کا تخمینا چار کروڑ اٹھ لاکھ ساٹھ ہزار کیا گیا ہے لوٹ لیا گیا بادشاہ انٹیوکس کے سپہ سالار اپلونیوس نے ایک مرتبہ یوم السبت کو جب کہ سب یہودی عبادت کے لئے ہیکل میں جمع تھے قتل عام شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کے سوا جو پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ یا غاروں میں جا چھپے کوئی سلامت نہ بچا۔ اس موقع پر فوجی سپاہیوں نے سارے شہر کا مال لوٹ لیا۔ اور متعدد مقامات پر آگ لگا دی۔ عالیشان عمارات کو توڑ کر اور شہر پناہ کی دیوار کو گرا کر کوہ عکم پر ایک مضبوط قلعہ بنایا گیا۔ اور اس پر جو سپاہ متعین ہوئے انہیں یہ حکم

Marfat.com

دیا گیا کہ جو لوگ ہیکل میں عبادت کے لئے آنے کی جرأت کریں انہیں بیدریغ جان سے مار دیا جائے۔ اس کے بعد بادشاہ نے ہیکل کو جوپیٹر کا مندر بنا دیا۔ اور اس دیوتا کی سنگین مورت کو سوختنی قربانی کے مذبح پر کھڑا کیا۔ (دیکھو عیسائی تصنیف "مفتاح الکتاب" مطبوعہ مرزا پور ۱۸۵۶ء صفحہ ۱۳۴ وصفحہ ۱۳۵)۔

متعدد عیسائی مؤرخین نے اس بات کی تصدیق کی ہے۔ کہ انیٹوکس نے یروشلم کو فتح کر کے عہد عتیق کے جس قدر نسخے اسے دستیاب ہوئے انہیں پھاڑ کر جلا ڈالا۔ اور حکم دیدیا کہ جس کے پاس اس کتاب کا کوئی نسخہ نکلے یا جو شخص رسم شریعت کو بجا لائے وہ قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کی تعمیل ماہانہ تفتیش کے بعد برابر ہوتی رہی۔

یہ تیسری بربادی ہے جو کہ توریت بلکہ جملہ کتب عہد عتیق کی وقوع میں آئی۔ اس فتنہ کے فرو ہونے کے بعد جب یہوداہ مقابیین نے ۱۶۵ قبل مسیح میں ہیکل کی مرمت شروع اس وقت اس نے توریت وغیرہ کی ایک نقل کسی نہ کسی طرح پیدا کر کے ہیکل میں رکھی۔

توریت کی چوتھی بربادی | ۷۰ء میں طیطس (ٹائیٹس) شہزادہ روم نے یروشلم کو فتح کر کے غارت کر دیا۔ ہیکل سلیمانی کو مسمار کر دیا گیا۔ دس لاکھ یہودیوں کو قتل کر ڈالا۔ ہزاروں کو غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ تخمینہ ہے کہ کل تیرہ لاکھ ستاون ہزار چھ سو ساٹھ (۱۳۵۷۶۶۰) یہودی اس بلائے عظیم کا شکار ہوئے اور توریت تو ایسی بے نام و نشان ہو گئی کہ اب تک اہل کتاب کو یہ گمان ہے کہ اسے دار السلطنت روم میں پہنچا دیا گیا۔ لیکن یہ گمان ہی گمان ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں کیونکہ جب ہیکل کی آتشزدگی کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ اور لاکھوں مقتولوں کے خون کا سیلاب انسانی ہوش و حواس کو بہائے لیا جاتا تھا اور حرب و ضرب نے شور قیامت برپا کر رکھا تھا۔ اس وقت اتنی فرصت کسے تھی۔ جو اس دہکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں سے ایک کتاب کو بچا نکالتا۔ پادری مرپک "کشف الاسرار"

Marfat.com

فی "قصص الانبیائے بنی اسرائیل" مطبوعہ لیڈن برگ ۱۸۴۶ء کے صفحہ ۱۵۰ پر لکھتے ہیں کہ ہیکل کی اس آگ میں چھ ہزار آدمی جل کر ہلاک ہوئے۔ پادری اسکاٹ صاحب اپنی رومن تفسیر کے صفحہ ۱۸۵ پر لکھتے ہیں کہ:-

لڑائی سے پیشتر طیطس نے چاہا کہ اس کو (یعنی شہر کو) اور خاص کر ہیکل کو بچائے اور اس لئے یوسف مؤرخ کو کئی بار یہودیوں کے پاس بھیجا کہ اپنی بغاوت کو چھوڑ دو اور شہر میرے قبضہ میں کر دو میں تم کو معاف کردوں گا اور تمہارا شہر غارت نہ ہوگا۔ مگر یہودیوں نے اس گھمنڈ پر بھروسہ کرکے کہ خدا ہماری طرف ہے اور ہماری شہر پناہ بھی مضبوط ہے۔ اس کی نہ سُنی اور یہاں تک بڑی جانفشانی اور ہمت سے اس کا مقابلہ کیا کہ جب شہر اس کے قبضہ میں آیا تب رومی سپاہ بہت غصہ ہوکر رک نہ سکی۔ اور شہر میں پھیل کر مرد و عورت سبھوں کو مار ڈالا اور گھروں میں آگ لگا دی۔ پھر یہودی لوگ جو پناہ کے لئے ہیکل میں بھاگ گئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ کچھ نہ بچیگا۔ تب آپ کئی برآمدوں میں آگ لگا دی۔ اس وقت رومی فوج حملہ کرکے ہیکل میں گھس پڑی۔ اور ایک سپاہی نے بغیر حکم کے ایک مشعل خاص ہیکل کے اندر پھینکی تب جلد اس میں آگ لگ اٹھی طیطس نے اس کے بجھانے کا حکم دیا لیکن اس زور شور کی ہلچل میں کون کس کی سنتا تھا۔ سپاہیوں نے ہیکل برباد کردیا اور کسی طرح رُک نہ سکے۔"

اس قیامت خیز ہنگامے میں توریت نہ کسی یہودی کے ہاتھ آسکتی تھی نہ پائے تخت روم میں منتقل ہوسکتی تھی۔ وہ شعلوں ہی کی نذر ہوئی۔ یہ توریت کی چوتھی بربادی کے واقعات ہیں۔

توریت کی پانچویں بربادی واقعات مندرجہ بالا کے تقریباً ۶۵ سال بعد قیصر ہڈرین کے عہد میں یہودیوں کی پھر شامت آئی۔ اور انہوں نے جا بجا اپنا اجتماع کرکے رومیوں کے ساتھ پھر ایک جان توڑ مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ قریب پانچ لاکھ کے قتل ہوئے۔ بقیہ لوگ شہر سے نکالے گئے اور یروشلم کے ویران کھنڈروں میں بھی انہیں آنے کی اجازت نہ ملی۔ رومیوں کو اس شہر میں بسا دیا

گیا۔ اور ہیکل یعنی بیت المقدس کو مسمار کر کے وہاں ہل چلوا دئے گئے۔ پھر اس جگہ جیو پیٹر دیوتا کا ایک مندر کھڑا کر دیا گیا۔ اور کوہ کلوری پر وینس دیوی کی مورت رکھدی گئی۔ شہر تک کا نام بدل کر ایلیہ رکھ دیا گیا۔ اس سلسلہ میں توریت کی پانچویں تباہی واقع ہوئی۔

توریت کی چھٹی بربادی ۶۱۴ء کے قریب جبکہ رومیوں پر شمال کی جانب سے آئی ہوئی وحشی قوموں نے غلبہ حاصل کر لیا تو موسویت اور مسیحیت کی انتہا درجہ کی بیکسی ہوئی یہ قومیں بت پرست اور پرلے درجے کی جاہل اور وحشی تھیں جہاں جہاں ان کا غلبہ ہوا مدرسوں کتبخانوں، علم اور دین کے مکتوبات اور نوشتوں پر تباہیاں اور آتشزدگیاں اور بربادیاں نازل ہوتی گئیں ایک مدت تک ہر طرف تاریکی ہی تاریکی پھیلتی گئی۔ اور پرانے ادیان و مذاہب کی بیکسی ہوتی رہی حتی کہ دفعتاً عرب میں آفتاب محمدی طلوع ہوا جس نے یک بیک سارا نقشہ بدل دیا۔

متذکرہ بالا وحشی اقوام کے دور جہالت میں توریت پر چھٹی مرتبہ تباہی نازل ہوئی۔

توریت کی ساتویں بربادی ۶۱۴ء میں شاہ ایران خسرو پرویز نے یروشلم پر چڑھائی کر کے اسے لے لیا۔ اور نوے ہزار (۹۰۰۰۰) آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اور عیسائیوں کے تمام گرجا گھروں اور متبرک مکانوں کو حتی المقدور ڈھا دیا۔ (دیکھو عیسائی تصنیف "الکتاب کے مقامات المعروف" مطبوعہ مرزاپور ۱۸۶۰ء صفحہ ۱۹ و ۲۰)

اس سلسلہ میں توریت کی ساتویں مرتبہ تباہی واقع ہوئی۔ اس موقعہ پر اور اس سے قبل کے موقعہ پر توریت کے ساتھ تباہی میں انجیل بھی شامل ہو گئی۔ و نیز عہد عتیق و عہد جدید کے دیگر صحائف بھی۔

توریت کی آٹھویں بربادی اس کتاب کی متذکرہ بالا تباہیاں تو وہ ہیں جو اغیار کے ہاتھ سے ہوئیں۔ مگر خود یہودیوں نے بھی اپنی کتابوں کے برباد کرنے میں کمی نہیں کی۔ چنانچہ اس نوع کی بربادیوں کو بحیثیت مجموعی ہم توریت کی آٹھویں بربادی قرار دیتے ہیں۔ پادری گریز سٹم صاحب اپنی تفسیر

Marfat.com

ہیں لکھتے ہیں کہ:-

"پیغمبروں کی بہت سی کتابیں ناپید ہوگئیں اس لئے کہ یہودیوں نے غفلت سے بلکہ بے دینی سے بعض کتابوں کو کھو دیا اور بعض کو پھاڑ ڈالا اور بعض کو جلا دیا۔"

ڈاکٹر کنی کاٹ صاحب بیان کرتے ہیں کہ عہد عتیق کے تمام عبرانی قلمی نسخے جن کا موجود ہونا اب ہم کو معلوم ہے ایک ہزار اور ایک ہزار چار سو ستاون برس کے درمیان کے لکھے ہوئے ہیں اور اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ تمام قلمی نسخے جو سات سو یا آٹھ سو برس پیشتر کے لکھے ہوئے تھے یہودیوں کی سینٹ (یعنی مجلس امرا) کے بعض حکموں کے بموجب معدوم کردیئے گئے تھے بوجہ اس کے کہ ان نسخوں میں بہت اختلاف تھا ان نسخوں کے ساتھ جن کو اس زمانہ میں خالص گن جاتا تھا بشپ والٹن صاحب بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سبب سے چھ سو برس کے نسخے ہمارے پاس چند ہیں اور سات سو یا آٹھ سو برس کے نسخے بہت کمیاب ہیں۔

توریت اور عہد عتیق کے دیگر صحف انبیاء کا اپنی اصلی اور ابتدائی صورتوں میں نہ رہنا تو واقعات مندرجہ مضمون ماقبل سے بخوبی روشن ہے اطمینان مزید کے لئے آؤ ذرا ان کتابوں کے اندرونی نقشوں پر بھی نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ ان کی اندرونی شہادت کس جانب اشارہ کرتی ہے۔

کتب عہد عتیق کے اجزائے ترکیبی

موجودہ مروجہ عہد عتیق میں جو انتالیس (۳۹) کتب شامل ہیں حسب ذیل ہیں:-

(۱) پیدائش یا تکوین (۲) خروج (۳) احبار (۴) گنتی یا اعداد (۵) استثنا یا توریت مثنیٰ (۶) یشوع یا یوشع (۷) قاضیوں یا قضاۃ (۸) روت یا عورت (۹) سموایل اور صموئیل اوّل۔ (۱۰) سموایل دوم یا صموئیل دوم (۱۱) سلاطین اوّل یا ملوک اوّل (۱۲) سلاطین دوم ملوک دوم (۱۳) تواریخ اوّل یا ملوک اوّل (۱۴) تواریخ دوم یا ملوک دوم (۱۵) عزرا۔ (۱۶) نحمیاہ (۱۷) آستر

یا اشتیر۔ (۱۸) ایوب (۱۹) زبور (۲۰) امثال سلیمان (۲۱) واعظ (۲۲) غزل الغزلات (۲۳) یشعیاہ (۲۴) یرمیاہ (۲۵) نوحۂ یرمیاہ (۲۶) خرقی ایل یا حزقیل (۲۷) دانیال (۲۸) ہوسیع (۲۹) یوئیل (۳۰) عاموس یا عموس (۳۱) عبدیاہ (۳۲) یونہ (۳۳) میکہ یا میکاہ (۳۴) نحوم (۳۵) حبقوق (۳۶) صفنیاہ (۳۷) حجی (۳۸) ذکریاہ (۳۹) ملاکی۔

علاوہ کتب مندرجہ بالا کے سترہ (۱۷) کتابیں ایسی ہیں جو ایک زمانہ میں موجود تھیں اور اب ہیں ہیں مگر اُن کا ذکر اور ان کے حوالے عہد عتیق کے موجودہ مجموعہ میں اب بھی موجود ہیں اور کوئی شخص ان کے صحیح اور معتبر ہونے سے اور اس بات سے کہ وہ ایک زمانہ میں موجود تھیں انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ان کتابوں کے نام معہ اُن آیات کے حوالوں کے جن میں اُن کا ذکر آیا ہے ذیل میں درج ہیں۔

نمبر	نام کتب گم شدہ	حوالجات عہد عتیق موجودہ
۱	کتاب عہد نامہ موسیٰ	خروج۔ باب ۲۴۔ آیہ ۷۔
۲	جنگ نامہ خداوند	گنتی باب ۲۱۔ آیہ ۱۴۔
۳	کتاب الیاشر	سموئیل دوم باب ۱۔ آیہ ۱۸ اور یشوع۔ باب ۱۰ آیہ ۱۳
۴	کتاب یاہو بن حنانی	تواریخ دوم۔ باب ۲۰۔ آیہ ۳۴
۵	کتاب سمعیاہ نبی۔	تواریخ دوم۔ باب ۱۲۔ آیہ ۱۵
۶	کتاب اخیاہ نبی	تواریخ دوم۔ باب ۹۔ آیہ ۲۹
۷	کتاب ناتن نبی	تواریخ دوم۔ باب ۹۔ آیہ ۲۹
۸	کتاب شاہدات عیدو غیب بین	تواریخ دوم۔ باب ۹۔ آیہ ۲۹
۹	کتاب اعمال سلیمان	سلاطین اوّل۔ باب ۱۱۔ آیہ ۴۱
۱۰	کتاب یسعیاہ بن اموص	تواریخ دوم۔ باب ۲۶۔ آیہ ۲۲

Marfat.com

نمبر	نام کتب گم شدہ	حوالجات عہد عتیق موجودہ
۱۱	کتاب مشاہدات یسعیاہ بن اموس	تواریخ دوم - باب ۳۲ - آیہ ۳۲
۱۲	سموایل غیب بین کی تواریخ	تواریخ اول - باب ۲۹ - آیہ ۲۹ و ۳۰ -
۱۳	نغمات سلیمان ایک ہزار پانچ	سلاطین اوّل - باب ۴ - آیہ ۳۲ و ۳۳
۱۴	سلیمان کی کتاب خواص نباتات وحیوانات	سلاطین اوّل - باب ۴ - آیہ ۳۲ و ۳۳ -
۱۵	کتاب امثال سلیمان (یہ تین ہزار امثال ان سے مختلف ہیں جو موجودہ عہد عتیق میں درج ہیں)	سلاطین اوّل - باب ۴ - آیہ ۳۲
۱۶	جاد غیب بیں کی تواریخ	تواریخ اوّل - باب ۲۹ - آیہ ۲۹
۱۷	مرثیہ یرمیاہ (یہ مرثیہ اس نوحہ یرمیاہ سے مختلف ہے جو بائبل میں درج ہے بقول بیشپ پیٹرک یہ مرثیہ اب گم ہے)	تواریخ دوم - باب ۳۵ - آیہ ۲۵ -

ان سترہ کتابوں کے علاوہ اور بھی چند کتابیں تھیں، جنہیں صحیح و مستند سمجھا جاتا تھا مگر وہ اب معدوم ہیں۔ چنانچہ بڑے بڑے مسیحی علماء کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے۔ ہمفدرڈ صاحب اپنی کتاب "سوالات مطبوعہ لندن ۱۸۴۳ء میں سوال دوم کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:- " یہ کتابیں جن میں حضرت مسیح علیہ السلام کو ناصری کہا گیا ہے (اور جس کا ذکر مقدس متی نے باب ۲ - آیہ ۲۳ میں کیا ہے) نیست و نابود ہوگئی ہیں اس لئے "کہ جو کتابیں نبیوں کی اب موجود ہیں ان میں کسی میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناصری نہیں لکھا ہے"۔

گریز اسٹم صاحب اپنی ہولی یعنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:- " پیغمبروں کی بہت سی کتابیں ناپید

Marfat.com

ہوگئیں اس لئے کہ یہودیوں نے غفلت سے بلکہ بیدینی سے بعض کتابوں کو کھو دیا اور بعض کو پھاڑ ڈالا اور بعض کو جلا دیا۔"

یہوداہ کے خط (عہد جدید) آیہ ۹ میں لکھا ہے کہ "جب میکائیل نے شیطان سے تکرار کرکے موسیٰ کی لاش کی بابت بحث کی" ظاہر ہے کہ یہوداہ نے یہ واقعہ توریت ہی سے لیا ہوگا۔ مگر موجودہ توریت میں اس واقعہ کا کہیں نام ونشان تک نہیں۔

تمطاوس دوم باب ۳ آیہ ۸ میں ہے کہ "یانّاس اور یمبراس نے موسیٰ کا سامنا کیا" مگر یہ دونوں نام موجودہ عہد عتیق میں کہیں نہیں پائے جاتے۔

یہوداہ نے اپنے خط کی آیہ ۱۴ و ۱۵ میں حنوک کی پیشین گوئی کا جو ذکر کیا ہے وہ آج کل کی توریت میں کہیں مندرج نہیں۔

زبور ۱۰۵ آیہ ۱۸ میں یوسف علیہ السلام کی بیڑیوں اور بیڑیوں کا جو حال درج ہے اُس کا بھی توریت میں کہیں ذکر نہیں ہے۔

تفسیر ڈائیلی مطبوعہ ۱۸۵۶ء جلد ۲ - صفحہ ۱۳۹ پر درج ہے کہ:-

"اس بادشاہ روشنضمیر یعنی سلیمان نے اس دانائی کو جو اُس نے پائی انسانوں کے فائدہ کے لئے استعمال میں لانا چاہا اور بہت سی کتابیں اُن کی تعلیم کے لئے لکھیں مگر حضرت عزرا نے اُن میں سے صرف تین کو مقدس کتابوں میں داخل کیا۔ اور بقیہ کتابیں (جو کتب مقدسہ میں داخل نہیں کی گئیں) یا تو مذہبی تربیت کے لئے نہیں لکھی گئیں تھیں یا ایک زمانہ کے گذر جانے کے باعث خراب و ناقص ہوگئیں تھیں۔"

نمونہ کے طور پر اس قسم کی صرف چند ہی مثالیں اوپر درج کی گئیں ہیں۔

غرضیکہ یہ امر یقینی ہے کہ علاوہ اُن سترہ (۱۷) کتب مقدسہ کے جن کی فہرست دی جا چکی ہے۔

Marfat.com

اور بھی مقدس کتابیں ایسی تھیں جن کا کسی زمانہ میں وجود تھا مگر اب عرصہ سے ناپید ہیں۔ ان کتابوں کے الہامی نہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ کم از کم ان کتابوں کا اتنا ہی الہامی ہونا ضروری ہے جتنا الہامی کہ موجودہ مروجہ کتابوں کا ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ کیونکہ کوئی الہامی مصنف اپنی الہامی کتاب میں نہ اُن کتابوں سے استخراج کرسکتا ہے نہ اُن کے حوالے دے سکتا ہے نہ اُن کے مضامین کی تصدیق کرسکتا ہے جوکہ الہامی نہ ہوں یا جن کو وہ جھوٹا یا جعلی سمجھتا ہو۔

علاوہ کتب متذکرہ بالا پینتیس (۳۵) کتابیں ایسی ہیں جو کسی زمانہ میں عہد عتیق میں داخل تھیں مگر اب جعلی سمجھی جاتی ہیں۔ اور بائیبل سے خارج کردی گئیں ہیں۔ ان میں سے چند کتابیں ایسی ہیں۔ جنہیں عیسائیوں کے بعض فرقے اب تک مانتے چلے جاتے ہیں اور بعض فرقے نہیں مانتے اور چند کتابیں ایسی ہیں جنہیں بالاتفاق جملہ فرقہائے مسیحی جعلی قرار دیتے ہیں مگر یہ سب کتابیں عہد عتیق کے یونانی ترجمہ سپٹواجنٹ یعنی سبعینیہ میں جو ۲۸۴ برس قبل مسیح تیار ہوا تھا موجود ہیں اور یونانی اور رومی کلیسا کے نزدیک مقدس ہیں بلکہ اُن میں سے بعض کی تلاوت بھی اب تک جاری ہے۔ پروٹسٹنٹ کلیسا نے ان کو خارج کردیا ہے اور ان کا نام "اپوکریفہ" یعنی جعلی رکھ دیا ہے اگرچہ علمائے یورپ اب بھی اُن کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ذریعہ عیسیٰ علیہ السلام سے تین سو برس پیشتر کی تاریخ پر کافی روشنی پڑتی ہے اور تورات وانجیل کے درمیان یہ کتابیں برزخ کا کام دیتی ہیں ان کتابوں میں سے بعض بعض میں چند ایسے مضامین بھی ہیں جن کا حوالہ قرآن شریف میں پایا جاتا ہے مگر جن کو مروجہ عہد عتیق کی کتابوں سے خارج کردیا گیا ہے یا مبہم طور پر بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ آزر سے مناظرہ جو سورہ انعام میں مذکور ہے۔ توریت کی کتاب پیدائش میں کہیں بیان نہیں کیا گیا۔ حالانکہ جعلی قرار دی ہوئی خارج شدہ کتاب جوبلی کی آیہ ۱۲ میں یہ مناظرہ بجنسہٖ موجود ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان "جعلی" کتابوں میں سے بیشتر کتابیں حقیقتاً جعلی ہیں۔ سکندر کے جانشینوں کے عہد میں جب

Marfat.com

ایک طرف یہود اپنی آزادی قائم رکھنے کے لئے جدوجہد میں مصروف تھے تو دوسری طرف انہیں یہود کے اندرونی فرقوں میں آپس ہیں مناظروں اور مناقشوں اور مجادلوں کا بازار بھی گرم تھا اور لوگوں نے اپنے مدعا کے مطابق کتابیں تصنیف کرکے اُن کو انبیائے بنی اسرائیل کے نام سے منسوب کرنا شروع کردیا تھا۔ یہود کی دیکھا دیکھی بعد مسیح نصاریٰ نے بھی یہی روش اختیار کرلی تھی اور واقعات آئندہ ظہور مسیح کی پیشین گوئیوں سے لبریز کتابوں کا اپنی حسب دلخواہ عبارت میں لکھنا شروع کردیا تھا یہ جملہ واقعات کھلی ہوئی تفسیر ہیں مندرجہ ذیل آیت قرآنی کی:۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ○

(البقرہ ع ۹)

"پس وائے بر حال ان لوگوں کے جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے تاکہ بیچیں اس کو تھوڑے مول پر پس خرابی ہے اُن کو اپنے ہاتھ کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کو اپنی اس کمائی سے۔"

ان پینتیس متروک کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں:۔

نمبر	کتب متروکہ	نمبر	کتب متروکہ
۱تا۷	کتب سبعہ شیث ؑ	۱۳	کتاب الوصیت موسیٰ
۸	کتاب حنوک	۱۴	کتاب اسرار موسیٰ
۹	کتاب مشاہدات ابراہیم ؑ۔	۱۵	کتاب معراج موسیٰ
۱۰	کتاب مشاہدات موسیٰ ؑ	۱۶	کتاب عزرا نمبر ۱
۱۱	کتاب پیدائش صغیر	۱۷	کتاب عزرا نمبر ۲
۱۲	کتاب قیاس موسیٰ	۱۸	کتاب توبٹ

135458

Marfat.com

نمبر	کتب متروکہ	نمبر	کتب متروکہ
۱۹	کتاب جوبتھ	۳۲	کتاب طوبیل
۲۰	بقیہ ابواب استر	۳۳	کتاب جوبلی
۲۱	کتاب سلیمان کی دانائی	۳۴	کتاب حزقیل بابت یروشلم
۲۲	کتاب الواعظ	۳۵	کتاب حزقیل بابت صدقیاہ اور بابل -
۲۳	کتاب باروق		بعض عیسائی مصنفین ہی نے ان پر تین مندرجہ
۲۴	کتاب تاریخ سبیا		ذیل کتب کا اور اضافہ کیا ہے۔
۲۵	تین معصوم بچوں کا نغمہ	۳۶	سموائیل کی وہ کتاب جس کا ذکر سموائیل اول
۲۶	تاریخ بربادی بل اور ڈرگن		باب ۱۰ - آیہ ۲۵ میں آیا ہے۔
۲۷	دعائے منسی شاہ یہودیہ	۳۷	ہوسیاہ جس کا ذکر تواریخ دوم باب ۳۳
۲۸	کتاب مقابیں - اول		آیہ ۹ میں آیا ہے۔
۲۹	کتاب مقابیں دوم	۳۸	عیدو نبی کی تفسیر جس کا ذکر تواریخ دوم
۳۰	کتاب معراج اشعیاہ		باب ۱۳ - آیہ ۲۲ میں آیا ہے۔
۳۱	ملفوظات حبقوق		

متذکرۂ بالا اڑتیس (۳۸) کتابوں کو اوّل الذکر سترہ گمشدہ کتابوں کے ساتھ شامل کیا جائے تو کل پچپن کتابیں ہوئیں جو کسی زمانہ میں عہد عتیق میں داخل تھیں مگر اب خارج ہیں۔

نسخوں میں اختلاف عہد عتیق کی کتابوں پر سات تباہیاں تو دشمنوں کے ہاتھ سے وارد ہوئیں۔ کہ ہر مرتبہ بائیبل ناپید ہوئی اور ہر مرتبہ لوگوں نے کچھ حافظہ سے کچھ سن سنا کر کچھ اپنے ذاتی قیاس سے کچھ مصلحت وقت سے جو چاہا لکھ لیا۔ اور اسے بائیبل قرار دیدیا۔ آٹھویں تباہی دشمنوں یعنی خود یہودیوں ہی کے ہاتھوں

عمل میں آئی۔ بعض کتابوں کو انہوں نے کتب مقدسہ سے خارج کر دیا۔ بعض کو جعلی قرار دیدیا بعض حقیقتاً جعلی تھیں۔ جنہیں ایک عرصہ تک اُنہوں نے کتب مقدسہ میں شامل رکھا۔ اور بعد میں خارج کر دیا۔ اور بعض کو ایسا ناپید کر دیا کہ اُن کے متعلق یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا تھیں اور کیسی تھیں۔ اب انا لیس مروجہ کتابیں جو آج موجود ہیں ان کی بابت کیا اطمینان ہو سکتا ہے کہ یہ کس حد تک معتبر ہیں؟ اول تو ان کے قدیم نسخے ہی مفقود ہیں۔ دوم ان کی جو جدید نقول میسر بھی ہیں اُن میں بکثرت اختلافات ہیں۔ پھر ایسی حالت میں جس قوم میں حفاظ کلام الٰہی کا بھی وجود نہ ہو اس کی کتب مقدسہ کے تحریفات لفظی و معنوی سے محفوظ ہونے کے متعلق کیا اطمینان ہو سکتا ہے۔

قدیم نسخوں کی مفقودی کے متعلق ریورنڈ ہارن صاحب اپنی کتاب دیباچہ علوم بائیبل جلد ۲۔ حصہ اوّل باب ۲ فصل اوّل میں لکھتے ہیں کہ:۔

"عہد عتیق کی کتابیں دراصل عبرانی زبان میں ہیں اور وہ دو ناموں سے پکاری جاتی ہیں ایک آٹوگرافس یعنی وہ کتابیں جن کو خود الہامی لکھنے والوں نے لکھا تھا۔ ان میں کے سب نسخے ناپید ہو گئے۔ کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ دوسرے اپوگرافس یعنی وہ نسخے جو اصلی نسخوں سے نقل ہوئے تھے اور مکرر سہ کرر نقل ہوتے ہوتے بہت کثرت سے پھیل گئے تھے یہ پچھلے نسخے بھی دو قسم کے تھے۔

(۱) پرانے جو یہودیوں میں بہت معتبر اور سندی گنے جاتے تھے مگر یہ نسخے بھی مدت سے معدوم ہو گئے ہیں۔

(۲) نئے جو سرکاری کتب خانوں یا لوگوں کے پاس موجود ہیں۔ یہ بھی دو قسم کے ہیں اوّل رولڈ یعنی وہ قلمی صحیفے جو معابد میں کام آتے ہیں دوم اس کو ٹر مینو سکرپٹس یعنی وہ قلمی نسخے جو مربع تقطیع پر لکھے ہیں اور عام لوگوں کے کام میں آتے ہیں۔"

اب ان نسخوں کا بھی حال سن لیجئے۔ بقول ڈاکٹر جان مکڈول کے جن کی انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ بھی امریکین مشن پریس لدھیانہ سے شائع ہو چکا ہے۔ چھٹی اور دسویں صدی کے درمیان یہودیوں کے دو مدرسے تھے ایک بابل میں جو مشرق میں ہے دوسرا طابہریس میں جو مغرب میں ہے ان دونوں مدرسوں میں یہودیوں کے علم کا بڑا چرچا تھا اور کتب مقدسہ بہت کثرت سے نقل کی جاتی تھیں۔ اس سبب سے یہودیوں میں کتب مقدسہ کی دو قسمیں ہو گئیں۔ جو نسخے پہلے مدرسہ میں مروج تھے۔ اورینٹل ریڈنگ (یعنی مشرقی نسخے) کہلائے۔ اور جو دوسرے مدرسوں میں مروج تھے آکسی ڈینٹل ریڈنگ (یعنی مغربی نسخے) کہلائے۔ آٹھویں یا نویں صدی میں ان دونوں نسخوں کا مقابلہ ہوا۔ اور اُن میں جو اختلافات پائے گئے ان کی تعداد مختلف طور پر (۲۱۰) اور (۲۱۶) اور (۲۲۰) بیان کی جاتی ہے۔ گیارہویں صدی کی ابتدا میں ان دونوں مدرسوں کے فاضل پریسیڈنٹوں نے پھر مشرقی اور مغربی قلمی نسخوں کا مقابلہ کیا۔ اس مرتبہ اختلافات کی تعداد (۸۶۴) نکلی۔ پھر فادر مارن صاحب نے نہایت دلیری سے عبرانی قلمی نسخوں کی غلطیاں ثابت کیں۔ پھر لوئیس کیپل صاحب نے بہت سی غلطیاں نکالیں۔ پھر بشپ والٹن صاحب نے لوئیس کیپل کی تائید کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ عبری عہد عتیق کی تصحیح کے لئے کوئی اچھا قاعدہ بنانا چاہیے۔ سترھویں صدی میں یہ بات عام طور پر قرار پاگئی کہ بغرض تصحیح عبری عہد عتیق کے نسخوں کے از سرِ نو مقابلہ کی اشد ضرورت ہے۔ عہد عتیق کی کتابیں پہلی مرتبہ ۱۴۸۸ء میں چھاپی گئیں تھیں۔ جب وانڈر ہوف نے ۱۷۰۵ء میں ان کی طبع ثانی کا اہتمام کیا تو اسے بارہ ہزار جگہ طبع اول سے اختلاف کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ مگر باوجود اس ساری کوشش اور جد و جہد کے جو نتیجہ برآمد ہوا وہ مسیحی علما سے بھی مخفی نہیں ریونڈ ہارن صاحب اپنی کتاب جلد اول کے صفحہ ۶۸ پر لکھتے ہیں کہ:۔ الحاق کے باب میں یہ قبول کرنا پڑے گا کہ توریت میں الحاقی فقرے موجود ہیں۔ ان الحاقی اور مشکوک کتابوں سے بالآخر پریشان ہو کر جان گیٹو۔ اپنی انسائیکلو پیڈیا میں

لکھتا ہے کہ :- یہی کافی نہیں کہ جن مقامات کو ہم غلط سمجھیں اُنہیں کو الحاقی مانیں اور باقی کو بلاکم و کاست صحیح جانیں بلکہ ممکن ہے کہ جنہوں نے الحاق کیا ہے اُنہوں نے باقی حصوں میں بھی تصرف کیا ہو۔"

انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا (طبع جدید) میں بھی "بائیبل" پر جو مضمون ہے اُس میں لکھا ہے کہ :-

عرصہ دراز تک کتب مقدسہ کا مطالعہ جرح و تعدیل کے مستند اصول سے محروم رہا۔ یہود محض اُس عبرانی نسخے کی پیروی کرتے تھے جس کی نسبت یہ مشہور تھا کہ غالباً وہ دوسری صدی عیسوی میں جمع کیا گیا اور بعد ازاں احتیاط سے محفوظ رکھا گیا۔ لیکن اس نسخہ میں چند تحریفیں تو ایسی ہیں جو صاف نظر آتی ہیں اور غالباً ایک کافی تعداد تک ایسی تحریفیں اور بھی موجود ہیں۔ جن کی شاید اب یا کبھی پورے طور سے قلعی نہ کھل سکے۔ عیسائی اور اسکندریہ کے یہود علما کی حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ کیونکہ پانچویں صدی عیسوی تک شاذ و نادر اور استثنا کے ساتھ اور پانچویں صدی سے پندرہویں صدی تک بلا استثنا ان بزرگوں نے تمامتر ترجموں ہی پر اکتفا کیا ہے۔"

ترجمے اب ذرا اس بات پر نظر ڈال لینے کی بھی ضرورت ہے کہ ترجموں نے بائیبل کے ساتھ کیا سلوک کیا اور بائیبل والوں نے ترجموں کے ساتھ کیا معاملہ برتا۔

بادشاہ مصر بطلیموس فلاڈلفس (۲۸۴ء تا ۲۴۶ قبل مسیح) نے اپنے مشہور کتبخانۂ اسکندریہ کے لئے کتب عہد عتیق کا یونانی زبان میں ترجمہ چاہا۔ چنانچہ اس نے زر کثیر صرف کی۔ اپنے دو عالی قدر مصاحبوں کا وفد یروشلم میں کاہنوں کے سردار کے پاس روانہ کیا کہ وہاں سے وہ کتب مقدسہ کی نقل لائے۔ اور ۷۲ بہتر یہودی علما ایسے لاوے۔ جو عبرانی اور یونانی زبانوں پر کافی قدرت رکھتے ہوں تاکہ یونانی زبان میں اُن کتابوں کا ترجمہ کر سکیں۔ وفد کامیاب واپس آیا۔ بہتر علماء نے کتب مقدسہ کا یونانی زبان میں ترجمہ کیا۔ اور اس ترجمہ کا نام سپٹواجنٹ (SEPTILAGINT) رکھا گیا یہ ترجمہ سب سے زیادہ مستند اور پرانا بیان کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے متعلق مفسرین بائبل میں اس درجہ اختلاف ہے کہ

شدم پریشان خواب من از کثرت تعبیرها

بعض لوگ لے (۷۲) علماء کا ترجمہ بتلاتے ہیں اور بعض صرف (۷۰) ہی علماء کی تعداد بیان کرتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ (۲۰۰) برس قبل مسیح یہ ترجمہ ہوا۔ بعض (۲۷۰) برس بعض (۲۸۵ یا ۲۸۶) برس اور بعض (۳۰۰) برس قبل مسیح اس کا ہونا بیان کرتے ہیں پھر اُن ستر یا بہتر علماء کے نام تک سے بھی کوئی واقف نہیں چہ جائیکہ اُن کے حالات، فضیلتِ علمی اور تقوے سے کوئی واقف ہو۔ مزید برآں جن صورتوں اور حالات میں اس ترجمہ کا کیا جانا ظاہر کیا جاتا ہے۔ اُس میں بھی بکثرت اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ (۷۲) علماء نے (۷۲) دن میں اس ترجمہ کو پورا کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ (۷۰) علماء کو علیحدہ علیحدہ بند کر دیا گیا۔ انہوں نے علیحدہ علیحدہ ترجمہ کیا۔ اور بعد میں جب مقابلہ کیا گیا تو لفظاً اور حرفاً سب باہم مطابق نکلے۔ بعض کہتے ہیں کہ (۷۲) عالموں سے دو دو کو (۳۶) مکانوں میں بند کر دیا گیا۔ ہر مکان میں پہلے دونوں عالم الگ الگ ترجمہ کرتے تھے۔ پھر آپس میں مقابلہ اور بحث کے بعد اپنے ترجموں میں تطبیق دے لیتے تھے۔ اس طرح (۳۶) ترجمے تیار ہوئے اور مقابلہ کیا گیا تو سب لفظاً اور حرفاً مطابق نکلے۔ بعض کا قول ہے کہ سارے علماء الگ ترجمہ کرتے تھے۔ پھر آپس میں بیٹھتے تھے اور ترجموں کا مقابلہ کرتے تھے اور بحث کر کے صحیح بات ٹھہراتے تھے اور اُسے ڈیمی ٹروس کاتب سے لکھوا لیتے تھے۔ بعض کا کہنا یہ ہے کہ یہ ترجمہ متفرق لوگوں نے متفرق طور پر مختلف اوقات میں کیا۔ ریورنڈ ہارن صاحب فرماتے ہیں کہ: "اس انبارِ کذب میں ایک سچ دبا ہوا ہے جو بہ آسانی تحقیق نہیں ہو سکتا۔ پس ہم کو جائز ہے کہ ان روایتوں میں سے ایک کی طرف بھی التفات نہ کریں۔" پھر اس ترجمہ کے متعلق ہارن صاحب نے صاف لکھ دیا ہے کہ "اُس نامہ کی سچائی پر بڑی گفتگو ہے۔ جعلی ہونے کی صورت میں بھی یہ جعل بہت پرانا ہے کیونکہ مؤرخ جوسیفس نے بھی اپنی تاریخ میں اُس کا ذکر کیا ہے۔ سترہویں اٹھارہویں صدی سے قبل اُس نامہ کی سچائی پر گفتگو نہ تھی۔ مگر سترہویں اٹھارویں صدی میں اُس کی سچائی پر بڑی گفتگو ہوئی اور ہمارے جمہور

علما کا اس کے جعلی ہونے پر اتفاق ہوگیا۔"

سریانی زبان میں بھی ایک ترجمہ جو پیشٹو (PESHTO) کے نام سے مشہور ہے نہایت قدیم سمجھا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کا ترجمہ ہے۔ بعض اسے جروم صاحب کا ترجمہ بتلاتے ہیں۔ بعض اسے زمانہ آسا سے متعلق کرتے ہیں جو کہ سامریوں کا پریسٹ تھا۔ بعض اسے تھدیس حواری کے زمانہ کا قرار دیتے ہیں۔ سریا کے گرجوں میں اس آخری روایت ہی کو تسلیم کیا گیا ہے۔ مگر زمانہ حال کے نکتہ چین حضرات اس کو قریبی زمانہ ہی کا قرار دیتے ہیں، بشپ والٹن اور کارپ روز صاحب اور سیوسٹڈن صاحب اور بشپ لوتھا اور ڈاکٹر کنی کاٹ اسے اوّل صدی عیسوی کا ترجمہ قرار دیتے ہیں۔ بایر صاحب اور چند دیگر جرمن علما اسے دوسری یا تیسری صدی کا کہتے ہیں اور ڈراسی صاحب اسے بہت قدیم بتلاتے ہیں مگر کوئی تاریخ نہیں مقرر کرتے۔ اس ترجمہ میں زبور کی ابتداء میں جو تمہید دی گئی ہے وہ نہایت واضح طور پر کسی عیسائی کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ یہ ترجمہ عبرانی سے سریانی میں ہوا۔ اور ترجمہ کا یہ انداز دیکھ کر جبین صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ایک شخص کا کیا ہوا نہیں ہے بلکہ متعدد اشخاص کا کیا ہوا ہے۔

جو ترجمے کہ نہایت قدیم معتبر اور مشہور شمار ہوتے ہیں ان کی یہ کیفیت ہے کہ نہ اُن کے زمانہ کا کچھ ٹھیک ہے نہ ترجمہ کرنے والوں کا صحیح حال کسی کو معلوم ہے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اور بیان کیا جاتا ہے۔ سب اٹکل سے کسی قول کی تائید میں کسی کے پاس کوئی ثبوت ہے نہ کسی بات پر یقین کرنے کے لئے کوئی دلیل تعین زمانہ میں جو اختلافات واقع ہوئے ہیں۔ وہ دس بیس سال نہیں بلکہ سینکڑوں برس کا تفاوت ظاہر کرتے ہیں مثلاً سریانی ترجمہ پیشٹو کے بارہ میں سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر دوسری اور تیسری صدی عیسوی تک کا تفاوت ظاہر ہو رہا ہے اور زبور کی عیسائی تمہید پر غور کیا جائے تو یہ تفاوت دو چار سو برس کا نہیں بلکہ تیرہ سو برس کا ہو جاتا ہے باوجود اس کے سیٹو اجنٹ یعنی یونانی ترجمہ

Marfat.com

نسخہ سبعینیہ نے وہ مقبولیت حاصل کی کہ عبادت خانوں میں بجائے عبرانی توریت کے اسی کی تلاوت ہونے لگی اور صدیوں تک ہوتی رہی۔ دوسری زبانوں میں ترجمے اصل عبری سے نہیں بلکہ اسی یونانی نسخے سے ہونے لگے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائیوں نے ترجمہ سبعینیہ سے پیشنگوئیاں نکال نکال کر یہودیوں پر رسالت مسیح ثابت کرنی شروع کی تو یہود چیخ اُٹھے اور کہنے لگے کہ یہ ترجمہ معتبر نہیں۔ چنانچہ اس کے بعد چند یہودیوں نے ایک ترجمہ کرنے پر کمر باندھی۔

ان چند یہودیوں میں کے پہلے شخص کا نام اقویلہ تھا۔ یہ یہودی تھا۔ عیسائی بن گیا تھا۔ بعد میں عیسائیت سے منحرف ہوکر پھر یہودی ہوگیا۔ اس نے نسخہ سبعینیہ پر یہ اعتراض کیا کہ یہ ترجمہ لفظی نہیں چنانچہ ۱۲۹ء میں اپنی طرف سے ایک "لفظی ترجمہ" بھی پیش کردیا۔ اس کے بعد دوسرے یہودی تھیودوشن نے اقویلہ کے ترجمہ کو یہ کہہ کر رد کردیا۔ کہ یہ فقط لفظی ترجمہ ہے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ بامحاورہ ترجمہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ۱۷۵ء میں اس نے بامحاورہ ترجمہ کیا۔ یہ شخص دراصل ملحد تھا۔ یہودی بن گیا تھا۔ پھر تیسرا شخص میدان میں آیا جس کا نام سمکوس تھا اور اس نے تھیودوشن سے بھی زیادہ آزادی کے ساتھ ایک "بامحاورہ ترجمہ" کرکے ۲۰۰ء میں پیش کردیا۔ یہ شخص پہلے سامری تھا۔ پھر یہودی ہوگیا تھا۔ بقول مسٹر چارلس برڈ ارمین کے اس شخص نے اپنے ترجمہ میں یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کی دریردہ اہانت کی ہے۔

اب نسخہ سبعینیہ یہودی عبادت گاہوں سے نکالا گیا اور اس کی جگہ ان تینوں جدید ترجموں نے لے لی۔ آگے چل کر ان ترجموں کی نقلوں میں بھی اختلاف ہونے لگا۔ اور مختلف ترجموں کی عبارتیں آپس میں خلط ملط ہوگئیں۔

اس حالت کو دیکھ کر اوریجن نے ۲۳۱ء میں ایک کتاب تیار کی جس کا نام ہیکسیپلا (HEXAPLA) رکھا۔ مسٹر چارلس برڈ ال میں لکھتے ہیں کہ "اس کتاب میں چھ خانے رکھے گئے

Marfat.com

پہلے خانہ میں عبری کو عبری حرفوں میں دوسرے خانہ میں عبری کو یونانی حرفوں میں۔ تیسرے خانہ میں ترجمہ اقوِلہ۔ چوتھے خانہ میں ترجمہ سمکوس پانچویں خانہ میں ترجمہ سیپٹواجنٹ اور چھٹے خانہ میں ترجمہ تھیودوشن کو درج کیا۔ اور جہاں سیپٹواجنٹ میں توضیح کے لئے کوئی لفظ دوسرے ترجموں سے کم بڑھایا گیا وہاں * ایسا نشان بنا دیا گیا۔ اور جو لفظ اصل عبری میں نہ تھا۔ وہاں ÷ نشان بنا دیا گیا اور دو نشان ایسے ‡ + بھی اُس نے اپنی کتاب میں بعض بعض مقامات پر بناتے تھے۔ مگر معلوم نہ ہو سکا کہ ان سے اس کا کیا مقصد تھا"۔ اس کتاب کے مرتب کرنے میں اُس کے (۲۸) سال صرف ہوئے۔ بعد میں دو یونانی ترجمے اسے اور دستیاب ہو گئے جنہیں شامل کر کے اُس نے اپنی کتاب کو آٹھ خانوں والی بنا کر اس کا نام آکیٹپلا (OCTAPLA) رکھ دیا۔

اس کے مؤلف اوریجن (origen) کے متعلق اردو تواریخ کلیسا مطبوعہ ۱۸۷۰ء کے صفحہ ۱۶۷ پر درج ہے کہ:۔ "اوریجن کے باب میں اختلاف ہے۔ ایک فریق تو اُسے علم دین میں بڑا عالم تصور کرتا ہے۔ اور دوسرا فریق اُسے اریس اور دیگر بڑے بڑے ملحدوں اور بدعت والوں کی اصل ٹھہرا کر لعنت دیتا ہے بہت باتوں میں وہ پُرخطا اور خطرناک ہادی ثابت ہوا"۔ یہ وہی اوریجن ہیں جن کی رائے کے بموجب مذہبی بحث میں عیسائیوں میں جھوٹی دلیلیں پیش کرنا ثواب ٹھہرایا گیا (دیکھو رومن تواریخ کلیسا صفحہ ۹۰) اور اسی ضمن میں وہ جعلی تصانیف بھی وجود میں آئیں جو بکثرت لکھی گئیں یہ وہی اوریجن ہیں جن کے نام سے بُت پرست بھی اپنی کتابیں مشہور کرتے تھے۔ (دیکھو نارتھ انڈیا ٹریکٹ سوسائٹی کی کتاب "طلوع آفتاب صداقت" مطبوعہ مرزا پور ۱۸۶۰ء صفحہ ۲۲۳)

اس تالیف میں اوریجن نے تین کام کئے۔ (۱) ترجمہ کیا۔ (۲) مختلف ترجموں کا مقابلہ کیا۔ (۳) تفسیر کی۔ یوروپین مصنفین بکثرت اس جانب گئے ہیں کہ تفسیر میں اس سے بہت غلطیاں ہوئیں اور وہ عبرانی زبان میں وقوف کامل نہ رکھتا تھا۔ مضامین توریت کی شرح اس نے اپنی ہی عجیب الخیالی

کے مطابق کی ہے۔ اس پر توہمات کا غلبہ تھا۔ اور اسی کے تحت میں وہ تفسیر کرتا تھا۔ بکثرت غلطیاں کھاتا تھا۔ اور بقول ریورنڈ ہارن کے جہاں غلطی کھاتا تھا۔ ایسی کھاتا تھا کہ کبھی کسی نے نہیں کھائی۔ ہارن صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ اوریجن کی کتاب کی بار بار نقلیں ہوئیں اور اس بے احتیاطی سے نقلیں ہوئیں کہ دو چار ہی برس میں جو امتیازی نشانات اوریجن نے اپنی اصلی تالیف میں لگائے تھے وہ جاتے رہے اور علامات اختلافات ترجمہ و تفسیر ترک کر دئے گئے۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اصل ترجمہ اور عبارات تفسیر میں امتیاز اٹھ گیا۔ اور اصل و زوائد کی شناخت ناممکن ہو گئی۔ آئندہ کے لئے بھی کوئی امید نہ رہی کہ ان ترجموں میں حق کو باطل سے جدا کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ صورت اب محال ہو گئی ہے۔

قسطنطین رومی کے عہد میں جب دین عیسوی شاہی مذہب قرار پایا تو پاپائے روم دماسوس نے ۳۸۲ء میں سینٹ جیروم (ST. JEROME) کو تورات و اناجیل کا رومی زبان میں ایک مستند ترجمہ مرتب کرنے کے لئے مقرر کیا چنانچہ ۳۹۶ء میں اس نے اپنا رومی ترجمہ پیش کیا جو ولگیٹ (VULGATE) کے نام سے مشہور ہوا۔ اس بیچارے نے اپنی طرف سے بہت کوشش کی کہ ترجمہ صحیح اور قابل اعتماد ہو مگر وہ کیا کرتا اور کیا کر سکتا تھا۔ کتب مقدسہ کے اصلی اور صحیح نسخے مفقود تھے۔ مروجہ نسخے غلطیوں سے پُر تھے۔ اور بقول ہارن صاحب کے اس زمانہ میں ناممکن ہو گیا تھا کہ صحیح اور الحاقی عبارات میں امتیاز ہو سکے۔ ابتداءً کلیساؤں نے اس ترجمہ کو معتبر نہ سمجھا مگر بعد میں کلیسائے روم نے اسے قبول کر لیا اور کونسل آف ٹرینٹ (COUNCIL of TRENT) نے اسے "مستند" قرار دیدیا۔

تواریخ کلیسا مطبوعہ جنیپٹ مشن پریس کلکتہ ۱۸۴۹ء کے صفحہ ۱۱۴ پر لکھا ہے کہ:- "جروم کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ اس نے کتاب مقدس کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ ۴۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک مغربی کلیساؤں میں کوستان خاص کر اسی ترجمہ سے کتاب مقدس کا مطلب سمجھتے تھے۔ کیونکہ اُن ملکوں میں لوگ یونانی اور عبرانی نہیں جانتے تھے۔" کتاب سوال و جواب مترجمہ پادری پولس سنگھ اور پادری والش صاحب

مطبوعہ الہ آباد مشن پریس ۱۸۶۴ء کے صفحہ ۳ پر سوال ۸ کے جواب میں لکھا ہے کہ :- "ایک بزرگ قسیس جروم نامی نے سنہ عیسوی چار سو کے قریب یہ ترجمہ (یعنی لاطینی ترجمہ ولگیٹ) کیا۔ یہ ترجمہ بہت جلدی میں کیا گیا۔ اور بہت سی تبدیلیوں کے باعث سے بگڑ گیا" پادری ٹامسن صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اگرچہ جروم کے ترجمہ کی متعدد بار اور مختلف اوقات میں نظر ثانی ہوئی لیکن اس کا ترجمہ ناقص ہی رہا۔

عہد عتیق کا ایک ترجمہ جرمنی زبان میں بھی ایک یہودی عالم جی کتھل ابن اسحاق ابٹر انے کیا جو ۱۶۷۹ء میں امسٹرڈیم میں طبع ہوا۔ مگر کارتھولٹ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا ترجمہ کرنے والا لاخدا کو بُرا کہنے والا اور فریبی تھا جس نے مسیح کے متعلق چند پیشینگوئیوں کو چھپا دیا۔

علاوہ بریں شامی قبطی حبشی اور آرامی زبانوں میں بھی عہد عتیق کے ترجمے ہوئے مگر جو شہرت کہ مندرجہ بالا ترجموں کو حاصل ہوئی وہ ان کے حصہ میں نہ آئی۔

بائبل کا آخری انگریزی ترجمہ جو آج کل مروّج ہے بادشاہ جیمس کی بائبل (KING JAME'S BIBLE) کہلاتا ہے۔ یہ بادشاہ ۱۶۰۳ء میں انگلستان کے تخت پر بیٹھا۔ ۱۶۰۴ء میں ہیمپٹن کورٹ کانفرنس (HAMPTON COURT CONFERENCE) منعقد ہوئی جس میں ہر مذہبی گروہ اور فرقہ کے نمائندے شریک ہوئے۔ اور خود بادشاہ صدر رہا۔ علاوہ مذہبی اختلافات کے دیگر مسائل کے جو اس کانفرنس میں پیش ہوئے اُس زمانہ کی مروجہ بائبلوں پر بھی بکثرت شدید اعتراضات پیش کئے گئے۔ بادشاہ جیمس نے حکم دیا کہ ایک نیا ترجمہ تیار کیا جائے چنانچہ نیا ترجمہ تیار کیا گیا۔ اور اسی بادشاہ کے نام سے منسوب ہوا۔ یہی انگریزی ترجمہ آج کل انگریزی بولنے والی اقوام میں رائج ہے۔ مگر کچھ عرصہ سے اس مشہور ترجمہ پر بھی نہایت شدومد سے اعتراضات ہو رہے ہیں اور یہ الزام لگایا جا رہا ہے کہ اصل سے مطابق ہونے اور خوبی عبارت میں یہ ترجمہ ناقص ہے اور مشکوک ہے اور غلط ہے یہاں تک کہ بڑے بڑے اور اہم امور میں بھی یہ صحیح نہیں۔

Marfat.com

اس ترجمہ کے سب سے بڑے دشمن ڈاکٹر گڈس اور جان ہیلبی اور سرجیس بلینڈ ہیں۔ انہوں نے اپنی طول وطویل تحریروں میں ترجمہ پر سخت اعتراضات کئے ہیں، اس میں غلطیاں نکالی ہیں اور ایک نئے ترجمہ کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ جان ہیلبی صاحب نے تو اپنی تحریر میں جسے انہوں نے ۱۸۱۸ء میں شائع کیا اس بات کا صاف اقرار کیا ہے کہ ۱۲۵۰ء سے اصل عبرانی متن سے کوئی ترجمہ نہیں ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ چوتھی صدی میں سینٹ جروم نے یونانی ترجمہ سے اپنا رومی ترجمہ کیا۔ اور ان کے رومی ترجمہ سے رومی ولگٹ مرتب ہوا اور رومی ولگٹ سے یورپ کی تمام بقیہ زبانوں میں ترجمے ہوئے اس تقریر سے وہ بائیبل کے ترجموں کی غلطیوں کی ہمیشگی ثابت کرتے ہیں۔

ہر چند سال کے بعد پادریوں کی کمیٹیاں ہوتی ہیں۔ کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں۔ اور جمیس بائیبل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جاتی ہے۔ چنانچہ اس بائیبل پر نظر ثانی بھی ہوئی اور ریوائیزڈ ورشن (REVISED VERSION) عہد جدید کا ۱۸۸۱ء میں اور عہد قدیم کا ۱۸۸۵ء میں طبع بھی ہوا مگر اصلی جمیس بائیبل کے عام اقتدار میں ابھی تک کمی نہیں واقع ہوئی۔ اور وہ لوگوں کی نگاہ میں اپنی جگہ پر برقرار ہے۔ بات در اصل یہ ہے۔ کہ جہاں اصل ہی کا وجود مفقود ہو گیا ہو وہاں ترجموں کی صحت کا اہتمام کیونکر ممکن ہے۔

مسلمانوں کے لئے سبق | ان عبرتناک واقعات میں مسلمانوں کے لئے ایک سبق ہے لوگوں کا اپنی کتب سماوی کی اصلی زبان سے بے تعلق اور اجنبی رہنا اور محض ترجموں میں الجھے رہنا صحیح ہیئت کی برقراری کے لئے مہلک ہے۔ جہاں تک کتب سماوی کا تعلق ہے حفاظت مذہب دو چیزوں کی متقاضی ہے تحفظ الفاظ اصلی و تحفظ معنی۔ مسلمانوں میں تحفظ الفاظ اصلی کی اہم خدمت قرآن کے حافظوں کی جماعت انجام دے رہی ہے۔ اور تحفظ معنی کی مفید تر خدمت کے لئے ہر ملک میں جہاں مسلمان بستے ہوں اور ہر زمانہ میں قابل علماء کی ایک معتبر جماعت کی ضرورت ہے۔ جو اس زبان میں بھی

Marfat.com

کامل دستگاہ رکھتے ہوں جس میں قرآن نازل ہوا اور اس زبان پر بھی پوری قدرت رکھتے ہوں۔ جو اس ملک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

خدا ان مسلمان علماء کو اجرِ عظیم عطا فرمائے جنہوں نے ہمیشہ اس امر پر زور دیا کہ قرآن شریف کا ترجمہ لازمی طور پر عربی متن کے ساتھ شائع کیا جائے۔ کتب مقدسہ کے ترجموں کو متن سے معرّا کر کے چھاپنا نہایت مخدوش نتائج کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ ترجمہ کبھی اصل کی برابری نہیں کرسکتا بالخصوص کتب منزل من اللہ کا ایسا ترجمہ جس میں اصلی زبان کی خوبی پیدا ہو محال ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا کی رو سے عربی کو قرآن کے ساتھ نہایت قوی اور مستقل تعلق ہے۔ دراصل قرآن وہی ہے جو عربی زبان میں نازل ہوا کسی اور زبان میں اس کے مطالب و معانی کا بیان قرآن نہیں۔ بلکہ قرآن کا ترجمہ یا قرآن کی تفسیر ہے۔ نہایت متبرک اور قابلِ قدر ہیں وہ لوگ جو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، قرآن کو حفظ کرتے ہیں، قرآن کے دَور کرتے رہتے ہیں، قرآن کے تحفظ الفاظ میں کوشاں رہتے ہیں اور اس میں ایک زبر ایک زیر ایک شوشہ تک کا تغیر نہیں ہونے دیتے۔ نہایت برکت والے ہیں وہ لوگ اگرچہ وہ یا ان میں سے بعض قرآن کے معنی پر عبور نہ رکھتے ہوں معنے کے نہ سمجھنے سے وہ صرف اپنی ذات کو برکات معانی سے محروم رکھتے ہیں مگر امت محمدیہ کی ایک بہت بڑی خدمت ضرور انجام دیتے ہیں اور بقدر اس خدمت کے ثواب کے یقینی مستحق ہیں معانی کی اہمیت سے انکار نہیں بلکہ جن الفاظ پر ان معانی کا دار و مدار ہے ان کے تحفظ کی اہمیت سے یہاں بحث ہے مزید برآں ایک بات اور بھی ہے جس کے سُننے کا ہر شخص اہل نہیں کیونکہ پیام محبوب کی صورت ملفوظی میں از خود رفتگی پیدا کرنے والی جو خوش ادائیاں ہوتی ہیں۔ ان سے افسوس ہے کہ وہ قلوب آشنا نہیں ہوسکتے جنہیں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ کی بزم الفت تک ابھی رسائی نہیں۔

Marfat.com

تورات پر ایک اجمالی نظر

توریت اور دیگر کتب عہد عتیق کی ہیئت مجموعی پر مضامین ماقبل میں کافی حد تک اجمالی نظر ڈالی جا چکی ہے، اعدار کے ہاتھوں سات مرتبہ ان کی پوری بربادی اور احباب کے ہاتھوں ان میں تحریفات و تغیرات و تبدلات کے قصے آپ سن چکے ہیں اب ان کتابوں پر فرداً فرداً تفصیلی نظر ڈالنا باقی ہے مگر اس کے لئے ضخیم مجلدات کی ضرورت ہے۔ اس لئے سر دست یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مشتے نمونہ از خروارے صرف چند کتابوں کے مضامین پر کسی قدر تفصیلی نگاہ ڈال کر یہ بتلا دیا جائے کہ ان کتابوں کی اندرونی شہادت ہمیں کس نتیجے کے نکالنے پر مجبور کرتی ہے۔

جن کا یہ دعوٰے ہے کہ موجودہ مروجہ توریت موسیٰ علیہ السلام کی الہامی تصنیف ہے ان کے دعویٰ کی تائید اس توریت سے نہیں ہوتی کیونکہ ان کتابوں میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف کوئی متکلم کی ضمیر نہیں پائی جاتی۔ بلکہ غائب کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔ مثلاً خروج باب ۳ میں درج ہے کہ:۔ "۱۔ اور موسیٰ اپنے سسر یترو کے جو مدین کا کاہن تھا نگہبانی کرتا تھا۔" "۳۔ تب موسیٰ نے کہا کہ میں اب نزدیک جاؤں اور اس بڑے منظر کو دیکھوں کہ یہ بوٹا کیوں نہیں جل جاتا۔" "۱۱۔ موسیٰ نے خدا کو کہا میں کون ہوں جو فرعون کے پاس جاؤں۔" "۱۴۔ خدا نے موسیٰ کو کہا کہ میں وہ ہوں جو میں ہوں۔" "۱۵۔ پھر خدا نے موسیٰ کو کہا کہ تو بنی اسرائیل سے یوں کہیو کہ ......"۔ اس قسم کی مثالیں توریت میں بکثرت موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عبارات کا لکھنے والا موسیٰ علیہ السلام سے غیر کوئی اور شخص ہے یہاں کسی کو یہ مغالطہ نہ ہو کہ تصنیف و تالیف میں اس زمانہ کا انداز بیان ہی یہ تھا۔ کیونکہ یہ خیال غلط ہے۔ بائیبل خود شہادت دیتی ہے کہ اس زمانہ میں بھی مصنف اپنی تصنیف

Marfat.com

ہیں اپنے لئے غائب کی ضمیر استعمال نہ کرتا تھا بلکہ متکلم کی ضمیر استعمال کرتا تھا چنانچہ دیکھو واعظ کی کتاب باب ا آیہ ۱۲ و ۱۳ "میں واعظ یروشلم میں بنی اسرائیل کا بادشاہ تھا۔ اور میں نے اپنا دل لگایا کہ جو کچھ آسمان کے نیچے کیا جاتا ہے اُس سب کی تفتیش و تحقیق کروں"۔ آیہ ۱۶ میں ہے کہ:۔ "میں نے یہ بات اپنے دل میں کہی"۔ اسی طرح زبور اور امثال سلیمان اور کتاب نحمیاہ اور یرمیاہ اور حزقی ایل اور ہزاروں دیگر مقامات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کتابوں میں اس زمانہ کا انداز بیان صاف بتلاتا تھا کہ مصنف اپنا حال بیان کر رہا ہے یا کسی غیر کا۔ مگر توریت میں موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہر جگہ غائب ہی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور عبارت کی کسی بات سے ثابت نہیں ہوتا کہ موسیٰ علیہ السلام موجودہ مروجہ توریت کے مصنف ہوں

علاوہ ازیں ان کتابوں میں بعض ایسے واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں جن کا وقوع مسلمہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا۔ اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتابیں حضرت موسیٰ کی تصنیف سے نہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

کتاب پیدائش باب ۱۳ آیہ ۱۸ میں لکھا ہے کہ:۔ "اور ابرہام نے اپنا ڈیرہ اُٹھایا اور ممرے کے بلوطوں میں جو جبرون (HEBRON) میں ہے جا رہا"۔ اسی کتاب کے باب ۳۵ آیہ ۲۷ اور باب ۳۷ آیہ ۱۴ میں بھی جبرون کا نام آیا ہے جو ایک گاؤں کا نام ہے مگر یہ نام اس گاؤں کا اس وقت رکھا گیا جبکہ بنی اسرائیل نے فلسطین کو فتح کیا۔ اس سے قبل اس کا نام قریہ اربع تھا۔ (دیکھو کتاب یوشع باب ۱۴ آیہ ۱۵) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ "توریت" فتح فلسطین کے بعد لکھی گئی۔ اور فتح فلسطین موسیٰ علیہ السلام کے بعد واقع ہوئی۔

پیدائش باب ۳۵ آیہ ۲۱ میں ہے کہ:۔ "پھر بنی اسرائیل نے کوچ کیا اور اپنا خیمہ مجدال عدر کے اس طرف استادہ کیا"۔ عدر (   ) اُس مینارہ کا نام ہے جو یروشلم کے دروازہ پر تھا۔ اور یروشلم کی تعمیر موسیٰ علیہ السلام کے سینکڑوں برس بعد وجود میں آئی۔ تو گویا اس "توریت" کا

لکھنے والا وہ شخص تھا جو موسیٰ علیہ السلام سے سینکڑوں برس بعد پیدا ہوا۔

پیدائش باب ۳۶ آیہ ۳۱ میں ہے کہ: "اور بادشاہ جو ملک ادوم پر مسلط ہوئے پیشتر اس سے کہ بنی اسرائیل کا کوئی بادشاہ ہو یہی ہیں"۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب پیدائش بنی اسرائیل میں چند بادشاہ ہو چکنے کے بعد لکھی گئی اور اول صموائیل باب ۸ و نیز بائیبل کے چند دیگر مقامات کے مطالعہ سے واضح ہو جائیگا کہ یہ بات موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے بعد کی ہے۔

خروج باب ۱۶ آیہ ۳۱ میں ہے کہ: "اور بنی اسرائیل چالیس برس تک جبتک کہ وے بستی میں آئے من کھاتے رہے جبتک کہ وے زمین کنعان کی نواحی میں آئے من کھاتے رہے اور ایک اومر ایفہ کا دسواں حصہ ہے"۔ اس سے ظاہر ہے کہ کتاب خروج اس وقت لکھی گئی جبکہ بنی اسرائیل کنعان میں پہنچ چکے تھے۔ اور من کا کھانا موقوف ہو چکا تھا اور ایفہ کا وزن رائج ہو چکا تھا اور مطابق کتاب یشوع باب ۵ آیہ ۱۱ و ۱۲ کے یہ باتیں موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں واقع نہیں ہوئیں۔

گنتی باب ۲۱ آیہ ۳ میں ہے کہ: "خداوند نے اسرائیل کی آواز سنی اور کنعانیوں کو گرفتار کر دیا۔ اور انہوں نے انہیں اور ان کی بستیوں کو حرم کر دیا۔ اور اس نے اس مقام کا نام حرمہ رکھا"۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس وقت تصنیف ہوئی جب کنعانی قتل ہو چکے تھے۔ اور ان بستیوں کا نام حرمہ ہو لیا تھا۔ اور قاضیوں کے باب اول آیہ ۱۷ کی رو سے یہ واقعات موسیٰ علیہ السلام سے بہت بعد کے ہیں۔

گنتی باب ۲۱ آیہ ۱۴ میں ہے کہ: "اس سبب خداوند کے جنگنامہ میں لکھا ہے کہ خداوند آندھی میں وہیب پر قابض ہوا اور ارنون کی نہروں پر"۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مصنف موسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ اس کا لکھنے والا کوئی اور شخص ہے جس نے بعض حالات کو جنگنامہ خداوند سے نقل کیا اور یہ کتاب بقول طامس اسکاٹ مفسر کے کسی اسرائیلی یا بت پرست نے خداوند کے نام

سے تصنیف کی، اور فتحین صیحون کے حالات کو اس میں درج کیا۔ ان فتحین کا وقوع موسیٰ علیہ السلام سے بعد ہوا۔ اور یہ جنگ نامہ بھی حضرت موسیٰ کے بعد کی تصنیف ہے اول تو یہی بات تعجب کی ہے کہ ایک بت پرست نے خداوند کے نام سے اس جنگنامہ کو تصنیف کیا۔ اور دوسری اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس جنگ نامہ سے مضامین علانیہ طور پر "توریت" میں نقل کئے جاتے ہیں اور اس توریت کو موسیٰ علیہ السلام کی الہامی تصنیف قرار دیا جاتا ہے۔

گنتی باب ۳۲ آیہ ۴۱ میں ہے کہ: "اور منسی کا بیٹا یائیر نکلا اور اس نے اس نواحی کی بستیوں کو لے لیا۔ اور ان کا نام یائیر بستی رکھا۔" ونیز استثناء باب ۳ آیہ (۱۴) میں ہے کہ: "منسی کے بیٹے یائیر نے ارجوب کی ساری مملکت کو جسوریوں اور معکاتیوں کی نواحی تک لے لیا۔ اور اس نے اپنے پران کا نام یائیر کی بستیاں رکھا اور وہی نام آج تک ہے۔" اول تو یائیر کا منسی کا بیٹا ہونا ہی غلط ہے کیونکہ یائیر منسی کا نہیں بلکہ شجوب کا بیٹا ہے (دیکھو اول تواریخ باب ۲ آیہ ۲۲) شجوب اولاد یہوداہ میں سے تھا اور منسی اولاد یوسف سے۔ دوم یہ واقعہ یعنی یائیر کا ان بستیوں کو لے لینا موسیٰ علیہ السلام سے بہت مدت بعد کا واقعہ ہے۔ علاوہ ازیں یہ فقرہ کہ "وہی نام آج تک ہے۔" دلالت کرتا ہے کہ "توریت" کا مصنف یائیر کے بھی بہت بعد ہوا۔ ہنیری اسکاٹ صاحب اپنی تفسیر میں اس جملہ آخری کا الحاقی ہونا تسلیم کرتے ہیں۔

کتاب استثناء اگر موسیٰ علیہ السلام ہی کی تصنیف ہے جسے آپ نے اپنی دنیا کی اسی زندگی میں تصنیف فرمایا تو اس کتاب کا باب ۳۴ بھی عجیب و غریب باب ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کے انتقال اور آپ کی قبر اور آپ کے دفن ہونے اور آپ کی عمر کے ایک سو بیس (۱۲۰) برس ہونے اور آپ کے انتقال کے بعد آپ کے غم میں بنی اسرائیل کے تیس دن تک روتے رہنے کا حال درج ہے۔ اور اس باب کی آیہ ۱۰ میں یہ بھی لکھا ہے: "اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند کوئی نبی نہیں اٹھا جس سے خداوند آمنے سامنے آشنائی کرتا۔" اس آیۃ میں لفظ "اب تک" دو واقع ہوا ہے اس سے اب کوئی زمانہ سمجھا جائے اس

باب نے عیسائی مفسرین کو بھی چکر میں ڈال دیا۔ چنانچہ تفسیر ہنری اسکاٹ میں ہے کہ: "کلام موسیٰ باب گذشتہ پر ختم ہوا۔ اور یہ باب (یعنی باب ۳۴) کسی کا ملایا ہوا ہے وہ شخص یشوع ہو یا سموئیل یا عزرا یا اُن کے بعد کوئی پیغمبر ٹھیک دریافت نہیں ہوتا۔ اس باب کی پچھلی آیات شاید بابل کی رہائی کے بعد عزرا کے عہد میں لکھی گئی ہوں گی" جارج ڈوالی اور رچرڈ منٹ اور پادری یونس سنگھ اور پادری والش بھی اس موقع پر تقریباً اسی قسم کے الفاظ لکھتے ہیں۔ پادری فانڈر صاحب "اختتام دینی مباحثہ" کے صفحہ ۳۶ پر لکھتے ہیں کہ: "موسیٰ کی پانچویں کتاب کی آخری فصل (یعنی استثنا کا باب ۳۴ جس میں موسیٰ کے وفات کی خبر ہے کسی اور نبی سے اُس کتاب میں الحاق ہوئی ہے" سبحان اللہ! کیا حسن ظن ہے الحاق کرنے والے کے نام کا تو ابھی تک صحیح پتہ چلا نہیں صرف اٹکلیں ہی دوڑائی جا رہی ہیں مگر اس کے نبی ہونے کا یقین ہو گیا۔

یہ جو بعض اہل کتاب کا خیال ہے کہ عزرا نے گمشدہ توریت کو دوبارہ لکھ دیا اور اپنے اس خیال کی تائید میں کتاب عزرا کے باب (۹) اور (۱۰) اور کتاب نحمیاہ کے باب (۸) کو پیش کرتے ہیں یہ خیال اُن کا درست نہیں کیونکہ ان ابواب سے بس اسی قدر پایا جاتا ہے کہ عزرا نے بنی اسرائیل کی حرکتوں پر افسوس کیا اور عید وغیرہ سے متعلق اور طہارت و عبادت کی بابت جو احکام شریعت موسوی میں آئے تھے۔ اور جنہیں بنی اسرائیل اسیری بابل کے زمانہ میں بھول چکے تھے اُن ہی سے جو کچھ عزرا کو معلوم تھا وہ اُنہوں نے بنی اسرائیل کو سکھا دیا کیونکہ کتاب عزرا باب ۷۔ آیہ ۱۰ کے مطابق عزرا موسیٰ کی شریعت میں فقیہہ کامل تھا۔ کسی اور مقام اور کسی اور بات سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ موجودہ توریت عزرا یا کسی اور نبی کی لکھی ہوئی ہو مضمون نمبرا میں صراحت کر دی گئی ہے کہ مروجہ توریت ان پانچ کتابوں پر مشتمل ہے:-

(۱) پیدائش (۲) خروج (۳) احبار (۴) گنتی (۵) استثناء۔ انہیں اہل کتاب خمیس موسیٰ کے نام سے نامزد کرتے ہیں مگر حقیقتاً یہ کتابیں کسی ایک شخص کی لکھی ہوئی نہیں بلکہ ان کا ماخذ مختلف تحریرات ہیں اور اُن میں اگر غور کیا جائے تو باہمی تخالف اور تباین صاف نظر آتا ہے مثلاً کتاب پیدائش باب ۲۲ آیہ ۲:

میں ہے۔ کہ ابراہیم نے اس مقام کا نام جہاں اپنے بیٹے اسحٰق کی قربانی کرنا چاہی تھی "یہواہ یری" رکھا لیکن خروج باب ۶ آیہ ۲ میں خدا فرماتا ہے کہ ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب مجھے "خدائے قادر مطلق" کے نام سے جانتے تھے اور "یہواہ" کے نام سے واقف نہ تھے۔ استثنا باب ۵ آیہ ۲۲ میں ہے کہ خداوند نے دو لوحوں پر احکام لکھدیئے اور اس سے زائد نہ فرمایا۔ لیکن خروج باب ۲۰ آیہ ۱۷ سے پتہ چلتا ہے کہ اور بھی احکام بڑھائے گئے۔ پیدائش باب ۶ آیہ ۶ میں ہے کہ خدا انسان کو پیدا کرکے پچھتایا۔ مگر گنتی باب ۲۳ آیہ ۱۹ میں ہے کہ خدا آدم زاد نہیں جو پچھتاوے۔ استثناء باب ۵ آیہ ۹ میں خداوند کا یہ قول درج کیا گیا ہے کہ میں باپ دادوں کی بدکاری کا بدلہ ان کی اولاد سے تیسری اور چوتھی پشت تک لیتا ہوں مگر اسی کتاب کے باب ۲۴ آیہ ۱۶ میں ہے کہ اولاد کے بدلے باپ دادے نہ مارے جائیں نہ باپ دادوں کے بدلے اولاد قتل کی جاوے پیدائش باب اوّل کی رو سے پہلے جانور پیدا ہوئے اور تب میں انسان۔ مگر اسی کتاب کے دوسرے باب کی رو سے پہلے انسان کی پیدائش ہے پھر حیوان کی۔ اس قسم کے اختلافات "خمیس موسیٰ" میں بکثرت پائے جاتے ہیں اور اس بنا پر زمانہ حال کے محققین یورپ بھی ان کتابوں کے مختلف ماخذ ہونے کو تسلیم کرتے ہیں)

کتاب عزرا گو بعض علماء موجودہ توریت کو عزرا کی جمع کردہ کتاب تصور کرتے ہیں مگر تماشہ کی بات تو یہ ہے کہ خود عزرا کی کتاب جو بائیبل میں شامل ہے عزرا کی لکھی ہوئی نہیں ہے بلکہ مفتاح الکتاب (لندن ٹریکٹ سوسائٹی) کے صفحات ۱۳۲ و ۱۳۳ کی رو سے پہلی اور دوسری تواریخ اور عزرا اور نحمیاہ اور آستیر اور ملاکی نبیا سائمون الصادق کی لکھی ہوئی ہیں اور ان چھ کتابوں کی تصنیف کا وقت دو سو بانوے (۲۹۲) برس قبل مسیح بیان کیا جاتا ہے۔ یعنی عزرا سے قریب ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال بعد کتاب عزرا کو شمعون نے لکھا۔ اس کتاب پر تنقیدی نظر ڈالنے سے بھی پورا یقین ہوجاتا ہے کہ یہ حضرت عزرا کی تصنیف کسی صورت سے نہیں ہوسکتی۔ بلکہ ان کے حالات میں شمعون نے چند سنی سنائی باتیں لکھدیں۔ یہی حال ملاکی نحمیاہ اور آستر کی کتابوں کا بھی ہے۔

کتاب یشوع کچھ پتہ نہیں چلتا کہ حضرت یشوع کی کتاب کس کی تصنیف ہے ڈاکٹر لائٹ فٹ کے نزدیک فنحاس کی اور کالون کے نزدیک الغاذر کی اور ہنری کے نزدیک یرمیاہ کی اور روانٹس کے نزدیک سموئیل کی یہ تصنیف ہے۔ پادری یونس سنگھ اور پادری واتش اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر گمان کرتے ہیں کہ پچھلی پانچ آیتوں کے سوا باقی کل کتاب یوشع نے لکھی۔ لیکن یہ صرف گمان ہے یقین نہیں۔ مضامین کتاب پر تنقیدی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف یا تو مصنف کتاب پیدائش کا ہمعصر ہے یا داؤد علیہ السلام کے زمانہ کے بعد یعنی حضرت یشوع کے سینکڑوں برس بعد پیدا ہوا۔

قاضیوں کی کتاب اس کتاب کے مصنف کا بھی صحیح حال معلوم نہیں۔ بعض لوگ سموئیل کو قاضیوں کی کتاب اور روت کی کتاب کا مصنف خیال کرتے ہیں مگر یہ محض اٹکل ہے نہ کہ امر یقینی۔

کتاب ایوب اس کتاب کے متعلق عیسائی علماء نے جو کچھ تحریر کیا ہے اسے دیکھ کر اس نتیجہ پر آنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ نہ صرف اس کتاب بلکہ ایوب علیہ السلام کے صحیح حالات تک سے باخبر نہیں۔ بعض الیہو کو بعض موسیٰ کو اور بعض ایوب کو اس کا مصنف خیال کرتے ہیں مگر اسی کتاب کے باب ۳۲ آیہ ۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ الیہو حضرت ایوب سے تقریر کرنے والوں میں تھا نہ کہ مصنف کتاب۔ موسیٰ علیہ السلام بھی اس کتاب کے مصنف نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ عیسائی مصنفین ہی کی تحقیقات کی رو سے ایوب علیہ السلام کا زمانہ موسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے گذرا۔ مفتاح الکتاب کے صفحہ ۹۱ پر لکھا ہے کہ اکثر مفسرین نے ایوب علیہ السلام کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے قبل ٹھہرایا ہے اور لکھا ہے کہ ایوب اس زمانہ کا نور تھا جو نوح اور ابراہیم کے درمیان گذرا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۵ پر یہ بھی درج ہے کہ کتاب ایوب (۲۱۸۰) یا (۲۱۳۰) برس قبل مسیح تصنیف ہوئی ایسی صورت میں موسیٰ علیہ السلام اس کتاب کے مصنف نہیں ہو سکتے۔ ٹامس اسکاٹ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایوب علیہ السلام کی اس کتاب کو عربی زبان سے عبرانی زبان میں ترجمہ کیا لیکن اس کا کوئی معقول ثبوت پیش نہیں کرتے۔ اگر بفرض محال اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی یہی کہنا پڑیگا کہ اصل عربی

Marfat.com

نسخہ مفقود ہے اور صرف ترجمہ موجود ہے جس کی صحت کی بابت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ جس میں غلطیوں کا احتمال قوی ہے کتاب کے مضامین پر اگر غور کیا جائے تو حضرت ایوب کی تصنیف بھی اسے نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اس میں ایوب علیہ السلام کا نام ہر جگہ بصیغہ غائب آیا ہے ٹامس اسکاٹ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں میں ایوب علیہ السلام کے متعلق بھی اختلاف ہے بعض انہیں نسل اباؤ سے بتلاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور ان کی تیسری بی بی قطورہ سے ہیں۔ اور بعض کا قول ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ناحور کی اولاد سے ہیں۔ غرضیکہ نہ صرف کتاب ایوب بلکہ ایوب علیہ السلام کا حال بھی اہل کتاب کو تحقیقی طور پر معلوم نہیں۔ علاوہ اس کے اگر ان اقوال میں سے ایک بھی قول صحیح نکلا تو لازم آئے گا کہ حضرت ایوب بنی اسرائیل میں سے نہ تھے اور ثابت ہو جائیگا کہ نبوت خاندان بنی اسرائیل میں محدود نہیں۔

زبور | مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق زبور وہ صحیفہ سماوی ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے داؤد علیہ السلام پر نازل ہوا لیکن جو زبور کہ موجودہ مجموعہ کتب عہد عتیق میں شامل ہے وہ ایک مرتبان ہے چوں چوں کے مربے کا جس میں متعدد و مختلف مصنفین کی قابلیت کی چاشنیاں مجتمع ہیں تمہیدی باب کسی عیسائی کا لکھا ہوا ہے۔ اور بقول پادری جوسف اوڈین کے ایک زبور کے مصنف موسیٰ علیہ السلام ہیں، جو کہ داؤد علیہ السلام سے قریب پانچ سو برس پہلے مبعوث ہوئے تھے، بہتر (۷۲) زبوروں کے مصنف داؤد علیہ السلام، دو زبوروں کے مصنف سلیمان علیہ السلام، بارہ زبوروں کے مصنف آصف ایک زبور کے مصنف ایتان، گیارہ زبوروں کے مصنف بنی قرح اور اکیاون (۵۱) زبوروں کے مصنف نامعلوم ہیں یہ سب مل کر ایک سو پچاس (۱۵۰) زبوریں ہوئیں جو کہ موجودہ مجموعہ میں درج ہیں بلحاظ مصنفین کے ان زبوروں کی ترتیب بھی بے ڈھنگی اور بے اصول واقع ہوئی ہے۔

سموائیل | سموائیل کی دونوں کتابوں کے مصنف کا حال بھی معلوم نہیں مفتاح الکتاب کے صفحہ ۸۰ پر

ہے کہ ان دونوں کتابوں کا نام سموئیل اس لئے رکھا گیا کہ اُس مشہور نبی نے پہلی کتاب کے اکثر باب تصنیف کئے چنانچہ ربیون کی روایت سے معلوم ہوا کہ پہلی کتاب کے چوبیس باب جن میں سموائیل کی پیدائش اور اعمال و احوال کا بیان ہے خود اُسی نبی کے لکھے ہوئے ہیں اور اس کتاب کے باقی باب اور دوسری کتاب بالکل جاد اور ناتن نبیوں نے لکھی چنانچہ اول سموئیل باب ۲۵ آیہ ا میں حضرت سموئیل کی وفات کا ذکر ہے اب کون کہہ سکتا ہے کہ اول کتاب سموئیل از باب ۲۵ تا آخر کتاب اور پوری کتاب دوم سموئیل کو حضرت سموئیل نے اپنی وفات کے بعد تصنیف کیا ان دونوں کتابوں پر تنقیدی نظر ڈالنے سے بکثرت ایسے واقعات ان میں ملتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کتابوں کے مصنف نہ حضرت سموئیل ہیں نہ حضرت جاد نہ حضرت ناتن۔

سلاطین سلاطین کی دونوں کتابوں کے متعلق بھی اسی قسم کی بحث ہے عیسائی مفسرین میں ان کے مصنفوں کے متعلق اختلاف ہے اور کتابوں کے مضامین ان مفسرین کے بیان کی تائید نہیں کرتے۔

واعظ کتاب واعظ عام طور پر سلیمٰن علیہ السلام کی سمجھی جاتی ہے۔ مگر یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم رب قمچی اسے یسعیاہ کی تصنیف کہتا ہے بعض علماء اسے تصنیف خرقیاہ قرار دیتے ہیں علماء جرمنی کا خیال ہے کہ قید بابل کے بعد یہ تصنیف وجود میں آئی یعنی سلیمان علیہ السلام سے قریب چار سو برس بعد

امثال سلیمان اس کتاب کے باب ۲۵ آیہ ا میں ہے کہ:" یہ بھی سلیمان کے امثال ہیں جنہیں شاہ یہوداہ حزقیاہ کے رفیقوں نے نقل بند کیا"۔ یعنی سلیمان علیہ السلام کے تین سو برس بعد۔ اور آیت مندرجہ بالا بھی حزقیاہ کے رفیقوں کے بعد کی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں ان کا ذکر بصیغہ غائب آیا ہے۔ اسی کو الحاق کہتے ہیں امثال کے آخری دو باب اجور اور لموئیل کے تصنیف کئے ہوئے ہیں اور ان دونوں اشخاص کا حال اہل کتاب کو بھی صحیح طور پر معلوم نہیں صرف اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ ہولڈن کا خیال ہے کہ لموئیل سلیمان علیہ السلام کا نام ہے۔ ہینری واسکاٹ اپنی تفسیر میں اس خیال کی تردید کرتے ہیں۔

Marfat.com

سلاطین اول باب ۴ آیہ ۳۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمن علیہ السلام نے تین ہزار امثال بیان کیں لیکن یہ امثال سب کی سب موجودہ کتاب امثال میں درج نہیں اس سے پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ کتاب امثال میں چند ابواب بعد میں بڑھا دیئے گئے بلکہ اصل کتاب سے بہت کچھ ضائع بھی ہو چکا ہے یعنی دونوں طرح کی آفتیں اس کتاب پر نازل ہوئیں بڑھانے کی بھی اور گھٹانے کی بھی۔

اس سلسلہ میں ایک اور بات بھی قابل غور ہے کتاب واعظ اور کتاب امثال سلیمان علیہ السلام کے بڑھاپے کے زمانے کی تصنیف بیان کی جاتی ہیں اور بڑھاپے میں جو اُن کی کیفیت تھی وہ کتاب سلاطین اول باب ۱۱ میں بالتفصیل درج ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

سُلیمن بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں کو چاہتا تھا اور یہ عورتیں ان بُت پرست اقوام کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ نہ تم ان کے پاس جاؤ نہ وہ تمہارے پاس آویں ورنہ وہ یقیناً تمہارے دلوں کو اپنے باطل معبودوں یعنی بتوں کی طرف مائل کردینگی مگر سلیمان انہیں سے عاشق ہو کر لپٹا۔ اس کی سات سو بیگمات اور تین سو خواص تھیں جنہوں نے بڑھاپے میں اس کے دل کو خدا کی طرف سے برگشتہ کر کے بتوں کی طرف مائل کر دیا اس نے بیت المقدس کے مقابلے میں بُت خانہ بنوایا اور بتوں کو پوجنے لگا۔ اس لئے خداوند سلیمان پر غضب ناک ہوا۔

اب اگر اس تمام کذب بیانی اور بیہودہ گوئی کو مان لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک بت پرست جس پر خدا غضب ناک ہو الہام یافتہ ہو سکتا ہے؟ اور کیا اُس پر الہامی کتابیں اللہ کی طرف سے نازل ہو سکتی ہیں؟ اگر یہ کتابیں یا ان میں سے ایک بھی الہامی نہیں تو طمطاؤس باب ۳ کی آیہ ۱۶ غلط ٹھیریگی جس میں اطمینان دلایا گیا ہے کہ عہد عتیق کی ہر کتاب الہام سے ہے اور لوگوں کی تعلیم و تربیت و اصلاح کے لئے آئی ہے۔

غزل الغزلات اب کتاب غزل الغزلات کا بھی حال سُن لیجیئے ٹامس اسکاٹ اپنی تفسیر میں اس کتاب

کے متعلق پہلے یہ لکھتے ہیں کہ :-

"تحقیق طور پر معلوم ہوا کہ اس کتاب کے مصنف سلیمان ہیں جیسے امثال اور واعظ کے اور ہمیشہ اسے ایسا سمجھنا چاہئے جیسے پاک کتاب۔ پس جس طرح اور الہامی کتابوں کو پڑھتے ہیں اسی طرح (یعنی عقیدت وادب سے) اس کو بھی پڑھنا چاہئے کیونکہ یہ کتاب بھی مثل اور کلام الٰہی کے ہے"

پھر یہی مفسر پہلی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :-

سلیمن نے بہت سی غزلیں کہیں ان میں بیشک سب بہت دانشمندی کی تھیں لیکن صرف یہی مقدس غزلیں بچ رہیں اور کتب مقدسہ میں شامل کی گئیں"

مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ:" حضرت سلیمن نے جب کہ فرعون کی بیٹی سے ان کی شادی ٹھیری یہ پاک غزلیں تصنیف کیں"

سلاطین اوّل باب ۴ آیہ ۳۲ کی رو سے سلیمن علیہ السلام نے ایک ہزار پانچ (۱۰۰۵) گیت کہے تھے۔ مگر اب ان میں سے صرف اسی قدر باقی ہیں جو کتاب غزل الغزلات میں شامل ہیں اور اس پوری کتاب میں آج کل صرف آٹھ ہی مختصر ابواب پائے جاتے ہیں جن میں کل ایکسو ستر (۱۱۷) آیات ہیں۔ اہل کتاب کا اتفاق ہے کہ بقیہ گیت ضائع ہو گئے۔ اس سے عہد عتیق کی کتب مقدسہ کی بربادی کے قصول کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ ہم نے اپنے مضمون کے نمبر ۲ میں ان کتابوں کی بربادی کے واقعات رحبعام شاہ یہود کے عہد (۹۷۵ قبل مسیح) سے بیان کئے ہیں اور بقول علمائے اہل کتاب حضرت سلیمن کی کتاب غزل الغزلات کی تصنیف رحبعام کے عہد سے قبل ۱۰۱۴ قبل مسیح میں ہوئی۔ کیا عجب ہے کہ ان بربادیوں کے واقعات کا عدد جو ہم نے سات یا آٹھ بیان کیا ہے وہ حقیقتاً اس سے بھی زائد ہو۔

اس سلسلہ میں جو اہم بات قابل غور بات ہے یہ کہ استثنا باب ۷ آیہ ۲ و ۳ کی رو سے بنی اسرائیل کو

Marfat.com

غیر اقوام کے لوگوں اور اجنبی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا ناجائز ہے۔ ایسی صورت میں یہ کیونکر ممکن ہے کہ خدا نے خود ہی تو بنی اسرائیل کو اجنبی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی ممانعت فرمائی اور خود ہی فرعون کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے میں حضرت سلیمان کو عاشقانہ غزلوں کا الہام فرمایا۔

بعض عیسائی کہتے ہیں کہ اس کتاب میں استعارہ کے طور پر مسیح اور کلیسا کی محبت باہمی کا بیان ہے مگر غزل الغزلات میں اس کا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا۔ ساری کتاب حسن و عشق کے مضامین سے پر ہے جن میں مجاز کا پہلو غالب ہے۔ اور اول سے آخر تک خدا کا کہیں ذکر تک نہیں آیا۔ ہم چاہتے تھے کہ اس "مقدس الہامی کتاب" کے چند اقتباسات یہاں درج کرتے تاکہ ناظرین خود ہی فیصلہ کر لیتے اور انہیں اطمینان ہو جاتا کہ ان مضامین کو مسیح اور کلیسا کے عشق باہمی سے بہت بعد ہے۔ لیکن یہ کتاب اس درجہ مقدس واقع ہوئی ہے کہ اس کے دو چار فقرے بھی یہاں درج کر دئے جائیں تو یہ مضمون ہمارے ملک کی شریف خاتونوں اور ہمارے بھولے اور معصوم لڑکوں کے پڑھنے کے قابل نہ رہے اس لئے جو حضرات ان الہامی برکات سے متمتع ہونا چاہتے ہیں وہ کتاب غزل الغزلات ہی کی سیر فرمائیں مگر حق بات یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان بہت ارفع ہے اس سے کہ یہ کتاب اُن سے منسوب کی جاوے۔

آستر | آستر کی کتاب جو کہ الہامی نوشتوں میں شامل ہے عجیب قسم کی الہامی کتاب ہے جس میں کہیں خدا کا نام آیا ہے نہ کسی نبی کا ذکر ہے نہ پند ہیں نہ نصائح بلکہ ایران کے ایک بت پرست بادشاہ کی عیاشی، مے نوشی اور حرامکاری کے واقعات اس میں درج ہیں۔ بادشاہ عیش و عشرت کا ایک جشن مقرر کرتا ہے۔ اس کے سب امراء اور عہدہ دار اس میں شریک ہوتے ہیں شراب کا دور چلتا ہے بادشاہ شراب کی مستی میں حکم دیتا ہے کہ ملکہ جو کہ نہایت حسین عورت ہے زیب و زینت سے آراستہ ہو کر اس محفل جشن میں حاضر ہو تاکہ سب درباری اُس کے حسن و جمال کو دیکھیں اور اس شمع حسن کے پروانہ بنیں مگر ملکہ اس حکم کی تعمیل سے انکار کرتی ہے بادشاہ اس حکم عدولی پر غضب آلود ہوتا ہے اور ملکہ کو معزول کر دیتا ہے اُس کے بعد

Marfat.com

بادشاہ کا دل بہلانے اور اس کی تفریح کے لئے سلطنت کے ہر کونے اور ہر صوبے اور ہر شہر سے سینکڑوں کی تعداد میں نوجوان خوبصورت اور باکرہ لڑکیاں چھانٹ چھانٹ کر لائی جاتی ہیں اور خواجہ سرا کے سپرد کی جاتی ہیں جو زیب و زینت سے ان لڑکیوں کو آراستہ کرتا ہے۔ پھر وہ لڑکیاں باری باری سے شام کو بادشاہ کے محل میں داخل ہوتی ہیں اور صبح کے وقت وہاں سے رخصت ہوتی ہیں اور دوبارہ ان کے محل میں داخل ہونے کی نوبت نہیں آتی تاوقتیکہ کسی خاص لڑکی کو خاص طور پر بادشاہ دوبارہ طلب نہ کرے۔ اسی سلسلہ میں ایک یہودی کی لڑکی بھی محل شاہی میں داخل ہوتی ہے جو اپنے غیر معمولی حسن و جمال اور اپنی دلکش اداؤں سے بادشاہ کو اپنا غلام بنا لیتی ہے اور بالآخر وہاں کی ملکہ بن جاتی ہے۔ اس یہودی ملکہ کے بادشاہ پر تسلط پا لینے کی بدولت یہودیوں کی قوم جو اس ملک میں ذلیل تھی باعزت ہو گئی، غلام تھی آقا بن گئی، مظلوم تھی ظالم ہو گئی، محکوم تھی حاکم ہو گئی۔ اس "نوشتہ الہامی" میں اسرائیلی متبعین کے لئے شاید کوئی تعلیمی نکتہ مخفی ہو تو ہو مگر متبعین مذہب کی تعلیم و اصلاح کے لئے ایک بھی بات نہیں پائی جاتی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے وقت الف لیلہ کے قصوں اور بائیبل میں امتیاز اٹھ جاتا ہے بکثرت عیسائی محققین کو بھی اس کتاب کی صحت میں شبہ تھا چنانچہ کے ہیرلڈ اپنی کتاب کے جلد ۲ صفحہ ۳۴۷ پر لکھتے ہیں کہ "سینٹ میلیٹو نے کتب واجب التسلیم کی فہرست میں اس کا نام درج نہیں کیا۔" یوسی بیس اپنی تاریخ کلیسا میں لکھتے ہیں کہ "سینٹ گریگوری نازین زین نے اپنے اشعار میں صحیح کتابوں کے نام درج کئے ہیں مگر ان میں اس کتاب کا نام نہیں لائے۔" پادری یونس سنگھ اور پادری داوش اپنی کتاب سوال و جواب میں سوال نمبر ۱۳ کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:۔ "اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خدا کا نام مذکور نہیں۔"

کتب بقیہ عہد عتیق کی بقیہ کتب مروجہ کا بھی کم و بیش ایسا ہی حال ہے نہ ان کے مصنفین کا کسی کو یقینی طور پر علم ہے، نہ ان کے ماخذ کی بابت کچھ صحیح طور پر کہا جا سکتا ہے، نہ ان کے متعلق علمائے

اہل کتاب بالتحقیق یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان میں اصلی حصّہ کس قدر ہے۔ اور الحاقی حصّہ کس قدر، اور ان میں سے جو عبارات غائب کر دی گئی ہیں وہ کیا کیا ہیں۔ بعض کتابوں کے غیر معتبر ہونے کا اقرار کرنے پر تو عیسائی علماء بھی مجبور ہو گئے ہیں۔ مثلاً نحمیاہ، یسعیاہ، ذکریاہ، روت، حبقوق وغیرہم۔ یہ اُن کتابوں کے علاوہ ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ پادری فانڈر صاحب اپنی کتاب "اختتام دینی مباحثہ" کے صفحہ ۳۶ پر لکھتے ہیں کہ:۔ "توریت کے سب صحیفے (جو انتالیس ہیں) نبیوں کے وسیلہ سے لکھے گئے۔ حضرت موسیٰ کے ایام تخمیناً پندرہ سو برس قبل مسیح سے حضرت ملاکی نبی تک کہ چار سو برس قبل مسیح میں تھے مگر بعض صحیفوں کی بابت معلوم نہیں کہ کس نبی کے ہاتھ سے لکھے گئے ہیں مثلاً ایوب روت سلاطین وغیرہ کے حق میں یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ کس نبی نے ان کو لکھا ہے اور بعض کتب میں اور نبیوں کی بات بھی داخل ہے مثلاً زبور میں ایسی بھی زبوریں ہیں جو حضرت داؤد سے نہیں ہیں اور ایسے ہی حضرت موسیٰ کی کتاب کی آخری فصل جس میں موسیٰ کی وفات کی خبر ہے کسی اور نبی سے اس کتاب میں الحاق کی گئی" پھر اسی صفحہ پر آگے چل کر پادری فانڈر صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ "نبیوں کے سب گذارشات اور نام اور کلام اور ان کا سب لکھا ہوا بھی توریت میں داخل نہیں ہوا ہے"۔

کذب وافترا ان کتابوں میں اللہ تعالیٰ پر بھی نعوذ باللہ بہت کچھ کذب اور بہتان لگایا گیا ہے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔ نقلِ کفر کفر نباشد۔ پیدائش باب ۶ آیہ ۶ میں ہے:۔

"خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہوا اور خداوند نے کہا کہ میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا روئے زمین پر سے مٹا دونگا انسان کو اور حیوان کو بھی اور کیڑے مکوڑے اور آسمان کے پرندے تک کیونکہ میں ان کے بنانے سے پچھتاتا ہوں"

یہاں اللہ تعالیٰ کو بھی معاذ اللہ ایک انسان سمجھ لیا گیا ہے جو بے سوچے سمجھے ایک کام کر بیٹھتا ہے اور بعد میں پچھتاتا ہے۔ حزقی ایل باب ۳۰ آیہ ۲۵ میں ہے:۔

Marfat.com

"سو میں نے انہیں وہ سُنّتیں دیں جو بھلی نہ تھیں (یعنی بُری تھیں) اور وہ قوانین دیئے جن سے وہ جیتے نہ رہیں"۔

معلوم ہوا کہ ان کا خدا اس دنیا میں ایسے احکام بھی نافذ کرتا ہے جن کی تعمیل موجب ہلاکت ہو۔ پیدائش باب ۱۸ آیہ ۲۱ میں ہے:-

"میں اب اُتر کے دیکھونگا کہ انھوں نے سراسر اُس چلانے کے مطابق جو مجھ تک پہنچا کیا ہے یا نہیں، اور اگر نہیں تو میں دریافت کروں گا"۔

یعنی ان کا خدا عالم الغیب نہیں۔ یسعیاہ باب ۳ آیہ ۱۷ میں ہے:-

"خداوند صیہون کی بیٹیوں کی چاندیوں کو گنجی کر ڈالے گا اور خداوند ان کی اندام نہانی کو برہنہ کرے گا"۔

سبحان اللہ! ان لوگوں کا تخیل خدا کے متعلق کس قدر غیر تمدنانہ اور حیا پرور واقع ہوا ہے۔ صرف اتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ کتاب ہوسیع کے باب ۱ آیہ ۲ کو بھی ذرا ملاحظہ فرمایئے:-

"خداوند نے ہوسیع کو (جو کہ ایک پیغمبر تھے) فرمایا کہ جا اور ایک زناکار عورت اور زنا کے لڑکے اپنے لئے لے"۔

یعنی ایک زانیہ عورت سے زنا کر کے ولد الحرام لڑکے اپنے لئے پیدا کر۔ چنانچہ اس کتاب کا بیان ہے کہ اس حکم کی تعمیل کی گئی، اسی باب میں اس "حکم خداوندی" کے بعد آیہ ۳ میں ہے:-

"پس اس نے (یعنی ہوسیع نے) جا کر دبلیم کی بیٹی جومر کو لیا۔ وہ حاملہ ہوئی اور بیٹا جنی"

پھر اسی کتاب کے باب ۳ آیہ ۱ و ۲ میں انہیں پیغمبر صاحب سے یہ الفاظ منسوب کئے گئے ہیں کہ:-

"خداوند نے مجھے فرمایا کہ پھر جا اور ایک عورت سے جو اس کے دوست کی پیاری ہے مگر زانیہ ہے محبت کر ۔۔۔ سو میں نے اس کو پندرہ چاندی کے سکوں اور ڈیڑھ خومر جو میں اپنے لئے مول لیا"۔

Marfat.com

نکاح میں لانے کا کوئی ذکر نہیں آیا۔ جس قوم نے اپنے خدا کے ساتھ اس قسم کی بیہودگیاں اور گستاخیاں کی ہیں اس کے ہاتھ سے انبیاء علیہم السلام کیونکر محفوظ رہ سکتے ہیں چنانچہ ہوسیع نبی پر زنا کی تہمت کے علاوہ سلیمن علیہ السلام کی غزل الغزلات اور اپنی بُت پرست بیویوں کے اثر سے بڑھاپے میں اُن کے بُت پرست بن جانے کا جو اتہام آپ کی قوم نے آپ پر لگایا اُس کا حال تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں مگر توہین انبیاء کے چند اور نمونے بھی ذرا ملاحظہ ہوں۔

۱۔ لوط علیہ السلام پر اتہام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے شراب پی اور نشہ کی حالت میں اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا اور وہ دونوں بیٹیاں اس زنا سے حاملہ ہوئیں اس کی تفصیل کتاب پیدائش باب ۱۹ میں آیۃ ۳۰ سے آخر باب تک درج ہے۔ بڑی بیٹی کے جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام موآب رکھا گیا اسی موآب کی نسل سے داؤد علیہ السلام کا پیدا ہونا بھی تسلیم کیا گیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا بھی۔ حالاں کہ کتاب استثنا باب ۲۳ آیہ ۱ تا ۳ میں یہ بھی درج ہے کہ کوئی حرامی بچہ خداوند کی جماعت میں داخل نہیں ہو سکتا اور اس کی اولاد دسویں پشت تک خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہوگی۔

۲۔ یہوداہ اپنے بڑے بیٹے عیر کیلئے ایک عورت جس کا نام تمر تھا بیاہ لایا۔ چند روز بعد عیر مر گیا تب یہوداہ نے اپنے دوسرے بیٹے اونان کو حکم دیا کہ۔ اپنے بھائی کی جورو کے پاس جا اور اپنی بھاوج کا حق ادا کر اور اپنے بھائی کے لئے نسل چلا۔ کچھ دن بعد اونان بھی مر گیا اس کے بعد ایک ایسا موقعہ آتا ہے جب یہوداہ خود اپنی بہو سے زنا کرتا ہے اور اُس زنا سے توام لڑکے پیدا ہوئے جن میں سے ایک کا نام فارص اور دوسرے کا ضارہ رکھا گیا۔ اس افسانہ کی تفصیل کتاب پیدائش باب ۳۸ میں درج ہے تماشہ کی بات یہ ہے کہ یہ وہی فارص ہیں جو داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے اجداد میں شمار کئے گئے ہیں۔

۳۔ داؤد علیہ السلام پر یہ اتہام کہ انہوں نے اوریاہ کی بیوی کے ساتھ نعوذ باللہ زنا کیا سموئیل دوم کے باب ۱۱ میں بالتفصیل درج ہے جو صاحب اس طرح تولد ہوئے ان کا نام بھی مسیح علیہ السلام کے اجداد کی

Marfat.com

فہرست میں داخل کیا جاتا ہے۔

۴۔ ابراہیم علیہ السلام پر جھوٹ بولنے کی تہمت پیدائش باب ۱۲ آیہ ۱۹ میں درج ہے۔

۵۔ اسحٰق علیہ السلام پر جھوٹ بولنے کی تہمت پیدائش باب ۲۶ آیہ ۹ میں موجود ہے۔

۶۔ یعقوب علیہ السلام کا جھوٹ بول کر بڑے بھائی کی برکت خود لے لینا پیدائش باب ۲۷ میں مذکور ہے۔

۷۔ سمرون کے چار سو نبیوں کا نعوذ باللہ خدا کے ایما اور خدا کی بھیجی ہوئی ایک روح کے ورغلانے سے جھوٹ بولنے کی عجیب و غریب کہانی تواریخ دوم باب ۱۸ میں بیان کی گئی ہے۔

۷۔ حضرت نحمیاہ کا فارس کے بت پرست بادشاہ کی شراب پلانے کی نوکری کرنا اور اسے شراب پلانا۔ اور اس نبی کا اس بادشاہ سے (یعنی غیر اللہ سے) ڈرنا کتاب نحمیاہ باب آیہ ۱۱۔ اور باب ۲ آیہ ۱ اور آیہ ۲ میں لکھا ہوا ہے۔

۸۔ اسحٰق علیہ السلام کا اپنے بیٹے یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ سے شراب پینا اور اس کے بعد اپنے بیٹے کو دعا سے برکت دینا بھی کتاب پیدائش باب ۲۷ آیہ ۲۵ میں مندرج ہے۔

۹۔ کتاب پیدائش کے باب ۲۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسحٰق علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے بیٹے تھے۔ اور اسحٰق علیہ السلام ہی ذبیح اللہ تھے۔ گویہ اسمٰعیل علیہ السلام پر ظلم ہے تعجب تو یہ ہے کہ اسحٰق علیہ السلام کے اکلوتے بیٹے ہونے کی تردید اسی کتاب پیدائش سے ہوتی ہے جس کے ابواب ۱۵۔ ۱۶ اور ۱۷ کے مطالعہ سے نہایت صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام (۸۶) برس کی عمر تک بے اولاد رہے انہیں اولاد کی تمنا ہوئی تو حضرت ہاجرہ کے شکم سے اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے جو ایک عرصہ تک اپنے باپ کے اکلوتے بیٹے رہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام (۱۰۰) برس کے ہوئے تو فضل الٰہی سے آپ کے دوسرے فرزند یعنی اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس سے کتاب پیدائش کے باب ۲۲ کا الحاقی ہونا ظاہر ہے اور اگر یہ

Marfat.com

باب الحاقی نہیں تو ابواب ۱۵-۱۶-اور ۱۷ کو الحاقی ماننا پڑے گا۔

۱۰- محرفین توریت نے بہت بڑا غضب یہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کو کتاب خروج کے باب ۳۲ میں بانیٔ گوسالہ پرستی بنا کر خدا پرستوں کے زمرہ سے خارج کر دیا مگر اسی کتاب کے اسی باب کی آیات ۳۳ و ۳۵ و ۲۸ سے اس اتہام کی صاف تردید ہو جاتی ہے آیہ ۳۳ میں ہے کہ خدا نے موسیٰ سے کہا کہ جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اُسی کو اپنے دفتر سے میٹ دونگا اور آیہ ۳۵ میں ہے کہ خدا نے موسیٰ سے کہا کہ جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اُسی کو اپنے دفتر سے میٹ دوں گا اور آیہ ۳۵ میں ہے کہ خدا نے اس بچھڑے کے بنائے جانے کے سبب لوگوں پر مری یعنی وبا بھیجی اور آیہ ۲۸ میں ہے کہ اس دن گوسالہ پرستی کی سزا میں تین ہزار آدمی مارے گئے۔ مگر ہارون علیہ السلام ان تین سزاؤں میں سے کسی ایک سزا کے بھی مستوجب نہ ٹھیرے نہ وہ قتل کئے گئے۔ نہ مری یعنی وبا نے انہیں ستایا نہ خدا کے دفتر سے ان کا نام کاٹا گیا بلکہ متعدد موقعوں پر انہیں برگزیدہ اور مقدس کہا گیا اور انہیں کی نسل میں کاہن کا عہدہ مقرر رہا۔

شاعرانہ مبالغے قطع نظر ان جملہ امور کے جواب تک اس سلسلہ مضامین میں بیان ہو چکے ہیں اگر طرزِ زبان اور اندازِ بیان اور عبارت کے وقار اور اس کی متانت کو دیکھا جائے تو مروجہ کتب عہد عتیق نہ کلام الٰہی معلوم ہوتی ہیں نہ انبیاء علیہم السلام کے الہامی نوشتے۔ کہیں شاعرانہ مبالغے ہیں کہیں رکیک الفاظ کہیں حیا سوز کلمات جن کی مثالوں کے پیش کرنے کے لئے نہ یہاں موقع ہے نہ گنجائش یہ رکاکت اور بعید از صدق مبالغے عاداتِ انسانی ہی سے متعلق ہیں نہ کہ الہام ربانی سے۔

ناقابلِ ہدایت عہد عتیق کی کتابوں پر اپنے اس تبصرہ کو ہم ایک عیسائی محقق کے کلام پر ختم کرتے ہیں۔ پادری بیدلی صاحب ایک رومن کیتھولک محقق ہیں جنہوں نے پروٹسٹنٹ فرقہ کے عیسائیوں کو مخاطب کر کے ایک کتاب لکھی ہے جس کا ترجمہ ٹامس انگلس صاحب نے اردو میں کر کے اس کا نام مرآت الصدق رکھا ہے اس کے صفحہ ۱۶۹ پر کتب عہد عتیق و جدید کے ناقابل اعتبار ہونے پر زور دیا گیا ہے اور بالآخر لکھا ہے کہ:-

"اب میں کسی پروٹسٹنٹ سے پوچھتا ہوں کہ بھلا کیا وہ اپنی نجات کی دلجمعی صرف ایک ایسی کتاب کے بھروسہ پر رکھ سکتا ہے جسے وہ کلام الٰہی ثابت نہیں کر سکتا۔ ایک کتاب جسے وہ سمجھ نہیں سکتا۔ ایک کتاب جسے جہلا و ضعفاء (یعنی ضعیف اعتقاد والے) اپنی ہلاکت کے لئے پڑھتے ہیں ایک کتاب جس کے اکثر حصے کھوئے گئے ہیں ایک کتاب جو ازبس غلطیوں سے بھری گئی اور ناقص کی گئی ہے۔ اور جس میں نجات پانے کی سب ضروری چیزیں نہیں ہیں۔ ایسی کتاب کیا ایمان کا قاعدہ کل و کفیل نجات ہو سکتی ہے؟"

اب ہم اس سلسلہ مضامین کے آئندہ نمبر میں عہد جدید کی کتب مقدسہ پر تنقیدی نظر ڈالیں گے

Marfat.com

عہد جدید کی کتابوں پر ایک اجمالی نظر

بائیبل کے حصۂ جدید یعنی کتب عہد جدید کی موجودہ فہرست میں ستائیس (۲۷) کتابیں شامل ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:-

(۱) متی کی انجیل (۲) مرقس کی انجیل (۳) لوقا کی انجیل (۴) یوحنا کی انجیل (۵) رسولوں کے اعمال (۶) پولس رسول کا خط رومیوں کو (۷) پولس رسول کا پہلا خط قرنتیون کو (۸) پولس رسول کا دوسرا خط قرنتیوں کو (۹) پولس رسول کا خط گلتیون کو۔ (۱۰) پولس رسول کا خط افسیون کو (۱۱) پولس رسول کا خط فلپیون کو (۱۲) پولس رسول کا خط قلسیون کو۔ (۱۳) پولس رسول کا خط تسلونیقیون کو (۱۴) پولس رسول کا دوسرا خط تسلونیقیون کو۔ (۱۵) پولس رسول کا پہلا خط تمطاؤس کو۔ (۱۶) پولس رسول کا دوسرا خط تمطاؤس کو (۱۷) پولس رسول کا خط طیطس کو (۱۸) پولس رسول کا خط فلیمون کو (۱۹) عبرانیوں کو خط (۲۰) یعقوب کا خط۔ (۲۱) پطرس کا پہلا خط (۲۲) پطرس کا دوسرا خط (۲۷) یوحنا فقیہہ کے مکاشفات کی کتاب۔

کتب غیر مشمولہ جو معاملات کہ کتب عہد عتیق کے ساتھ پیش آئے۔ کچھ اسی نوع کے بلکہ ان سے بھی زیادہ انوکھے معاملات کتب عہد جدید کے ساتھ بھی پیش آچکے ہیں عیسائی مفسرین و مصنفین ہی کی تحریروں سے پایا جاتا ہے کہ کم از کم ایک سو اٹھاون (۱۵۸) کتابیں ایسی ہیں جو کسی نہ کسی زمانہ میں کسی نہ کسی گروہ کے نزدیک معتبر و مقدس تھیں مگر اب محققین کے نزدیک جعلی اور مجموعہ عہد جدید سے خارج ہیں کم از کم کی قید اس لئے لگائی گئی کہ قوی احتمال ہے کہ اس نوع کی کتابوں کی تعداد اس سے بھی زاید ہو اور ان کا ذکر عیسائی مصنفین کی تحریروں میں نہ آیا ہو یا آیا ہو مگر وہ تحریریں ہم تک نہ پہنچی ہوں جبکہ ان کتابوں کو اہل کتاب ہی نے مجروح کرکے ناقابل اعتماد قرار دیدیا تو ہمیں ان کے نام اور ان کی تفصیل سے ان اوراق کو رنگین کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جنہیں ان کے نام دریافت کرنے کا شوق ہو وہ ان کتابوں کو دیکھیں۔ اظہار

صاحب کا "انٹروڈکشن علوم بائبل پر" مطبوعہ لنڈن ۱۸۲۵ء جلد ا۔ لارڈنر صاحب کے ورکس مطبوعہ لندن ۱۸۲۹ء جلد ۲۔ جارج سیل کی تحریریں مطبوعہ لندن ۱۸۶۱ء ہکیبومو اور ا پوکریفل نیو ٹسٹیمنٹ مطبوعہ لندن ۱۸۲۰ء۔ اور عیسائیوں کے مشنری اخبار نور افشاں لدھیانہ کی اشاعت ۲۷ جولائی ۱۸۷۶ء کے صفحہ ۲۳۶ پر پادری ویری صاحب کا مضمون۔ ہارن صاحب نے اپنے انٹروڈکشن میں اس پر زیادہ مفصل بحث کی ہے وہ اپنی کتاب جلد ا کے صفحہ ۲۴۶ پر لکھتے ہیں کہ کتب غیر مشمولہ میں چند کتابیں ایسی بھی تھیں جن کی بابت بیان کیا جاتا تھا کہ وہ خود حضرت مسیح علیہ السلام کی لکھی ہوئی ہیں ان کے یہ نام بیان کئے جاتے ہیں ا۔

(۱) نامہ بنام آبر گارس (۲) نامہ بنام پٹر و پال (۳) کتاب تمثیلوں اور وعظ کی۔ (۴) کتاب مناجات مسیح (۵) کتاب سحر (۶) کتاب پیدائش مسیح و مریم (۷) نامے جو آسمان سے گرے (۸) نامہ حضرت مسیح جو منی کیس نے پیدا کیا۔

رومن تواریخ کلیسا مطبوعہ مرزا پور ۱۸۵۶ء جلد ۲ کے صفحہ ۳۶ پر درج ہے کہ ۳۱۵ء میں مؤرخ یوسی بیس (EUSIBIUS) نے شہر اوڈیسہ کے شاہی دفتر میں دو خط پائے جن میں سے ایک خط ابگرس بادشاہ کی طرف سے مسیح کے نام تھا جس میں اس نے ایک شدید مرض میں اپنے مبتلا ہونے کا حال لکھ کر مسیح سے درخواست کی تھی کہ اسے تندرست کردے اور دوسرا خط مسیح کی طرف سے بادشاہ کے خط کا جواب تھا۔ مسیح کا یہ خط بھی مروجہ کتب عہد جدید میں شامل نہیں۔

اخبار نور افشاں مورخہ ۹ جولائی ۱۸۷۶ء جلد ۲ نمبر ۲۸ صفحہ ۱۲۳ کالم ۳ میں پادری ویری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"جعلی انجیلوں کے موجود ہونے سے ہم ناواقف نہیں ہیں بلکہ جن جعلی انجیلوں کا ہارن صاحب نے اپنی تصنیف میں حوالہ دیا ہے وہ ہمارے پاس بھی موجود ہیں ان کو بعض

Marfat.com

بدعتیوں نے مروج کرنا چاہا تھا مگر وے اپنے فاسد ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے"۔

جعل فریب کی گرم بازاری جس زمانے سے یہ جعلی کتابیں متعلق ہیں وہ زمانہ جعل فریب کذب بیانی اور جھوٹی تحریروں کی اشاعت میں اس درجہ شہرۂ آفاق تھا کہ عیسائی مصنفوں کو بھی اس کا اعتراف ہے لوقا باب ۱ آیہ ۱ تا ۴ میں ہے کہ:۔

"چونکہ بہتوں نے کمر باندھی کہ ان کاموں کا جو فی الواقع ہمارے درمیان انجام ہوتے بیان کریں جس طرح سے انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کی خدمت کرنے والے تھے۔ ہم سے روایت کی۔ میں نے بھی مناسب جانا کہ سب کو سرے سے صحیح طور پر دریافت کر کے تیرے لئے اے بزرگ تھیوفلس بہ ترتیب لکھوں تاکہ تو ان باتوں کی حقیقت کو جن کی تو نے تعلیم پائی جانے"۔

اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ لوقا کے زمانہ میں لوقا کی طرح اور لوگوں نے بھی بکثرت انجیلیں لکھیں تھیں مگر کچھ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کیسی تھیں جھوٹی یا سچی۔

گلتیوں کے باب ۱۔ آیہ ۶ میں ہے کہ:۔

"میں تعجب کرتا ہوں کہ تم اتنی جلدی اس سے جس نے تمہیں مسیح کے فضل میں بلایا پھر کے دوسری انجیل کی طرف مائل ہوتے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ علاوہ اناجیل اربعہ کے کوئی اور انجیل بھی تھی جو پولوس کے زمانہ میں مشہور ہو چکی تھی اور لوگوں کو اپنی جانب مائل کرنے لگی تھی۔

پولوس کے تسلونیقیون کے نام دوسرے خط کے باب ۲ آیہ ۲ میں ہے کہ:۔

"تم اس خیال سے کہ مسیح کا دن آپہنچا ہے جلد اپنے دل کی ڈھارس مت کھوؤ اور نہ گھبراؤ نہ کسی روح نہ کسی کلام نہ کسی خط سے یہ سوچ کر کہ وہ ہماری طرف سے ہے"

تمہیں کسی طرف سے فریب نہ دے۔"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ پولوس ہی کے زمانے سے جعلی خطوں کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا بلکہ ۲ قرنتیون کے باب ۱۱ آیہ ۱۳ و ۱۴ میں تو اس بات کی شہادت بھی موجود ہے کہ پولوس ہی کے زمانہ سے جھوٹے دغا باز اور گمراہ کن مدعیانِ رسالت کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا تھا یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔ چنانچہ اسکاٹ صاحب کی روشن تفسیر مطبوعہ الہ آباد ۱۸۶۶ء کے صفحہ ۱۸۶ پر لکھا ہے کہ:۔

"نہ صرف جعلی مصنف بلکہ مسیح ہونے کا بہتوں نے دعوےٰ کیا تھا چنانچہ یوسف مورخ کتنوں کا ذکر کرتا ہے وہ یوں لکھتا ہے کہ ملک جادوگروں اور دغابازوں سے بھر گیا تھا جنہوں نے بہتوں کو ورغلایا اور بیابان میں لے گئے۔ تاکہ اپنی کرامتیں دکھلائیں۔ ان میں سے دوسیتھیوس سامری کا ذکر ہے جس نے اپنے آپ کو مسیح کہا اور شمعون مجوسی جو اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتا تھا۔ اور ٹوڈس جس نے بہت لوگوں کو دھوکہ دے کر کہا کہ میں یردن ندی کو دو حصہ کر کے بیچ میں راستہ بنا دوں گا۔ القصہ چوبیس شخصوں کا ذکر ہے جنہوں نے اوردین قیصر کے وقت سے لیکر ۱۶۸۲ء تک مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔"

ظاہر ہے کہ ان جعلسازوں اور جھوٹے مدعیانِ رسالت والوہیت کی کثرت نے تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ سادہ لوحوں کی گمراہی کے لئے کیا کچھ سامان فراہم نہ کیا ہو گا مگر مزید براں جو بات زیادہ قابلِ افسوس ہے یہ ہے کہ اس زمانہ کے دیندار عیسائیوں نے بھی معاملات دین میں کذب بیانی کا شیوہ اختیار کر لیا تھا۔ اور یہ سمجھ رکھا تھا کہ دین اور خدا پرستی کی ترقی اور حق بات کی تائید میں جھوٹ اور غلط بیانی سے مدد لینا ثواب کا کام ہے اس خیال کی ابتداء کا سراغ ہمیں پولوس مقدس کی تحریر میں ملتا ہے اور ان کا اس پر عامل ہونا بھی انہیں کے بیان سے پایا جاتا ہے انہوں نے جو خط رومیوں کو بھیجا تھا۔ اور جو مجموعہ کتب عہد جدید میں شامل ہے اس کے باب ۳ آیہ ۷ و ۸ میں ہے کہ:۔

Marfat.com

"پھر اگر میرے جھوٹ کے سبب خدا کی سچائی اس کے جلال کے لئے زیادہ ظاہر ہوئی تو مجھ پر کیوں گنہگار کی طرح حکم ہوتا ہے۔ اور ہم کیوں برائی نہ کریں۔ تاکہ بھلائی نکلے چنانچہ یہ تہمت ہم پر لگائی بھی جاتی ہے۔"

پہلی صدی علیسوی کے متعلق موشیم صاحب اپنی تاریخ مطبوعہ ۱۸۶۰ء کے حصہ ۲ باب ۲ صفحہ ۳۶ پر لکھتے ہیں کہ "متعدد وجوہ تھے جن کے باعث ضرورت محسوس ہوئی کہ تمام انجیلوں کو ایک نسخہ میں جمع کر دیا جاوے۔ بڑی وجہ یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور تعلیمات اور ان کے آسمان پر جانے کے واقعات غلط کہانیوں کی صورت میں ایسے لوگوں نے لکھے تھے جن کے ارادے بد نہ تھے مگر جو جھوٹے مذہب والوں اور سادہ لوح مگر فریبی یا فریب خوردہ خدا پرستوں سے انس و رغبت رکھتے تھے اس کے بعد دنیا میں بہت سی تحریریں پھیل گئیں جن کی بنیاد کذب پر تھی اور جن پر پاک پیغمبروں کے نام بطور مصنفوں کے درج کردئے گئے تھے۔

دوسری صدی علیسوی کے ذکر میں رومن تواریخ کلیسا مطبوعہ مرزاپور ۱۸۵۶ء کے صفحہ ۹ پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہے:۔

دوسری صدی میں مسیحیوں میں گفتگو رہی کہ جب بت پرست فیلسوف اور حکیموں کے ساتھ دین کا مباحثہ کیا جاوے تو انہیں کے بحث کا طور اور طریقہ اختیار کرنا جائز ہے۔ یا نہیں اور آخرکار اُرجن وغیرہ کی رائے کے بموجب طریقہ مذکور تسلیم ہوا۔ اس سے البتہ مسیحی استادوں کی تیز عقلی اور نکتہ سنجی نے بحث میں زیادہ رونق پائی لیکن راستی اور صفائی میں کچھ خلل پڑا۔ پھر اسی سبب سے بعضے لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ جعلی تصنیفات پیدا ہوئیں جو کہ اس زمانہ کے بعد کثرت سے لکھی گئیں۔ اس طرح سے کہ جب فیلسوف لوگ کسی طریقہ کی پیروی کرتے تھے تو کبھی کبھی اُس کے حق میں کتاب لکھ کر کسی معروف حکیم کے نام سے اجرا کرتے

Marfat.com

تھے کہ اس حیلے سے لوگ اس پر متوجہ ہو کر اس کی باتیں زیادہ مانیں اگرچہ اس کی باتیں برملا خود مصنف کی ہوتیں۔ سو اسی طرح مسیحی جو فیلسوفوں کی طرح بحث کرتے تھے کتاب لکھ کر کسی حواری یا خادم حواری یا معروف اسقف کے نام سے رواج دیتے تھے۔ ایسا دستور تیسری صدی میں شروع ہوا۔ اور کئی سو برس تک رومی کلیسا میں جاری رہا۔ یہ بات بہت ہی خلاف حق اور قابل الزام شدید تھی۔"

اوڈن صاحب اقرار کرتے ہیں کہ دسویں صدی میں جعل اور جھوٹ کا جو دریا مسیحیوں میں موج زن تھا۔ اُسی کا ایک کرشمہ یہ بھی تھا کہ نام نہاد انتائی مس بھی جعل سے بنایا گیا۔ لب التواریخ مطبوعہ ۱۸۲۹ء جلد ۲ باب ۹ فصل صفحہ ۳۹ پر یہ اعتراف بھی درج ہے کہ اسیوڈورس کے مکتوب کا جعل سولہویں صدی تک مکمل طور پر آشکارا نہ ہوا تھا۔ ہارن صاحب اپنی تفسیر مطبوعہ لندن ۱۸۲۲ء کی دوسری جلد کے صفحہ ۳۳۱ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"بلاشبہ بعض خرابیاں (یعنی تحریفیں جان بوجھ کر) اُن لوگوں نے کی ہیں جو کہ دیندار مشہور تھے اور اس کے بعد اُنہیں خرابیوں کو ترجیح دی جاتی تھی تاکہ اپنے مطلب کو قوت دیں یا اعتراض اپنے پر نہ آنے دیں۔"

مختصر یہ کہ دین عیسوی کے متعلق بکثرت جعلی انجیلیں اور جھوٹی مذہبی تحریریں وجود میں آئیں اور وقتاً فوقتاً وجود میں آتی رہیں مگر عیسائی علماء ہی نے اُنہیں جعلی اور ناقابل اعتماد قرار دیکر مجموعہ عہد جدید میں شامل نہ ہونے دیا۔ اور ان جعلی تصانیف کے وجود میں آنے کے جو اسباب خود عیسائی مصنفین نے بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں:۔

۱۔ عیسائیوں کے ہر فرقے نے اپنے مسلک کی تائید میں کتابیں لکھ ڈالیں اور انہیں کسی حواری، حواری کے خادم، یا کسی بڑے شخص کے نام سے نامزد کر دیا۔

Marfat.com

۲۔ جعلی مسیح، ابن اللہ اور رسول ہونے کے جھوٹے دعویدار، دروغگو، کذاب اور فریبیوں کی کثرت مختلف دور میں جعلی تصانیف کے اضافہ کا باعث ہوتی رہی۔

۳۔ دیندار طبقات نے بھی دین کی خاطر حق کی تائید میں جھوٹ بولنا جائز سمجھ لیا اور اس خیال و عمل میں بہ اعتراف خود پولوس بھی شریک تھے۔

اس وقت صرف اسی امر سے بحث ہے کہ یہ اسباب جعلی تحریروں کے وجود میں آنے کا باعث ہوئے۔ مگر آگے چل کر معلوم ہوگا کہ ان کے اثر سے وہ تحریریں بھی محفوظ نہ رہ سکیں جو علمائے نصاریٰ کے نزدیک معتبر ہیں اور جنہوں نے عیسائیوں کی مہربانی سے عہد جدید کے مجموعۂ کتب مقدسہ میں جگہ پائی۔

کتب مشمولہ عہد جدید کی حقیقت

عہد جدید میں جو ستائیس (۲۷) کتابیں شامل ہیں ان میں عیسیٰ علیہ السلام پر جو انجیل نازل ہوئی وہ شامل نہیں۔ نہ عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب شامل ہے نہ کوئی ایسی کتاب اس مجموعہ میں پائی جاتی ہے جسے عیسیٰ علیہ السلام اپنے دور میں اپنی ہدایت اپنے اہتمام اور اپنی نگرانی کے تحت میں لکھوا کر اپنی امت کے لئے چھوڑ گئے ہوں حالانکہ انجیل عیسیٰ کا وجود عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا اور اس کا ثبوت موجودہ اناجیل عہد جدید سے بھی پایا جاتا ہے مرقس باب ۱ آیہ ۱۵ میں حضرت عیسیٰ کا یہ قول درج ہے کہ:۔

"وقت پورا ہوا اور خدا کی بادشاہت نزدیک آئی۔ توبہ کرو اور انجیل پر ایمان لاؤ"

مرقس باب ۱۰ آیہ ۲۹ و ۳۰ میں ہے کہ:۔

یسوع نے جواب میں کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں ایسا کوئی نہیں جس نے گھر یا بھائیوں یا بہنوں یا باپ یا ماں یا جورو یا لڑکے بالوں یا کھیتوں کو میرے اور انجیل کے لئے چھوڑ دیا ہے جو بالفعل اس جہان میں سوگنا نہ پاوے"

متی باب ۲۶ آیہ ۱۳ میں مسیح کا یہ قول درج ہے:۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمام دنیا میں جہاں کہیں اس انجیل کی منادی ہوگی۔"

وہ کونسی انجیل ہے جس کی بابت آیات مندرجہ بالا میں اشارہ ہے؟ وہ انجیل کہاں ہے جس پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے؟ جس کے لئے ماں باپ بہن بھائی بیوی بچے گھر بار کھیتی باڑی چھوڑ دینے پر سو گنے اجر کا وعدہ ہے؟ عہد جدید کی اناجیل اربعہ عیسیٰ علیہ السلام سے بہت بعد کی تصانیف ہیں جو حواریوں اور حواریوں کے شاگردوں سے منسوب کردی گئی ہیں، اور جن کے مصنفین و مآخذ کے متعلق بھی خود عیسائیوں ہی میں بڑی بڑی بحثیں پیش آچکی ہیں۔ عہد جدید کی موجودہ ستائیس (۲۷) کتابوں میں عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں بلکہ متی مرقس لوقا اور یوحنا ہی کی انجیلیں شامل ہیں، رسولوں کے اعمال کی ایک کتاب ہے، پولوس کے چودہ (۱۴) خطوط، یعقوب کا ایک خط، پطرس کے دو خطوط، یوحنا کے تین (۳) خطوط، یہوداہ کا ایک خط، اور یوحنا فقیہہ کے مکاشفات کی ایک کتاب شامل ہیں یہ سب مل کر (۲۷) کتابیں ہوئیں ان کتابوں کے متعلق مورخ یوسی بیس کا قول ہے کہ یہ بھی تین اقسام میں منقسم ہیں ایک وہ جن کے معتبر ہونے پر سب کو اتفاق ہے۔ اس میں یہ کتابیں شامل ہیں:۔

اناجیل اربعہ۔ رسولوں کے اعمال۔ پولوس کے چودہ خط۔ پطرس کا پہلا خط۔ یوحنا کا پہلا خط۔ یہ سب ۲۱ کتابیں ہوئیں جن کی صحت پر عیسائیوں کا اتفاق بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یوسی بیس یہ بھی کہتا ہے کہ شاید موقع ہے کہ مکاشفات کی کتاب بھی اس میں شامل کرلی جائے۔

دوسری قسم ان کتابوں کی ہے جن کی بابت یوسی بیس کہتا ہے کہ صحت میں اختلاف ہے اور بعض کو ان کی صحت میں شک ہے۔ اس میں یہ کتابیں شامل کی گئی ہیں:۔

یعقوب کا خط۔ یہوداہ کا خط۔ پطرس کا دوسرا خط اور یوحنا کا دوسرا اور تیسرا خط یہ سب مل کر پانچ (۵) کتابیں ہوئیں۔

تیسری قسم ان کتابوں کی ہے جن کے غیر معتبر ہونے پر سب کو اتفاق ہے مگر اس نوع کی کتابوں

Marfat.com

میں یوسی بیس کو جرأت نہ ہوئی کہ مشمولہ کتب عہد جدید میں سے کسی کا نام داخل کرے مفتاح الکتاب کے مصنف نے البتہ باوجود عیسائی ہونے کے اخلاقی جرأت سے کام لیا ہے اور لکھا ہے کہ اس نوع کی کتابوں میں بعض نے اس خط کو جو عبرانیوں کے نام ہے اور یوحنا کے مکاشفات کو داخل کیا ہے بہرحال مشکوک کتابیں سات ہیں جن کے مشکوک ہونے کی بابت بقول پادری فانڈر صاحب عیسائیوں میں رائے عام ہے یہ کتابیں بائبل کے اس سریانی ترجمہ سے بھی خارج ہیں جو عیسائیوں کے قول کے مطابق ۱۲۰ء اور ۱۷۰ء کے درمیان کا لکھا ہوا ہے۔ ان سات کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

یعقوب کا خط۔ یہوداہ کا خط۔ پطرس کا دوسرا خط۔ یوحنا کا دوسرا خط۔ یوحنا کا تیسرا خط۔ عبرانیوں کو خط۔ مکاشفات یوحنا۔

اب ہم سب سے پہلے ان کتابوں پر نظر ڈالتے ہیں جو تمام عیسائیوں کے نزدیک سب سے زیادہ معتبر ہیں اور جن پر موجودہ عیسائیت کی بنیاد قرار دی جاتی ہے۔ ان میں سب سے مقدم چار انجیلیں ہیں یہ انجیلیں متی۔ یوحنا۔ مرقس اور لوقا کی ہیں متی اور یوحنا عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد اور حواری بیان کئے جاتے ہیں اور مرقس و لوقا حواریوں کی طرف سے صرف انجیل کے سنانے والے۔ ہم ان انجیلوں کو اسی ترتیب سے لیتے ہیں جس ترتیب سے کہ وہ عہد نامہ جدید میں درج کی گئی ہیں۔

انجیل متی متی کی انجیل کے متعلق یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ گیا ہے کہ یہ انجیل اصل میں عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی۔ لارڈنر نے اور ہیجن کے تین اقوال اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ انجیل عبرانی میں لکھی گئی۔ یوسی بیس اور اتھناسیس اور سرل اور جروم سب اس بات پر متفق ہیں کہ متی نے یہ انجیل عبرانی زبان میں لکھی۔ ہارن صاحب نے اپنی تفسیر میں تئیس (۲۳) ایسے علما کے نام لکھے ہیں جو متی کی انجیل کا عبرانی میں ہونا بیان کرتے ہیں ریو صاحب اپنی تاریخ انجیل میں لکھتے ہیں کہ:۔

"یہ بات غلط ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ متی نے انجیل یونانی میں لکھی تھی کیونکہ یوسی بیس اور بہت سے

عیسائی علماء نے لکھا ہے کہ متی نے انجیل عبرانی میں لکھی ہے نہ کہ یونانی میں"۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کی جلد ۱۹ میں ہے کہ:۔

عہد جدید کی سب کتابیں یونانی میں لکھی گئیں الا انجیل متی اور نامۂ عبرانیاں جن کا

عبرانی زبان میں لکھا جانا بدلائل متیقن ہے"۔

انجیل متی کے عبرانی زبان میں ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ عیسٰی علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی اور یہ بات نہایت بعید از قیاس ہے کہ انہوں نے اپنے شاگردوں کی ہدایت کے لئے کوئی کتاب نہ چھوڑی ہو۔ ہم اوپر مرقس باب ۱۱ آیہ ۱۵ اور باب ۱۰ آیہ ۲۹ و ۳۰ اور متی باب ۲۶ آیہ ۱۳ کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ میں ایک انجیل کا وجود تھا۔ ہارن صاحب بھی اپنی کتاب کی جلد ۴ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"بعض قدیم علماء کا قول ہے کہ متی اور مرقس اور لوقا کے پاس عبرانی میں ایک ایسا صحیفہ تھا جس میں حضرت عیسٰی کے گذارشات لکھے تھے۔ اور انہوں نے اس سے نقل کیا۔ متی نے بہت اور لوقا اور مرقس نے تھوڑا"۔

نورٹن صاحب اپنی کتاب علم اسناد مطبوعہ بوسٹن ۱۸۳۷ء کے دیباچہ جلد اول میں اکھارن کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:۔

"ابتدائے ملت مسیحی میں احوال مسیح کے بیان میں ایک مختصر سا رسالہ تھا۔ جائز ہے کہ کہا جائے کہ وہی اصلی انجیل تھی۔ اور غالب یہ ہے کہ یہ انجیل ان مریدوں کے واسطے بنائی گئی تھی جنہوں نے اقوال مسیح اپنے کان سے نہ سُنے تھے۔ اور نہ اُن کے حالات اپنی آنکھ سے دیکھے تھے۔ چنانچہ یہ انجیل بمنزلہ قالب کے تھی اور اس میں حالات مسیح ترتیب سے نہ لکھے گئے تھے۔

اور یہ انجیل جمیع اناجیل مروجہ صدی اوّل و دوم و نیز انجیل متی و لوقا و مرقس کا ماخذ تھی۔ پھر یہ تینوں انجیلیں یعنی متی و لوقا و مرقس دوسری اور انجیلوں پر فوقیت لے گئیں۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ اگرچہ ان تینوں میں اصل سے کچھ کمی ہوگئی تھی مگر یہ اُن لوگوں کے ہاتھ پڑیں۔ جو دوسری انجیلوں مثلاً انجیل فرقہ مارسیون یا انجیل ٹی ٹمنس وغیرہ سے بیزار ہو چکے تھے۔ ان تین انجیلوں کی کمی کو دوسری انجیلوں سے واقعات مسیح کو لے کر پورا کیا گیا اور نسب نامہ مسیح اور ولادت و بلوغ وغیرہ کے حالات بھی شامل کر دئے گئے۔ چنانچہ یہ حال اس انجیل سے جو تذکرہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس سے جسٹن نے نقل کیا تھا اور انجیل سرن تھس سے بخوبی ظاہر ہے اگر ہم اُن انجیلوں کے باقی ماندہ اجزا سے مقابلہ کریں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اصل انجیل میں زیادتی تدریج واقع ہوئی ہے۔"

پھر آگے چل کر نورٹن لکھتے ہیں کہ:۔

اگر یہ کمی و زیادتی انجیل میں واقع نہ ہوئی ہوتی تو معتبر و مشہور مورخ سلوس یہ کیوں اعتراض کرتا کہ عیسائیوں نے اپنی انجیلیں تین بار یا چار بار بلکہ اس سے بھی زیادہ بار بدلی ہیں۔"

پھر فاضل نورٹن بعد میں یہ لکھتے ہیں کہ:۔

"کوئی یہ خیال نہ کرے کہ یہ صرف اکہارن کی رائے ہے اس واسطے کہ اکہارن کی کتاب سے بڑھ کر کوئی کتاب ملک جرمن میں اب تک مقبول نہیں ہوئی بلکہ جرمنی کے بکثرت علمائے متاخرین نے اناجیل و نیز ان امور کے بارہ میں جن سے انجیل کی صحت پر الزام آتا ہے۔ اکہارن کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔"

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اقتباس خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ موشیم صاحب نے اپنی تاریخ مطبوعہ ۱۸۳۲ئہ کی جلد اول میں ناصری اور ابیونی فرقوں کے بیان میں لکھا ہے کہ:۔

"دونوں کے پاس ایک انجیل تھی جو ہماری انجیل سے مختلف ہے اور اُس انجیل کی بابت ہمارے علماء میں اختلاف ہے۔"

میکلین نے اس عبارت پر بطور حاشیہ کے لکھا ہے کہ:۔

"انجیل ناصریوں والی یا عبرانی یقیناً وہی ہے جو فرقہ ابیونی کے پاس تھی اور بارہ حواریوں کی انجیل کرکے مشہور ہے۔"

ابیونی فرقہ کے متعلق اس قدر جان لینا ضروری ہے کہ یہ لوگ پولوس سے سخت نفرت کرتے تھے موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے عیسیٰ علیہ السلام کو انسان سمجھتے تھے اور انہیں یوسف و مریم کا بیٹا تسلیم کرتے تھے۔ یہ لوگ علیسویت کے ابتدائی زمانہ میں موجود تھے۔ یوحنا حواری کے زمانہ میں بھی تھے اور صرف متی کی اصلی انجیل کو جو کہ عبرانی زبان میں تھی مانتے تھے۔ اس عبرانی انجیل میں نسب نامہ مسیح نہ تھا۔

ٹامس اسکاٹ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اکثر خیال کیا جاتا ہے کہ یہ عبرانی انجیل صعود عیسیٰ سے قریب آٹھ سال بعد لکھی گئی۔ بعض کے نزدیک ۷ئہ یا ۳۸ئہ میں لکھی گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلی اور قدیم ترین انجیل ہے جو ۶۳ئہ کے قریب لکھی گئی۔ مقام تصنیف یہودیہ اور مقصد تصنیف عیسوی کی ہدایت بیان کیا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ متی نے خود یا اُس کے کسی ہم عہد نے اُس کا ترجمہ عبرانی سے یونانی زبان میں کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ:۔

"یعقوب نے جو خداوند کا بھائی تھا اس کا ترجمہ یونانی زبان میں کیا" (تفسیر اسکاٹ)۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ترجمہ "حواریوں کے کسی مرید نے کیا" (پادری فانڈر صاحب) مگر اس میں شبہ نہیں کہ انجیل متی کا اصل عبرانی نسخہ مفقود ہے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط، اسی کتاب کا ہے یا کسی اور کتاب

Marfat.com

کا" صرف کتاب ہی کا ترجمہ ہے یا کچھ کمی وبیشی بھی کر دی گئی ہے نہ ترجمہ کرنے والے کا صحیح نام معلوم ہو سکا
نہ ترجمہ کی تاریخ کا صحیح حال کسی کو معلوم ہے، نہ اس دنیا میں کوئی عبرانی زبان کا نسخہ کہیں موجود ہے
کہ اس سے ترجمہ کا مقابلہ کیا جا سکے بلکہ ترجمہ کی عبارت اور عیسائی علماء کے اقوال شہادت دیتے ہیں کہ
اس ترجمہ کو متی کی عبرانی انجیل سے کوئی تعلق نہیں۔ متی باب ۹ کی آیہ ۹ کو ذرا ملاحظہ فرمایئے:۔

"پھر یسوع وہاں سے آگے بڑھا تو متی نامی ایک شخص کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا اور اسے
کہا میرے پیچھے آ وہ اٹھ کے اس کے پیچھے چلا۔"

بھلا جس کتاب میں متی کے متعلق اس قسم کے جملے درج ہوں اسے متی کی تصنیف کون کہہ سکتا ہے؟
علاوہ ازیں متعدد غلطیاں ترجمہ مروجہ میں پائی گئیں ہیں جن پر عیسائی علماء نے بھی قلم اٹھایا ہے
ان کی تفصیل طوالت طلب ہے اس لئے یہاں انہیں نظر انداز کیا جاتا ہے بڑی بحث نسب نامہ مسیح
میں ہے، جو متی باب ا میں درج ہے۔ بلحاظ اس اہمیت کے جو کہ اس بحث کو حاصل ہے یہاں مختصراً اس
کی بابت کچھ لکھا جاتا ہے۔

نسب نامہ مسیح متی باب ا آیہ ۱۷ میں ہے کہ:۔ پس سب پشتیں ابرہام سے داؤد تک چودہ ہیں
اور داؤد سے بابل کو اٹھ جانے تک چودہ پشتیں اور بابل کو اٹھ جانے سے مسیح تک چودہ پشتیں ہیں۔

آیت مندرجہ بالا میں نسب نامہ کو چودہ چودہ پشتوں کی تین تقسیموں میں منقسم کیا گیا ہے اور صریحاً
غلط ہے پہلے حصہ میں اگر ابرہام اور داؤد کو بھی شامل کر لیا جاوے تب کہیں جا کر چودہ پشتیں پوری ہوتی
ہیں دوسرے حصہ میں اگر یلونیاہ کو شامل کیا جائے۔ تب چودہ کی تعداد تو پوری ہو جاتی ہے مگر تعجب کی
بات یہ ہے کہ اس حصہ کے متعلق سلیمان سے لیکر یلونیاہ تک متی میں صرف چودہ پشتیں بتلائی گئی ہیں
حالانکہ اول تواریخ باب ۳ میں اٹھارہ (۱۸) پشتوں کے نام گنوائے گئے ہیں اور عیسائی علما کے نزدیک بھی
معتبر یہی اٹھارہ (۱۸) پشتیں ہیں۔ اسی امر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے نیومین صاحب نہایت افسوس کے

Marfat.com

ساتھ فرماتے ہیں کہ :-

" دین عیسوی میں ایک اور تین کو ایک ماننا پڑا تھا۔ اب اٹھارہ (۱۸) اور چودہ کو بھی ایک کہنا پڑا۔ کیونکہ کتب مقدسہ میں تو غلطی کا احتمال ہو ہی نہیں سکتا "

تیسرے حصہ میں سب نام حضرت عیسیٰ تک کے ملا کر خواہ کسی طرح سے اور کسی طرف سے گنیے تیرہ ہی ہوتے ہیں نہ کہ چودہ۔

علاوہ ازیں متی باب ۱ آیہ ۸ میں عزیاہ کو یورام کا بیٹا بتلایا گیا ہے۔ حالانکہ بموجب اول تاریخ باب (۳) آیہ ۱۱ و ۱۲ کے وہ یورام کے پوتے کا پوتا ہے یعنی درمیان سے تین نام اڑا دیئے گئے۔ پھر متی باب ۱ آیہ ۱۱ میں یکونیاہ کو یوسیاہ کا بیٹا قرار دیا گیا ہے حالانکہ وہ اس کا پوتا تھا ... اور متی میں یکونیاہ کے بھائیوں کا ہونا ظاہر کیا گیا ہے حالانکہ وہ اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ متی نے زروبابل کو سئلتیل کا بیٹا لکھا ہے۔ حالانکہ وہ اس کا بھتیجا یعنی اس کے بھائی فدایاہ کا بیٹا تھا اور ابیوہ کو زروبابل کا بیٹا لکھا ہے حالانکہ زروبابل کا کوئی بیٹا اس نام کا نہ تھا۔ طوالت کے خیال سے ہم اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے حالانکہ ایسی غلطیاں اس کتاب میں بہت ہیں۔ جس کتاب کا ایک جزو بھی غلط ثابت ہو جائے وہ ساری کی ساری اعتبار سے گر جاتی ہے۔

نسب نامہ کے متعلق مندرجہ بالا اعتراضات تو وہ ہیں جو عیسائی علماء ہی کی جانب سے وقتاً فوقتاً پیش ہو چکے ہیں مگر یہاں نامناسب نہ ہوگا اگر ایک اعتراض ہم بھی اپنی طرف سے پیش کر دیں وہ اعتراض یہ ہے کہ ایک طرف الوہیت مسیح کا دعویٰ اور دوسری طرف نسب نامہ پیش کر کے مسیح کو اولاد ابراہیم و داؤد ثابت کرنا کیا معنی رکھتا ہے ؟ یہ نسب نامہ یوسف نجار پر منتہی ہو جانا چاہئے تھا۔ مسیح کو یوسف نجار سے کیا تعلق ؟ اگر مسیح کو الوہیت کا تاج پہنایا جاتا ہے، اگر مسیح کو خدا کا اکلوتا بیٹا کہا جاتا ہے، تو پھر اس خاکی نسب نامہ کو انجیل میں داخل کرنے اور مسیح سے متعلق کرنے کی ضرورت ہی کونسی تھی ؟

اس پر زیادہ تفصیلی بحث انشاء اللہ کسی دوسرے موقعہ پر آئے گی۔

انجیل متی کے متعلق اوپر کی ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

۱۔ متی کی اصلی انجیل عبرانی میں لکھی گئی تھی جو موجودہ ساری انجیلوں پر مقدم تھی۔ اور جواب ضائع ہو چکی ہے

۲۔ اس انجیل کے یونانی زبان میں ترجمہ کرنے والے کا نہ نام معلوم ہوتا ہے نہ حال نہ صحیح طور پر یہ معلوم ہے کہ یہ ترجمہ کب ہوا۔

۳۔ اس یونانی انجیل کو عبرانی انجیل والے متی سے کوئی تعلق نہیں۔

۴۔ یونانی انجیل متی میں بھی غلطیاں ہیں۔

۵۔ جو نسب نامہ اس میں درج ہے اسے عیسائی تک غلطیوں سے پر سمجھتے ہیں۔

۶۔ وہ عبرانی انجیل جو "بارہ حواریوں کی انجیل" کہلاتی ہے ابیونی فرقہ کے پاس تھی۔ اور اس فرقہ کا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ وہ صرف ایک برگزیدہ انسان تھے۔

انجیل مرقس

اسکاٹ صاحب اپنی رومن تفسیر صفحہ ۲۳۹ و ۲۴۰ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"مرقس کا حال جس نے یہ کتاب لکھی بہت معلوم نہیں ہے اکثر سمجھتے ہیں کہ وہ مسیح کے ستر شاگردوں میں سے تھا لیکن اس میں ایک شبہ یہ ہے کہ پطرس اُسے اپنا بیٹا کہتا ہے (اوّل پطرس باب ۵ آیہ ۱۳) جس سے گمان پیدا ہوتا ہے کہ وہ پطرس کے وسیلہ سے ایماندار ہوا۔ (یعنی عیسائی ہوا) یہ بھی ٹھیک معلوم نہیں کہ کس وقت یہ صحیفہ لکھا گیا۔ مگر گمان غالب ہے کہ اُس کی تصنیف ۵۶ء اور ۶۳ء کے درمیان میں ہوئی سب متفق طور پر کہتے ہیں کہ شہر روم میں اس کی تصنیف ہوئی۔"

دیگر عیسائی مصنفین کی تحریروں سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ مرقس کو عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت نصیب

Marfat.com

نہ ہوئی تھی بلکہ پطرس کے ہاتھ پر اس نے عیسائیت قبول کی اور جو تعلیم اس نے پطرس سے حاصل کی اسے رومی یعنی لاطینی زبان میں لکھ کر شہر روم میں اس نے اپنی انجیل کو تصنیف کیا یہ لاطینی زبان والی اصلی انجیل مرقس گم ہے اور اس کا یونانی ترجمہ موجود ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس لاطینی انجیل کے چند اجزاء وینس کے کتب خانہ میں موجود ہیں اور وہاں کے لوگ ان اجزاء کو اصلی خیال کرتے ہیں۔

اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ مرقس نے اپنی انجیل لکھ کر اپنے استاد پطرس کو دکھلائی ہو اور پطرس نے اس پر نظر ثانی کی ہو۔ کیونکہ سینٹ ارنیوس ۱۷۸ء میں لکھتے ہیں کہ: "پطرس کے مرید اور مترجم مرقس نے بعد موت پطرس کے وہ چیزیں جو پطرس نے وعظ کی تھیں لکھ کر دیں۔ پھر یونانی ترجموں میں غلطیوں کے ہونے کا بھی عیسائی مصنفین کو اعتراف ہے۔ چنانچہ وارڈ صاحب اپنے اغلاط نامہ میں لکھتے ہیں کہ بقول جروم کے کے علمائے متقدمین کو اس انجیل کے آخری باب کی صحت میں شبہ تھا۔ مرقس باب ۲ آیہ ۲۶ میں جو لفظ ابیاتھر آیا ہے۔ اس کی بابت یہی وارڈ صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۳۶ پر لکھتے ہیں کہ: "مسٹر جویل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ مرقس نے غلطی سے اخیملک کی جگہ ابیاتھر لکھا ہے اور متی نے غلطی سے ذکریاہ کی جگہ یرمیاہ لکھا ہے"

"اس تصنیف کی تاریخ بھی مشکوک ہے۔ ہارن صاحب اپنی تفسیر کی جلد ۴ حصہ ۲ باب ۲ میں لکھتے ہیں کہ

"انجیلوں کی تالیف کے متعلق جو احوال ہم کو قدیم مومنین کلیسا سے ملے ہیں۔ وہ ایسے غیر معین اور ابتر ہیں۔ کہ کسی ایک امر معین کی جانب نہیں پہنچاتے اور پرانے پرانے قدما نے اپنے وقت کی گپوں کو سچ سمجھ کر لکھ دیا اور ان لوگوں نے جو بعد ان کے ہوئے ادب کر کے ان کے لکھے ہوئے کو قبول کر لیا۔ اور یہ روایتیں جھوٹی سچی ایک لکھنے والے سے دوسرے لکھنے والے تک پہنچیں۔ اور بعد گذرنے مدت دراز کے تنقید ان کی متعذر ہو گئی"

چنانچہ اسی جلد میں ہارن صاحب لکھتے ہیں کہ پہلی انجیل ۳۷ء یا ۳۸ء یا ۴۱ء یا ۴۳ء یا ۴۸ء یا

Marfat.com

سنہ ۶۱ یا سنہ ۶۲ یا سنہ ۶۳ یا سنہ ۶۴ عیسوی میں تالیف ہوئی۔ اور دوسری انجیل سنہ ۵۶ سے ۶۵ تک غالباً سنہ ۶۰ یا ۶۳ میں اور تیسری انجیل سنہ ۵۳ یا سنہ ۶۳ یا سنہ ۶۴ میں۔ اور چوتھی انجیل سنہ ۶۸ یا سنہ ۶۹ یا سنہ ۷۰ یا سنہ ۹۷ یا سنہ ۹۸ عیسوی ہیں۔

مسٹر فلپ ویبن اپنی کتاب "دی چرچز اینڈ ماڈرن تھاٹ" (یعنی کلیسا اور خیالات جدید) کے صفحہ ۹۸ و ۹۹ پر لکھتے ہیں کہ

ڈاکٹر رابن سن کو اقرار ہے کہ اناجیل اربعہ مشکوک ہیں لیکن ان کا خیال ہے کہ دوسری صدی کی یہ روایت کہ انجیل دوم کا مصنف سینٹ مارک (مرقس) ہے معتبر ہے۔ اور یہ کہ مارک پطرس حواری کا ترجمان تھا اور اپنی انجیل کو حواری مذکور کی روایت سے اس نے روما میں تحریر کیا ہے۔ بہت خوب۔ ہم اس نتیجہ کو تسلیم کرتے ہیں یعنی یوں سمجھو کہ ایک انجیل کی روایت ایسے راوی سے ہے جو چشم دید روایت بیان کرتا ہے۔ لیکن اس راوی کو صرف ایک سال (اور بقول رجعت پسند ناقدین تین سال) صحبت مسیح حاصل ہوئی۔ یہ حواری ناخواندہ تھا۔ تیس یا چالیس سال کے بعد وہ روایت کرتا ہے جس کو دوسرا شخص (مرقس) غیر زبان میں تحریر کرتا ہے۔ اور پھر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کا ترجمہ کہاں تک اصل کے مطابق ہوا ہے علاوہ اس کے ڈاکٹر رابن سن اپنے ابواب "وعظ کبیر" اور "غیر مرقسی دستاویز" میں مرقس کے انجیل کی اہم فروگذاشتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ × × × × × یہ اہم فروگذاشتیں کیا ہیں؟ کیا ہم ان کو معمولی سمجھیں؟ ہم کو خود ان کا تھوڑا سا انتخاب کر کے فیصلہ کرنا چاہئے۔ اس انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کی بطور اعجاز پیدائش کا نہ کچھ ذکر ہے اور نہ آپ کے عہد طفولیت کے حالات جو کہ بقول پیشنگوئی کی تصدیق میں ہوں۔ اسی طرح پہاڑی والے مشہور وعظ کا بھی کچھ ذکر نہیں

دوبارہ زندہ ہو جانے کا قصہ صرف چند سطروں میں مذکور ہے اور آسمان پر تشریف لے جانا صرف ایک سطر میں۔ بدقسمتی سے یہی وہ سطریں ہیں جو بالاتفاق الحاقی مانی جاتی ہیں کیونکہ انجیل مرقس کا حقیقت میں باب ۱۶-آیۃ ۸ پر ختم ہو جاتا ہے اس لئے نہ حلول، نہ بعثت ثانی نہ صعود کسی مسئلہ کا بھی وہاں ذکر نہیں۔ زبانی روایات، گم شدہ دستاویزیں، اور نامعلوم کاتب بس یہی وہ ذریعے رہ گئے جن سے ہم کو ان تفصیلی حالات کا علم ہوتا ہے جو ہمارے مذہب کی روح رواں ہیں کیا اس سے بڑھ کر اور بھی کوئی ناقابل اطمینان امر ہے جس سے مسیحی صداقت اور انجیل کی حقانیت پر شبہ عائد ہوتا ہو؟

انجیل لوقا لوقا انطاکیہ کا رہنے والا ایک طبیب تھا اور عیسائی مصنفین کا اتفاق ہے کہ وہ غیر اقوام میں سے تھا۔ اس سے دو کتابیں منسوب ہیں۔ ایک انجیل لوقا دوسری رسولوں کے اعمال بقول مصنف مفتاح الکتاب لوقا نے انجیل ۶۳ء کے قریب اور اعمال ۶۴ء کے قریب لکھی۔

بعض مسیحی علما کا گمان ہے کہ لوقا عیسیٰ علیہ السلام کے ستر شاگردوں میں سے تھا مگر خود لوقا ہی کی انجیل سے اس گمان کی تردید ہوتی ہے اوّل تو ان ستر شاگردوں کا ذکر ہی سوا انجیل لوقا کے کسی اور انجیل میں مذکور نہیں نہ ان کے نام کسی کو معلوم ہیں، حالانکہ اتنی بڑی بات کا ذکر اور انجیلوں میں بھی ہونا چاہیئے تھا جیسا کہ (۱۲) بارہ حواریوں کے احوال سے تمام انجیلیں بھری پڑی ہیں۔ دوسرے یہ کہ لوقا نے خود ہی اپنی انجیل کی تمہید میں لکھا ہے کہ جنہوں نے مسیح کو دیکھا تھا اور مسیح کی خدمت کی تھی اُن سے پوچھ کر میں لکھتا ہوں اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ لوقا نے مسیح کو نہیں دیکھا دوسرے یہ کہ اس نے جو کچھ لکھا وہ الہام سے نہیں لکھا بلکہ لوگوں سے پوچھ کر لکھا۔

اکثر عیسائی علما بھی لوقا کو پولوس کا شاگرد اور ترجمان قرار دیتے ہیں۔ اور پولوس کی نسبت

Marfat.com

یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے مسیح کی صورت بھی دور سے دیکھی ہو چہ جائے کہ مسیح کی خدمت اور شاگردی کی ہو۔ اردو تاریخ کلیسا مطبوعہ ۱۸۷۰ء کے صفحہ ۴۴ پر ہے کہ :-

"جب پلوس شہر ترواس میں گیا جو بحر روم کے ساحل پر واقع ہے تو یہاں اس سے اور لوقا سے ملاقات ہوئی اور اس وقت سے برابر لوقا پولس کے ساتھ رہا"

پھر اسی صفحہ کے حاشیہ پر مندرجہ ذیل عبارت بھی درج ہے کہ :-

"یہ اس کی عبارت سے ظاہر ہے کیونکہ وہ اس کے بعد اعمال الرسل کے آخر تک صیغہ جمع استعمال میں لاتا ہے لوقا کی انجیل اور اعمال الرسل دونوں اسی کی تصنیف ہیں"

اس سلسلہ میں مغالطہ میں ڈالنے والی ایک اور بات بھی پیدا ہوئی ہے پادری داٹش صاحب کے زیر اہتمام ۱۸۶۸ء میں مشن پریس الہ آباد سے ایک کتاب "قربت الٰہی" کے نام سے شائع ہوئی تھی اس کے صفحہ ۵۹ پر واقعات درج ہیں کہ آتش پرستوں کے مذہب کی تائید میں ایک کتاب قُسطا کے نام سے موسوم ہے جس کا مصنف بھی ایک ایسا شخص ہے جس کا نام لوقا ہے یہ لوقا بھی غیر یہودی تھا اور طبیب تھا صاحب تصنیف بھی تھا اور شہرہ آفاق بھی اور اس کا بھی زمانہ عروج مسیح کے بعد تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں لوگ اپنی طرف سے کتابیں لکھ کر مشہور و معروف لوگوں کے نام سے موسوم کر دیا کرتے تھے۔

انجیل لوقا کے باب ۳ میں مسیح کا جو نسب نامہ درج ہے وہ اس سے مختلف ہے جو انجیل متی میں دیا گیا ہے۔ اور اس میں چند صریح غلطیاں ہیں جن کی تفصیل کو طوالت کے خیال سے سردست نظر انداز کیا جاتا ہے۔ بعض عیسائی علماء نے ان دونوں نسب ناموں میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے اور بڑی کھینچ تان سے کام لیا ہے مگر جان کالون اپنی تفسیر میں ان تمام بناوٹ کی باتوں کی تردید کرتا ہے۔

انجیل یوحنا بقول بعض عیسائی مصنفین کے یوحنا کی انجیل سب سے زیادہ معتبر ہے اگرچہ زمانہ تصنیف کے لحاظ سے سب سے زیادہ مؤخر ہے مکاشفات یوحنا اور انجیل یوحنا دونوں ایک ہی مصنف

Marfat.com

کی تصنیف بیان کی جاتی ہیں مکاشفات کی تاریخ تصنیف مختلف طور پر ۹۵ء ۹۶ء اور ۹۷ء اور انجیل یوحنا کی تاریخ ۶۸ء سے لیکر ۱۰۰ء تک بیان کی گئی ہے مگر بعض عیسائی مصنفین ہی نے یہ شبہ بھی ظاہر کیا ہے کہ یہ دونوں کتابیں اپنے انداز بیان سے ایک مصنف کی لکھی ہوئی نہیں معلوم ہوتیں۔ مکاشفات میں یوحنا نے جابجا اپنی جانب کہیں "میں" کہیں "مجھ یوحنا نے" سے اشارہ کیا ہے لیکن یوحنا کی انجیل میں عبارت کا ڈھنگ ایسا نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے۔ کہ یہ انجیل یوحنا کی لکھی ہوئی ہے یوحنا باب ۱۹ آیہ ۲۶ میں ہے کہ "یسوع نے اپنی ماں کو اور اس شاگرد کو جسے وہ پیار کرتا تھا"...... اور باب ۲۰ آیہ ۲ میں ہے کہ "تب وہ شمعون پطرس اور اس دوسرے شاگرد کے پاس جسے یسوع پیار کرتا تھا..." پھر اسی باب کی آیہ ۳ میں ہے کہ "پھر پطرس اور وہ دوسرا شاگرد نکلے اور قبر کی طرف گئے"۔ باب ۲۱ کی آیات ۲۰ و ۲۳ میں بھی اسی طرح "اس شاگرد" اور "وہ شاگرد" کے الفاظ آئے ہیں بعض عیسائی گمان کرتے ہیں کہ مندرجہ بالا اقتباسات میں "اس شاگرد" سے یوحنا اپنی جانب اشارہ کرتا ہے مگر ٹامس اسکاٹ اپنی تفسیر کے صفحہ ۲۱۲ پر اس گمان کو غلط قرار دیتے ہیں۔ اسی شاگرد بصیغہ غائب کے سلسلہ میں ایک اور اقتباس بھی ہے جو اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈالتا ہے انجیل یوحنا کے اختتام پر باب ۲۱ آیہ ۲۴ میں ہے کہ "یہ وہ شاگرد ہے جس نے ان کاموں کی گواہی دی اور ان باتوں کو لکھا اور ہم کو یقین ہے کہ اس کی گواہی سچ ہے" ظاہر ہے کہ کوئی مصنف اپنی شان میں اس قسم کا فقرہ نہیں لکھ سکتا پھر یہ بات کہ جس نے ان کاموں کی گواہی دی اور ان باتوں کو لکھا اس کی اور اس کی شہادت کی صداقت کا ہم کو یقین ہے صاف دلالت کرتی ہے کہ کتاب کا لکھنے والا کوئی اور شخص ہے اور اس کی صداقت پر یقین کرنے والا کوئی دوسرا شخص ہے۔ کاتب بصیغہ غائب بھی لامعلوم اور کاتب کی صداقت پر گواہی دینے والا بصیغہ حاضر بھی لامعلوم نہ کاتب سے کوئی واقف نہ یقین کرنے والے گواہ سے کوئی باخبر۔ صرف ظنیات ہیں اور انجیل موجودہ' اور وہ شکوک بلکہ بے اعتقادی جن سے بعض تعلیمیافتہ اور سمجھدار عیسائی تک محفوظ نہیں۔

Marfat.com

برشنیڈر عیسائیوں میں ایک بڑا محقق گذرا ہے اس کا قول ہے کہ یہ انجیل اور دیگر نامے یوحنا کی تصنیف نہیں بلکہ انہیں کسی عیسائی نے دوسری صدی کے شروع میں یوحنا کے نام سے لکھ دیا۔ دوسری صدی عیسوی میں عیسائیوں کا ایک فرقہ الوجین کے نام سے مشہور تھا اس فرقہ کے لوگوں کا بھی اس انجیل کے متعلق یہی عقیدہ تھا۔ اسٹاڈلن اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ بلاشک مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب علم نے اس انجیل کو تصنیف کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ جب دوسری صدی میں لوگوں نے اس انجیل سے انکار کیا تو اس کے جواب میں ارنیوس نے یہ کہیں نہیں کہا کہ پولی کارپ سے مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ انجیل یوحنا حواری کی تصنیف ہے حالانکہ ارنیوس شاگرد تھا پولی کارپ کا اور پولی کارپ مرید تھا یوحنا حواری کا اور ارنیوس نے ذرا ذرا سی بات پولی کارپ سے بار بار سنی۔ اگر یہ انجیل یوحنا کی ہوتی تو منکرین کے مقابلہ میں ارنیوس ضرور پولی کارپ کی سند پیش کرتا۔ اور اس انجیل کی حقانیت کو آشکارا کرتا۔ گروٹیس بھی عیسائیوں میں ایک زبردست عالم و محقق گذرا ہے اس کا بیان ہے کہ اس انجیل کا اکیسواں باب الحاقی ہے جسے یوحنا کی موت کے بعد افسس کے کلیسا نے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے۔

مندرجہ بالا خیالات وہ ہیں جو عیسائی مصنفین ہی کے قلم سے ظاہر ہوئے ہیں مسلمانوں نے انجیل کا احترام ہمیشہ اہل کتاب سے زائد کیا۔ وہ اس ساری انجیل کو از اوّل تا بہ آخر جعلی اور الحاقی قرار نہیں دیتے بلکہ وہ اس کے بعض مضامین کو قرآن کے مطابق پاتے ہیں اور اس میں کی بعض پیشینگوئیوں کو سچا سمجھتے ہیں گو ان کے مفہوم میں انہیں عیسائیوں سے اختلاف ہو۔

اعمال | شل انجیل لوقا کے "رسولوں کے اعمال" کو بھی لوقا سے منسوب کیا گیا ہے لیکن اس کتاب میں صرف پطرس اور پولوس کے تاریخی حالات درج ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخی واقعات کی قلمبندی کو الہام سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ جو واقعات کہ قلمبند کئے گئے ہیں وہ صرف ذاتی معلومات کی بنا پر ہیں نہ کہ الہام کے تحت ہیں اور ایسی کتاب کا بائیبل میں شامل کیا جانا تعجب انگیز ہے۔ علاوہ ازیں عیسائیوں ہی میں سے فرڈولن ٹی

Marfat.com

ٹینس اور مارسیونی اور سویرینیں و نیز چند دیگر فرقوں نے بھی اس کتاب کے معتبر ہونے سے انکار کیا ہے۔

پولوس کے خطوط کتاب اعمال کے بعد مجموعہ کتب عہد جدید میں پولوس کے (۱۴) خطوط درج کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک خط جو عبرانیوں کے نام ہے عام طور پر مشکوک ٹھیرا گیا ہے کتاب "سوال و جواب" مترجمہ پادری یونس سنگھ اور پادری والش صاحب میں سوال ۱۵۲ کے جواب میں عبرانیوں کے خط کے متعلق یوں لکھا ہے کہ اس کی بابت لوگوں میں بڑا اختلاف ہے "بہتیرے اسے پلوس سے نسبت دیتے ہیں اور بہت سے عالی سند نکتہ داں اس بات کو اعتماد کے ساتھ رد کرتے ہیں پر اس راقم کا تصفیہ نہیں کر سکتے۔" پھر اسی کتاب میں آگے چل کر لکھا ہے کہ "وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کا طرز پلوس کے طرز کے مانند نہیں اکثر مقامات میں اس کے طرز سے اختلاف پڑتا ہے۔ جو لوگ کہ یونانی کا بخوبی علم رکھتے ہیں وے کہتے ہیں کہ اس خط کی یونانی پلوس کی یونانی سے مشابہ نہیں ہے۔" یہ امر بھی غور طلب ہے کہ اس خط میں راقم کے نام کا کہیں ذکر نہیں تاریخ یوسیبیس کی چھٹی کتاب کے باب ۲۵ میں اُرجن کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ:۔ "جو احوال قبل ہمارے زبان زد رہا ہے یہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ کلیمنٹ نے جو روم کا بشپ تھا نامہ عبرانیوں کو تصنیف کیا اور بعض کہتے ہیں ——— یہ لوقا کا ترجمہ کیا ہوا ہے" ارینیس بشپ لینس (تخمیناً ۱۷۸ء) اور ہپ پولیتس (۲۲۰ء) اور نوکی ٹس پریسبیٹر روم (تخمیناً ۲۵۱ء) نے اس نامہ سے بالکل انکار کیا ہے ٹرٹیلین جو ۲۰۰ء کے قریب کارتھیج کا پریسبیٹر تھا عبرانیوں کے نامہ کو نامہ برنباہ بتلاتا ہے کیئس جو ۲۱۲ء کے قریب روم کا پریسبیٹر تھا پولوس کے صرف تیرہ (۱۳) نامے گنتا ہے اور نامہ عبرانیوں کو شمار میں نہیں لاتا سائی پرن جو ۲۴۸ء میں کارتھیج کا بشپ گذرا ہے اپنی تحریروں میں اس نامہ کا سرے سے حوالہ ہی نہیں دیتا۔

مندرجہ بالا بحث پولوس کے صرف ایک خط کے متعلق تھی مگر ان کے تمام خطوط عیسائی مصنفین کے ہی ہاتھ سے مجروح ہو چکے ہیں پادری ذاکر صاحب اپنی تفسیر اعمال مطبوعہ الہ آباد ۱۸۶۷ء کے مقدمہ کتاب کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں کہ کتاب اعمال میں باب ۱۲ سے لیکر باب ۲۸ تک پولوس کے تمام واقعات و حالات و اعمال کا ذکر ہے مگر پولوس کے ان خطوط کا کہیں ذکر نہیں۔ یوسیبیس اپنی تاریخ کی چھٹی کتاب کے باب ۲۵ میں

ارتجین کا یہ قول نقل کرتا ہے کہ "پولوس نے تمام گرجوں کو کچھ لکھکر نہیں بھیجا اگر بعض کو جو لکھا تو بھی دو چار سطر عبارت"۔ لارڈنز صاحب اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۷ء جلد ۸ صفحہ ۳۸۳ پر ارتجین کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ فرقہ ابیونی کے دونوں گروہوں نے پولوس کے نامجات کورد کیا تھا اور پولوس کو دانا اور نیک آدمی نہیں سمجھتے تھے۔ یوسی بیس بھی اس قول کی تائید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ابیونیوں کے نزدیک پولوس توریت سے منحرف تھا۔

افسیون کے نام پہلا خط جس کا حوالہ افسیون کے باب ۳ آیہ ۳ و ۴ میں موجود ہے مجموعہ کتب عہد جدید میں شامل نہیں تعجب ہے کہ پولوس کے جو خطوط انجیل میں شامل ہیں اُن کا تو کہیں سے کوئی ثبوت بہم نہیں پہنچا لیکن جن خطوط کا ثبوت انجیل مروجہ میں ملتا بھی ہے اُن کا کہیں پتا نہیں۔

اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ خطوط پولوس ہی کے لکھے ہوئے ہیں تو ان خطوط کے الہامی ہونے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ اول قرنتیوں کے باب ۷ آیہ ۱۲ میں پولوس لکھتا ہے کہ:-

"پر باقیوں کو خداوند نہیں میں کہتا ہوں ......"

جس سے صاف ظاہر ہے کہ پولوس اپنی طرف سے لکھ رہا ہے اور جو کچھ لکھ رہا ہے وہ اپنی رائے سے لکھ رہا ہے نہ کہ الہام سے کیونکہ اگر الہام سے لکھتا تو وہ لکھا ہوا خداوند کی طرف سے ہوتا اسی طرح اسی باب کی آیہ ۲۵ میں وہ لکھتا ہے کہ:- "پر کنواریوں کے حق میں خداوند کا کوئی حکم مجھ پاس نہیں لیکن جیسا دیانتدار ہونے کے لئے مجھ پر خداوند کی طرف سے رحم ہوا ویسا ہی میں اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں"

دوم قرنتیوں کے باب ۸ آیہ ۸ میں پولوس لکھتا ہے کہ:- "کہ میں کچھ حکم کے طور پر نہیں بلکہ اوروں کی سرگرمی کے سبب تمہاری محبت کی حقیقت آزمانے کے لئے یہ کہتا ہوں"

اس نوع کی عبارت کو الہام ربانی سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ اگر انجیل مروجہ کو خدا کی کتاب یا عیسیٰ مسیح کی کتاب قرار دیا جاتا ہے۔ تو پولوس کی ذاتی تحریروں کی اس میں شمولیت کیونکر جائز ہو سکتی ہے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ یہ تحریریں بھی ہر اعتبار سے مشکوک ہوں اور پولوس ان بارہ تخت نشینوں میں سے بھی نہ ہوں جن کی نشاندہی مسیح نے کی اور جنہیں تخت نشینی کی بشارت دی گئی جیسا کہ متی باب ۱۹ آیہ ۲۸ میں ذکر آیا ہے۔

Marfat.com

یعقوب کا خط فرقۂ پراٹسٹنٹ کے پیشوا مارٹن لوتھر نامہ یعقوب کے متعلق یہ رائے رکھتے تھے کہ "یہ گھاس پھوس ہے" یعنی نہایت بے قدر اور ناقابل اعتبار۔ وارڈ صاحب اپنی کتاب "اغلاط نامہ" کے صفحہ ۳۷ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"پومرن جو کہ شاگرد رشید لوتھر اور علماء کبار فرقہ پراٹسٹنٹ سے ہے لکھتا ہے کہ یعقوب اپنے نامہ کو واہیات میں تمام کرتا ہے اور حوالہ کتابوں کا ایسا مختلف دیتا ہے کہ جس میں روح القدس نہیں رہ سکتا۔ اس لئے وہ نامہ الہامی کتابوں میں نہ گنا جائے"۔

یعقوب باب ۵ آیہ ۱۴ میں ہے کہ:۔

"اگر کوئی تم میں بیمار پڑے تو کلیسے کے بزرگوں کو پاس بلائے اور وے خداوند کے نام سے اس پر تیل ڈال کے اس کے لئے دعا مانگیں"۔

مندرجہ بالا حکم کے متعلق مارٹن لوتھر لکھتے ہیں کہ:۔

"گو یہ نامہ یعقوب کا ہو مگر میں جواب دیتا ہوں کہ حواری کو نہیں پہنچتا کہ اپنی طرف سے سکرمنٹ (یعنی حکم شرعی) بنا دے۔ یہ منصب صرف عیسیٰ (علیہ السلام) کا تھا"۔

یہ وہی یعقوب ہیں جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے پولوس کو خادم دین بنایا۔ اور یہی وہ ترکیبیں ہیں جن سے پولوسیوں کو جرأت ہوئی کہ وہ اپنی رائے سے ترمیم و تنسیخ عمل میں لاکر شریعت کی اصلی صورت کو تبدیل کر ڈالیں اس اجمال کی تفصیل دوسرے موقعہ پر انشاء اللہ آئے گی۔

پطرس کے دو خطوط اس کے بعد پطرس کے دو خطوط مجموعہ میں شامل ہیں پطرس کا شمار عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں ہے مگر تعجب ہے کہ بعض عیسائی مصنفین نے ان پر بھی بہت لے دے کی ہے ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ عیسائی تحریریں ان کے متعلق کیا کہتی ہیں یہ وہی پطرس ہیں جنہیں مخاطب کرکے مسیح نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ:۔ "اے کم اعتقاد تو کیوں شک لایا" (متی باب ۱۴۔ آیہ ۳۱) دوسرے موقعہ پر

مسیح نے انہیں شیطان کہا۔ متی باب ۱۶ آیہ ۲۳ میں ہے کہ :۔ "پر اس نے (یعنی مسیح نے) پھر کے پطرس سے کہا اے شیطان میرے سامنے سے دُور ہو تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے کیونکہ تو خدائی باتوں کا نہیں بلکہ انسان کی باتوں کا خیال رکھتا ہے" بالآخر جب کہ مسیح کے مصلوب ہونے کا وقت قریب آیا تو مسیح نے پیشین گوئی کی کہ اُسی رات مرغ کے بانگ دینے سے پہلے پطرس تین مرتبہ مسیح کا انکار کریگا چنانچہ یہ پیشینگوئی پوری ہوئی (دیکھو متی باب ۲۶ - آیہ ۳۴ اور آیہ ۶۹ تا ۷۵) مسٹر پولک پطرس پر غلطی اور انجیل کے متعلق جہالت کا الزام لگاتے ہیں۔ برنشس جو کہ بقول جوئل صاحب کے ایک فاضل اجل عیسائی کہتا ہے کہ حواریوں کے سردار پطرس نے اور برنباہ نے بھی بعد نزول روح القدس کے غلطیاں کیں۔ جان کالون کا قول ہے کہ پطرس نے کلیسا میں بدعات پھیلائیں اور عیسائیوں کی آزادی کو خطرہ میں ڈالا اور توفیق طاعت کو ان سے چھین لیا۔ اس بارہ میں وہ پطرس اور برنباہ کو بہت ملامت کرتا ہے۔ وائی ٹیکر جو فرقہ پروٹسٹنٹ میں ایک زبردست عالم گزرا ہے کہتا ہے کہ بعد عروج مسیح اور نزول روح القدس کے سارے کلیسہ نے غلطی کی ہے نہ صرف عوام بلکہ خواص نے بھی۔ بلکہ حواریوں نے بھی جو غیر اسرائیلیوں کو ملت مسیحی کی جانب دعوت دی اور پطرس نے اور بھی غلطی رسوم میں کی اور یہ بڑی غلطیاں حواریوں سے بعد نزول روح القدس کے ہوئیں"۔ گلیتوں کے باب ۲ آیہ ۱۱ تا ۱۴ میں پولوس کا قول درج ہے کہ :"پر جب پطرس انطاکیہ میں آیا تو میں نے روبرو اس سے مقابلہ کیا اس لئے کہ وہ ملامت کے لائق تھا کیونکہ وہ پیشتر اس سے کہ کئی شخص یعقوب کی طرف سے آئے غیر قوم والوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا۔ پر جب وے آئے تو مختونوں سے ڈر کر پیچھے ہٹا اور الگ ہو گیا اور باقی یہودیوں نے بھی اس کے ساتھ دورنگی کی یہاں تک کہ برنباس بھی دب کر ان کی ریا میں شریک ہوا"۔ تعجب ہے کہ جس پطرس پر ان غلطیوں اور ریاکاریوں کا الزام لگایا گیا ہے اسی پطرس کے دو خطوط کو الہامی نوشتوں میں شامل کر کے کتب مقدسہ عہد جدید میں جگہ دی جاتی ہے اور ایسی تحریروں کو انجیل مروجہ کے اجزاء ترکیبی کا مرتبہ دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

یوحنا کے خطوط و مکاشفات اس کے بعد یوحنا کے تین خطوط مجموعہ میں درج ہیں اور سب سے آخر میں مکاشفات۔ پہلے خط کی بابت مفتاح الکتاب کے صفحہ ۳۰۰ پر لکھا ہے کہ :۔ "اگرچہ اس خط کے شروع یا آخر میں یوحنا کا نام نہیں ہے مگر ہر زمانہ کے لوگ اُسی رسول کو اس خط کا راقم کہتے آئے ہیں"۔ مگر یہ کچھ نہیں لکھا کہ یہ خیال کن واقعات پر مبنی ہے صرف انداز عبارت اور مضامین خط سے ان امور میں خاطر خواہ رہنمائی نہیں ہوسکتی دوسرے خط کی بابت مفتاح الکتاب میں لکھا ہے کہ :۔ "جس برگزیدہ بی بی کو یہ لکھا گیا وہ بظاہر ایک عزت دار عیسائی بیوہ تھی جو کلیسیوں میں مشہور تھی لیکن اس کی تحقیق خبر نہیں کہ وہ کہاں کی رہنے والی تھی۔ شاید اس کا ٹھکانہ شہر افسس کے قرب وجوار میں تھا۔ اگرچہ اس خط میں راقم کا نام نہیں پایا جاتا تو بھی صریح ہے کہ یوحنا ہی نے یہ سنہ ۶۹ء کے قریب لکھا"۔ تعجب ہے کہ جس خط میں نہ کاتب کا نام درج ہے، نہ مکتوب الیہا کا نہ تاریخ تصنیف، اُس خط کی مکتوب الیہا کی سکونت کا مقام اور اس خط کی تصنیف کا سنہ مصنف مفتاح الکتاب کو کس ذریعہ سے معلوم ہوا بالخصوص جبکہ عیسائی مصنفین میں اس بارہ میں اختلاف ہو۔ پادری یونس سنگھ اور پادری واٹس نے اپنی کتاب سوال وجواب میں سوال ۲۹۱ کے جواب میں یوحنا کے اس دوسرے خط کی بابت لکھا ہے کہ :۔ "بعضے گمان کرتے ہیں کہ یہ برگزیدہ بی بی یروشلم کی کلیسیہ کا لقب تھا پر لوگ بالاتفاق اس بات پر قوی نہیں ہیں اور اس کی نسبت عام خیال یہ ہے کہ وہ ایک عورت تھی جو اپنی دینداری کے باعث مشہور تھی"۔

ڈاکٹر لبسن کا قول ہے کہ سُریا کا کلیسیہ پطرس کے دوسرے خط اور یوحنا کے دوسرے اور تیسرے خطوط اور یہوداہ کے خطوط اور یوحنا کے مکاشفات کو تسلیم نہ کرتا تھا۔ کونسل لوڈیسیا (۳۶۴ء) نے بھی کتاب مکاشفات کو معتبر نہیں قرار دیا۔ جروم کے عہد میں بھی بعض کلیساؤں نے اس کتاب کو نہیں مانا۔ یوسی بیس اپنی تاریخ کی کتاب ۷، باب ۲۵ میں لکھتا ہے کہ بعض نے کتاب مشاہدات کو علیحدہ کر دیا ہے اور اس کے رد میں کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ یہ سب کچھ بے معنی ہے اور جہالت کا بہت بڑا حجاب ہے اور یوحنا کی طرف اس کی نسبت بالکل غلط ہے کیونکہ اس کا مصنف نہ کوئی پاک شخص ہے۔ نہ کوئی عیسائی ہے بلکہ

Marfat.com

ایک ملحد سرن تھس ہے جس نے اپنی تصنیف یوحنا کے نام سے غلط موسوم کردی لارڈنر اپنی کتاب کی جلد ۴ کے صفحہ ۳۲۳ پر لکھتے ہیں کہ مکاشفات یوحنا پہلے سریانی ترجمہ میں شامل نہیں۔

یہوواہ کا خط مجموعہ کتب عہد جدید میں خطوط یوحنا اور مکاشفات یوحنا کے درمیان یہوداہ کا جو ایک خط درج کر دیا گیا ہے اس سے بکثرت مسیحی علمائے متقدمین کو انکار رہا ہے گرڈلیس کا قول اس بارہ میں یہ ہے کہ یہ اس یہوداہ کا خط ہے جو اورین کے عہد میں یروشلم کا پندرھواں اسقف تھا۔ بائیبل کے حصہ عہد جدید کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس نوع کی کتابیں زمانہ دراز تک مجموعہ میں شامل نہیں کی گئیں۔ یعنی جب تک کہ ان کتابوں کے معتبر یا نامعتبر ہونے کے متعلق تحقیقات بآسانی کی جاسکتی تھی اس وقت تک تو یہ بائیبل میں شامل نہ کی گئیں اور کئی سو برس بعد جب اس قسم کی تحقیقات کا زمانہ گذر گیا اور ان کی صحت یا عدم صحت کی کیفیت کا دریافت کرنا ناممکن ہو گیا اس وقت یہ کتابیں یک بیک بائیبل میں شامل کر لی گئیں۔

کیا یہ کتابیں الہامی ہیں؟ ربیس کی سائیکلوپیڈیا کی جلد ۹ میں عیسائی نقطۂ نظر سے اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور صاف طور پر کہا گیا ہے کہ لوگوں نے کتب مقدسہ کے تمام الہامی ہونے کی نسبت بہت کچھ گفتگو کی ہے اور ان کا کہنا یہ ہے کہ ان کتابوں کے مؤلفین کے افعال اور ان کی تحریروں میں غلطیاں بھی ہیں۔ اور اختلافات بھی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حواری بھی آپس میں ایک دوسرے کو صاحب وحی نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ یروشلم کی کونسل میں آپس کی چھیڑ چھاڑ اور پولوس کے پطرس پر الزامات لگانے سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے پھر اس امر کا بھی اظہار کیا گیا ہے کہ قدیم زمانے سے عیسائیوں کا خیال ان لوگوں کے متعلق یہ تھا کہ یہ لوگ خطاسے خالی نہیں اور بعض صورتوں میں ان کے حرکات و سکنات پر روک ٹوک بھی ہوئی ہے۔ بحث مذکورہ میں ایک فقرہ یہ بھی درج ہے کہ "ہم نہیں پاتے کہ حواری لوگ ایسے طور پر گفتگو شروع کرتے ہوں جیسے پیغمبر شروع کرتے تھے کہ وہ خدا کی طرف سے بولتے تھے"۔ اس کے بعد سائیکلوپیڈیا

مذکور میں لکھا ہے کہ :۔ میکانس نے اس ہوشیاری اور بیدار مغزی سے جو کہ اس عظیم مقصد کے لئے ضروری تھی طرفین کے دلائل کو تول کر اس مسئلہ کا یہ فیصلہ کیا ہے کہ نجات کے لئے تو الہام البتہ مفید ہے لیکن تاریخی کتابوں کے لئے جیسے کہ اناجیل اور اعمال ہیں اگر الہام سے بالکل قطع نظر کرلی جائے تو کچھ نقصان نہیں بلکہ کچھ فائدہ ہی ہوگا۔ اگر تاریخی معاملات میں حواریوں کی گواہی صرف دیگر انسانوں کی گواہی کی طرح مانی جاوے جیسا کہ مسیح نے یوحنا باب ۱۵ آیہ ۲۷ میں کہا ہے" جس آیہ کی جانب یہاں اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ اور اس سے اوپر کی آیت یہ ہے:۔

"۲۶۔ پر جب کہ وہ تسلی دینے والا جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا۔ یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے آوے تو وہ میرے لئے گواہی دیگا۔

۲۷۔ اور تم بھی گواہی دو گے اور کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو" (یوحنا۔ باب ۱۵)

مندرجہ بالا آیہ ۲۶ وہی معرکۃ الآراء آیت ہے جس پر مسلمانوں اور عیسائیوں میں بڑے زور و شور کی بحثیں رہی ہیں۔ مسلمان محققین کا فیصلہ ہے کہ اس آیت میں "تسلی دینے والا" غلط ترجمہ ہے یا تو ترجمہ میں غلطی کی گئی ہے یا دیدہ و دانستہ یہاں تحریف سے کام لیا گیا ہے اصل لفظ فارقلیط ہے جس کا صحیح ترجمہ "ستودہ صفات" یعنے احمد و محمد ہے اور یہ پیشگوئی نبی آخر الزمان کی شان میں کی گئی ہے مگر اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو انشاء اللہ الحاق و تحریف کی بحث میں آئے گی۔

بعد کی آیت یعنی مندرجۂ بالا آیہ ۲۷ کے سلسلہ میں اس امر کی جانب اشارہ کردینا یہاں نامناسب نہ ہوگا کہ بعض معقول پسند اور سمجھدار عیسائیوں کے نزدیک بھی اناجیل مروجہ حواریوں یا حواریوں کے شاگردوں کی لکھی ہوئی صرف تاریخی کتابیں ہیں اور اس سے زیادہ وقعت کی وہ مستحق نہیں؛ اور مسلمانوں کا اس بارہ میں کہنا یہ ہے کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جو وحی کے ذریعہ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور ہم تک بلا کسی تغیر و تبدل اور بلا کسی کمی و بیشی کے پہنچا لیکن موجودہ

اس قسم کا کلام نہیں۔ یہ انجیل نہ وہ کلام الٰہی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر حق تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوا ہو اور ہم اور ہم تک بلا تغیرو تبدّل اپنی اصلی صورت میں پہنچا ہو۔ نہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کی تصنیف ہے نہ آپ کی دیکھی ہوئی اور تصدیق کی ہوئی کوئی کتاب ہے بلکہ یہ محض حواریوں اور ان کے شاگردوں کے ملفوظات ہیں اور وہ بھی بگڑی ہوئی اور مسخ شدہ صورتوں میں۔ ان حالات میں انجیل مروجہ کا قرآن پاک سے کوئی مقابلہ نہیں کیونکہ احادیث کی صحت کا جو اہتمام مسلمانوں نے آج تک رکھا ہے اور احادیث کی صحت و عدم صحت اور صحت کے مختلف مدارج کے تعین میں جو کوشش بلیغ اُنہوں نے کی ہے۔ اور اصول روایت و درایت کی تدوین میں جس کمال کا اُن سے اظہار ہوا ہے اُس کی نظیر دنیا کی کسی دوسری قوم نے آج تک پیش نہیں کی۔ ہاں اس انجیل کا موازنہ بزرگوں کے ملفوظات سے ہوسکتا ہے مگر اس موازنہ کے بعد بھی مشکل ہے کہ عہد جدید کی کتابوں کا پلہ بھاری نکلے۔ اس مسئلہ پر بھی تفصیلی بحث کا موقع اسی سلسلہ مضامین میں آگے چل کر آئے گا،

Marfat.com

سرگذشت اناجیل

اناجیل اربعہ اور بقیہ کتب عہد جدید کسی کی بھی اصلی تصنیف ہوں اور کسی زمانہ میں بھی تصنیف ہوئی ہوں، الہامی ہوں خواہ مصنفین کی ذاتی تصانیف، اُن کے مذہبی تقدس کے تسلیم ہونے اور ان کے قابل اعتماد ہونے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس بات کا کافی طور پر اطمینان کر لیا جائے۔ کہ ان کا اصلی اور ابتدائی وجود آج اپنی سچی صورت میں ہمارے سامنے باقی بھی ہے یا نہیں اور جو کتابیں آج ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہیں وہ اپنی اصلی صورت میں قائم بھی ہیں یا نہیں اس امر کی تحقیقات کے لئے ضرورت ہے کہ :-

(۱) قدیم نسخوں کو ٹٹولا جائے۔ ان کی قدامت کا حال دریافت کیا جائے۔ پھر اُن سے موجودہ مروجہ نسخوں کا مقابلہ کیا جائے۔

(۲) تراجم کی صحت یا عدم صحت پر تنقیدی نظر ڈالی جائے۔

(۳) بعض مصنفین قدیم نے اناجیل کے بعض مضامین کو اپنی تصانیف میں جگہ دی ہے جس سے عیسائی علماء اناجیل مروجہ کی قدامت وصحت پر دلیل لاتے ہیں۔ چنانچہ اس دعوے پر بھی تحقیقی نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

قدیم نسخے: اس بات پر مسیحی علماء کا اتفاق ہے کہ انجیل کے جتنے اصلی نسخے تھے سب ضائع ہو چکے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی۔ چنانچہ متی کی انجیل (باب ۲۷ آیہ ۴۶) میں جو فقرہ عیسیٰ علیہ السلام کی زبان کا نکلا ہوا درج ہے کہ "ایلی ایلی لما سبقتانی" (یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا) وہ عبرانی زبان میں ہے اسی سلسلہ کے مضمون نمبر ۴ میں بتلایا جا چکا ہے کہ بکثرت عیسائی علما تسلیم کرتے

ہیں کہ متی کی انجیل عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی۔ مگر آج وہ عبرانی نسخہ اس دنیا سے مفقود ہے اور اُس کو غائب ہوئے بارہ سو برس سے زائد گذر چکے۔ اب یونانی زبان کے ترجمے ہی عہد جدید کی اصلی کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ مگر ان قدیم یونانی نسخوں میں سے جو کہ تعداد میں بہت ہی کم ہیں کوئی نسخہ چوتھی صدی عیسوی سے پہلے کا نہیں بیان کیا جاتا۔ اور ان کے چوتھی صدی کا ہونے میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے۔ فرنیس کرانورڈ برکٹ فاضل علوم دینیات و پروفیسر الہیات متعینہ کیمبرج یونیورسٹی انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا مطبوعہ ۱۹۲۹ء کی جلد ۳ میں زیر عنوان "بائیبل" تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"بہت عرصہ ہوا کہ عہد جدید کے اصلی قلمی نسخے ضائع ہو چکے ہیں باستثناء چند منتشر اجزاء کے جو سب کے سب شمالی مصر سے دستیاب ہوئے۔ یہی حشر عیسائیوں کی بقیہ دیگر قدیم قلمی کتابوں کا بھی ہوا۔ جب چوتھی صدی (عیسوی) میں حکومت عیسائی ہو گئی اور چرچ قائم ہوا تو نسخوں کی باقاعدہ نقلیں شروع ہو گئیں جنہیں کوڈیکس کہتے ہیں۔ چوتھی صدی کے اس قسم کے صرف دو کوڈیکس اب باقی ہیں اور ان میں جو کچھ درج ہے۔ اُسی کو اس زمانہ میں پوری بائیبل سمجھا جاتا تھا۔

ہارن صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:۔

یونانی نسخے بہت کم ہیں جن میں عہد عتیق اور جدید دونوں کی کتابیں موجود ہوں۔ اکثر میں صرف ۴ انجیلیں ہی پائی جاتی ہیں۔ اور بعض نسخوں میں صرف حواریوں کے اعمال اور بعض میں اعمال اور پولوس کے نامے اور چند نسخوں میں صرف مشاہدات یوحنا۔ سب نسخے بالخصوص وہ جو زیادہ قدیم ہیں زمانہ کے دست تصرّف سے یا غفلت سے ناقص ہو گئے ہیں۔ ان نسخوں میں پہلے کے لکھے ہوئے کو مٹا کر اس کی تصحیح کی ہے۔ بعض جگہ خوب نہیں مٹایا کیونکہ اصلی لکھا ہوا بھی معلوم ہوتا ہے۔ اصلی لکھے ہوئے کو بعد کی تصحیح پر ترجیح دی جاتی ہے پہلے لکھے ہوئے کو کہیں تو اس طرح مٹایا ہے کہ الفاظ پر خط کھینچ دیا گیا ہے۔

Marfat.com

کہیں چاقو سے چھیلا ہے کہیں اسفنج سے پونچھ دیا گیا ہے اور اس جگہ دوسرے الفاظ لکھ دیئے گئے ہیں۔ اس طرح کا مٹانا چند حروف یا الفاظ تک محدود نہیں بلکہ کوڈیکس بیزی اور دیگر کتب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح پوری کتابیں کی کتابیں صاف کر کے اُن پر دوسری کتابیں لکھ دی گئی ہیں۔ جہاں بسبب زمانہ دراز کے کوئی تحریر اڑ جاتی اس کو اُسی طرح رہنے دیتے اور بغیر زیادہ مٹانے کے اُسی پر دوسری تحریر لکھ دیتے + + + + + + + + + مدت تک یہ خیال رہا کہ یہ روش گیارھویں بارھویں تیرھویں اور چودھویں صدی تک رہی اور یونان میں بالتخصیص جاری رہی مگر حقیقت یہ ہے کہ وحشت اور جہالت کی یہ قباحت زیادہ عرصہ تک قائم رہی اور رومیوں میں بھی پھیلی رہی "

فن طباعت کی ایجاد سے قبل اور کاغذ کے وجود میں آنے اور ارزاں ہونے سے پیشتر کتابوں کی اشاعت میں جو دقتیں پیش آتی تھیں اُن کا ذکر اسی سلسلہ کے مضمون نمبرا میں آچکا ہے اُسی مضمون میں "سرگذشت توریت" کے زیر عنوان توریت کی جو آٹھ تباہیاں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے آخری پانچ بربادیوں میں جو کہ ولادت مسیح کے بعد واقع ہوئیں اناجیل اور بقیہ کتب عہد جدید بھی شامل ہیں حفاظ کے وجود کا نہ ہونا جو یہودیوں کی خامی کا باعث تھا عیسائیوں کی بھی خامی کا باعث رہا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ بعض پادریوں کے علاوہ کسی کو اپنے پاس انجیل رکھنے کی اجازت نہ تھی۔ عوام الناس کو اس زمانہ میں انجیل پڑھنے تک کی ممانعت تھی۔ ۱۵۲۴ء میں شہر لیزک میں ایک کتب فروش جس کا نام ہرگاٹ تھا۔ صرف اس جرم پر قتل کر دیا گیا کہ اُس نے ایک انجیل فروخت کی تھی۔ اسی جرم میں ایک دوسرے کتب فروش کی آنکھیں نکالی گئیں تھیں مارٹن لوتھر کے زمانہ سے انجیلوں کو شہرت ہوئی ہے۔ مگر طباعت کی ایجاد کے بعد بھی کچھ عرصہ تک انجیلیں بہت گراں رہیں۔ ہندی تواریخ کلیسا کے صفحہ ۲۳۲ پر لکھا ہے۔ کہ فرانس میں جو انجیل کہ پانچسو روپیہ میں فروخت ہوتی تھی وہ ایجاد طباعت کے بعد بھی وہاں ایک سو بیس سے کم میں دستیاب نہ ہوتی تھی۔ پھر ایک عیسائی

Marfat.com

تصنیف مرآت الصدق (صفحہ ۴۸-۴۹) کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نوع کے واقعات بھی پیش آتے رہے ہیں پروٹسٹنٹ عیسائیوں نے رومن کیتھولک عیسائیوں کی عداوت میں وہ تمام کتب خانے غارت کر دیئے۔ جن کا ذکر جی۔ بیل رو رو کر کرتا ہے اُن کتابوں کو غرق کیا۔ اُن کے اوراق سے اپنے شمعدان اور جوتے صاف کئے۔ دوکانداروں اور صابون بیچنے والوں کے ہاتھ اُنہیں فروخت کیا کہ وہ اُن سے پڑیاں بنائیں۔ سمندر پار کے جلد سازوں کے ہاتھ اُن کتابوں کو فروخت کیا اور وہ بھی کچھ سو پچاس کی تعداد میں نہیں بلکہ جہاز کے جہاز لاد کر۔ مذہبی کتابیں عداوت باہمی کی بنا پر اس کثیر تعداد میں برباد ہوئیں کہ غیر اقوام کے لوگوں کو تعجب آتا تھا۔ اس نوع کے واقعات کا یہ نتیجہ ہوا کہ اصلی کتابیں برباد ہو گئیں اور نقلی اور جعلی کتابوں نے ان کی جگہ لے لی۔ ممکن ہے کہ ان جعلی کتابوں میں سب جھوٹ ہو یا کچھ سچ ہو اور کچھ جھوٹ۔ دونوں صورتوں میں وہ محققین کی نگاہ سے گر گئیں اور آج یورپ میں عیسائی جماعتوں ہی کے لوگ ان پر نکتہ چینیاں کرتے ہیں اور انہیں ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں

قدیم عیسائی محققین نے اپنے زمانہ کے اُن قلمی نسخوں کو جو اصلی نسخوں کی نقلیں بیان کئے جاتے تھے کوشش بلیغ سے عبارات کا مقابلہ کر کے متعدد اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ ڈاکٹر گریس باخ (گریس بک) کے وضع کردہ قوانین کے مطابق عہد جدید کے یونانی نسخے تین اقسام میں تقسیم کئے گئے ہیں:-

(۱) پہلی قسم الیگزنڈرین ہے۔ جس کو مصری نسخہ بھی کہتے ہیں۔ اس قسم میں وہ تمام قلمی نسخے داخل ہیں۔ جن کی مشہور عبارتیں الیگزنڈریہ (اسکندریہ) کے مؤرخین و مصنفین کی اُن عبارات سے مطابقت رکھتی ہیں جو اُن لوگوں نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔ ان مصنفین میں اوریجن اور کلیمنٹ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ان دونوں مصنفین کے بعد مصریوں اور یونانیوں نے اسی نسخہ کو اختیار کر لیا۔

(۲) دوسری قسم آکسی ڈینٹل یا ویسٹرن یعنی مغربی نسخہ کی قرار دی جاتی ہے اس قسم کے نسخے افریقہ اٹلی اور مغربی یورپ میں مروج ہو گئے۔

Marfat.com

۳۔ تیسری قسم بائزن ٹائین یا ورنیکل یعنی مشرقی نسخہ کی ہے۔ پانچویں اور چھٹی صدی کے درمیان محققین کے ہاتھ ایک ایسا نسخہ آگیا جو مذکرہ بالا دونوں نسخوں سے مختلف تھا۔ نسخہ قسطنطنیہ میں مقبول ہوگیا۔ قسطنطنیہ کو اس زمانہ میں بائیزن ٹائین کہتے تھے۔ اور وہ پوپ کا پائے تخت تھا چنانچہ قرب و جوار کے صوبے اور ممالک اور وہ تمام لوگ جو قسطنطنیہ کے پوپ کے روحانی تسلط کے مطیع تھے۔ بائزن ٹائین نسخہ کے بھی مطیع ہوگئے۔ اس نسخہ کی عبارتیں یونانی ولگٹ کے نسخہ سے بہت مطابقت رکھتی ہیں مسٹر میکیس نے بائزن ٹائین نسخہ کو قدیم وجدید کی تفریق سے بھی منقسم کیا ہے۔ مگر کوئی قاعدہ مقرر نہیں جس کی رُو سے ہم قدیم وجدید میں تمیز کر سکیں۔

مذکرہ بالا تین اقسام پر مسٹر میکیس نے ایک چوتھی قسم کا اضافہ کیا ہے جسے وہ اڈیسین نسخہ پیکیٹو یا پرانا سریانی زبان کا ترجمہ جدید قرار دیتے ہیں اس نسخہ میں مذکرہ بالا تینوں نسخوں سے بہت اختلاف ہے

بعض پادریوں نے زمانہ کے اعتبار سے ان نسخوں کی ترتیب کی ہے مثلاً پروفیسر بنگ نے اور بعض نے دیگر اعتبارات سے انہیں تقسیم کیا ہے۔ مقصد ان تقسیمات و تحقیقات کا یہ تھا کہ اصلی اور غیر اصلی نسخوں میں امتیاز پیدا ہو سکے اور صحیح عبارات کو غلط عبارات سے تمیز کیا جا سکے مگر اس میں ناکامی رہی اور پیچیدگیاں روز بروز بڑھتی گئیں۔ ہارن صاحب بالآخر تنگ آکر لکھتے ہیں کہ اب کسی نسخہ میں مصنف کی ساری عبارت درج نہیں بلکہ تمام جہاں کے نسخوں میں وہ پھیلی ہوئی ہے۔ بینٹلی صاحب لکھتے ہیں کہ مصنفوں کے اصلی نوشتے اب موجود نہیں ہیں اس لئے ان کے تمام اصلی الفاظ کسی ایک نقل میں نہیں ملتے لیکن جملہ نقول کے مقابلہ سے دریافت ہوتے ہیں پادری فانڈر صاحب فرماتے ہیں کہ :۔

"اب درآنحالیکہ اصل نسخہ موجود نہ رہا اور قدیم کتابوں کا شاید ایک بھی اصل نسخہ اب تک باقی نہ رہا ہو، پس ان غلطیوں کے تصحیح کرنے کی کوئی اور راہ اور تدبیر نہیں ہے مگر یہ کہ اس کی سب نقلیں نزدیک و دور سے جمع کریں اور عالم و فاضل زباندان ان سب کو مقابلہ کرکے اس راہ سے تصحیح کریں اور جتنے نسخے زیادہ ہوں تصحیح

بھی اتنی ہی آسان ہوگی "

(اختتام دینی مباحثہ)

ہم یہ کہتے ہیں کہ مقابلہ کے لئے نسخے خواہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں جب اصلی نسخہ کا وجود ہی مفقود ہے تو یہ ظنّی تصحیحات کیونکر معتبر ہوسکتی ہیں۔

کوڈیکس اب ذرا ان قدیم قلمی نسخوں پر بھی نظر ڈال لینے کی ضرورت ہے جنہیں کوڈیکس کہتے ہیں اور جن کی قدامت کے زعم پر پادری عوام کے سامنے اناجیل مروّجہ کی صحت و صداقت کا بڑے زور و شور سے دعوے کرتے ہیں سند رجہ ذیل حالات بیشتر ہالان صاحب کے انٹروڈکشن سے ماخوذ ہیں:۔

(۱) کوڈیکس الیگزنڈرین یعنی نسخہ سکندریہ۔ اس نسخہ کو ۱۶۲۸ء میں قسطنطنیہ کے لاٹ پادری نے چارلس اوّل شاہ انگلستان کو نذر کیا۔ برٹش میوزیم میں موجود ہے عیسائی علماء مصححین بائبل نے قدامت کے لحاظ سے اسی نسخہ کو اوّل درجہ میں رکھا ہے یہ چار جلدوں میں ہے تین جلدوں میں عہد عتیق کی جھوٹی سچی ساری کتابیں شامل ہیں اور چوتھی جلد میں عہد جدید کی کتابیں۔ اس جلد میں کلیمنٹ کا نامہ اوّل بنام کارنتھنز اور زبور سلیمان بھی درج ہیں جنہیں عیسائی اب جعلی قرار دیتے ہیں عہد جدید کی کتابوں میں سے متی کی انجیل ابتداء باب ۲۵ آیہ ۶ تک اور یوحنا کی انجیل باب ۶ آیہ ۵۰ سے باب ۸ آیہ ۵۲ تک اور نامۂ دوم قرنتھیون کو باب ۴ آیہ ۱۳ سے باب ۱۲ آیہ ۷ تک غائب ہے زبور سے پہلے اتھانی سیئس کا ایک نامہ بنام مارسیلینس زائد ہے اور اس کے بعد ایک فہرست ان زبوروں کی بھی درج ہے جو رات دن کے ہر گھنٹہ کی نماز میں استعمال کی جائیں۔ چند گیت بھی اس فہرست میں درج ہیں جن میں سے گیارہواں گیت حضرت مریم کی تعریف میں ہے بعض عیسائی علماء نے اس نسخہ کی بہت تعریف کی ہے اور بعض نے انتہا درجہ کی مذمت۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ نسخہ کس نے لکھا کب لکھا اور کہاں لکھا گیا۔ گریب اور اسکا نیر اسے اختتام صدی چہارم سے قبل بتلاتے ہیں وِٹسٹین پانچویں صدی کا، ڈاکٹر سیملر ساتویں صدی کا میکیلس آٹھویں صدی کا، اور اُڈن

دسویں صدی کا بتلاتے ہیں - یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دسویں صدی عیسوی میں یورپ انتہا درجہ کی تاریکی اور جہالت میں غرق تھا اور نفسانیت جھوٹ دغا فریب اور جعل سازی کی گرم بازاری تھی۔

۲- کوڈیکس واٹیکن یعنی پوپ کے محل (روم) والا نسخہ۔ عیسائی علماء کے نزدیک اُس کا دوسرا نمبر ہے رومی ترجمہ سیپٹواجنٹ (مطبوعہ سنہ ۱۵۹۰ء) میں اس نسخہ کا متن ہے - اور رومی نسخہ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ یہ نسخہ سنہ ۳۸۷ء سے قبل یعنی چوتھی صدی کے آخر کا لکھا ہوا ہے۔ پروفیسر ہگ کا خیال ہے کہ یہ چوتھی صدی کی ابتدا کا ہے بشپ مارش پانچویں صدی کے آخر کا بتلاتے ہیں مونت فاکن اور بلین کا ین پانچویں یا چھٹی صدی کا کہتے ہیں اور دیوین صاحب زور دیتے ہیں کہ نہیں یہ ساتویں صدی عیسوی کا ہے مونٹ فاکس تو اس امر پر زور دیتے ہیں - کہ ایک بھی یونانی نسخہ چھٹی صدی عیسوی سے قبل کا لکھا ہوا نہیں ہے نہ کوڈیکس الیگزنڈرین اور نہ کوڈیکس واٹیکن اور یہ دونوں نسخے عیسائیوں کے نزدیک موجودہ تمام نسخوں میں قدیم ترین ہیں اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے زمانہ میں اس زمانہ کے اہلِ کتاب کے پاس توریت و انجیل کے جو نسخے تھے وہ بھی اب غائب ہیں اور قرآن شریف میں توریت و انجیل کے جو حوالجات آئے ہیں اُن کا اُن کتابوں پر صادق آنا لازمی نہیں جو آج کل توریت و انجیل کے نام سے مشہور ہیں اس پہلو پر تفصیلی بحث انشاء اللہ کسی دوسرے موقع پر کی جائے گی۔

کوڈیکس واٹیکن کے حصہ عہد عتیق سے کتاب پیدائش کے چھیالیس ابواب (از باب اوّل تا باب چھیالیس) اور زبور کے تینتیس ابواب (از باب ۱۰۵ تا ۱۳۷) غائب ہیں عہد جدید میں عبرانیوں کے باب ۹ آیہ ۱۴ سے آخر نامہ تک اور دو نامے بنام تمتاؤس اور نامجات بنام طیطس اور فلیمان اور مشاہدات یوحنا کی پوری کتاب غائب ہے مگر پندرہویں صدی میں کسی نے مشاہدات اور آخر نامہ عبرانیاں لکھ کر کوڈیکس میں

Marfat.com

شامل کر دیا ہے اس نسخہ میں کاٹ چھانٹ بہت ہے بہت جگہ چھیلا گیا ہے پھر درست کیا گیا ہے یہ کوڈکس جس لاطینی ترجمہ (یعنی سپٹواجنٹ) کی نقل ہے اُس کے متعلق وارڈ صاحب اپنی کتاب غلطنامہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں کہ مشرق کے ملحدوں نے اس میں تحریفیں کی ہیں۔ ہارن صاحب لکھتے ہیں کہ۔

"یہ بات ضرور یاد رکھی جائے کہ کوئی مترجم مثل ترجمہ لاطینی کے خراب نہیں کیا گیا۔ اس کے نقل کرنے والوں نے بہت ناجائز خود سری سے عہد جدید کی ایک کتاب میں دوسری کتاب کے فقرے داخل کر دیے اور حاشیہ کی عبارت کو متن میں درج کر دیا ہے"

باوجود اس اہمیت کے جو مذکورہ بالا دونوں کوڈکسوں کو دی جاتی ہے تعجب ہے کہ ان دونوں میں اس درجہ اختلاف ہے۔ کہ ایک نام کی دو کتابوں میں ایسا اختلاف کہیں نظر نہیں آتا ہارن صاحب لکھتے ہیں کہ جہان میں کسی کتاب کے دو نسخے ایسے مختلف نہیں جیسے کہ کوڈکس اسکندرین اور کوڈکس واٹیکن ہیں پادری فانڈر صاحب اور دیگر عیسائی محققین کو بھی یہ شکایت ہے جب اہم ترین نسخوں کا یہ حال ہے تو کم مرتبہ نسخوں کے ذکر سے کاغذ کو رنگین کرنا لاحاصل ہے تاہم اطمینان مزید کے لئے چند دیگر کوڈکسوں پر بھی نظر ڈالی جاتی ہے۔

۳۔ کوڈکس سیناٹیکس یعنی نسخہ سینا۔ اس نسخہ کی آج کل خوب دھوم مچ رہی ہے اور انگلستان نے اسے جدید اہمیت دے رکھی ہے اس کی داستان بھی عجیب ہے۔ جرمنی کا ایک مشہور عالم ڈاکٹر ٹشنڈرف ۱۸۴۴ء میں موئٹ سینائی یعنی کوہ طور کی ایک مشہور عیسوی خانقاہ سینٹ کیتھرین کے کتب خانہ کی سیر کر رہا تھا اس نے دیکھا کہ خدام خانقاہ آگ روشن کرنے کے لئے قلمی اوراق کا ڈھیر ایک ٹوکرے میں لاتے ہیں ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر چند اوراق ٹوکرے سے نکال کر دیکھے تو معلوم ہوا کہ یہ تو بائیبل کے یونانی نسخہ سبعینیہ کی کوئی پرانی نقل ہے بیتاب ہو گیا کیونکہ نسخہائے قدیم کا دلدادہ تھا فوراً راہبوں سے درخواست کر کے چالیس اوراق ٹوکری میں سے اس نے او نکال لئے اس کے انداز بیتابانہ کو دیکھ کر راہب سمجھ گئے کہ ٹوکرے میں اوراق کا یہ ڈھیر جو آگ

میں جھونکے جانے کے لئے آیا ہے غالباً کوئی قیمتی چیز ہے ۔ اور کیا عجب کہ کسی موقعہ پر افزونی دولت کا باعث ہو انہوں نے اس ٹوکرے کو اُٹھا کر حفاظت سے رکھ لیا اور ڈاکٹر کی مزید درخواست پر اسے مزید اوراق دینے سے انکار کر دیا ۔ ڈاکٹر نے جرمنی پہنچ کر اوراق بقیہ کے حصول و تحفظ کی کوشش شروع کر دی پندرہ برس کی مسلسل کوشش کے بعد وہ زار روس کو اپنی جانب متوجہ کرنے میں کامیاب ہوا اور ۱۸۵۹ء میں وہ پھر اُس خانقاہ میں آیا ۔ اس مرتبہ شاہی سفیر کی حیثیت سے آیا ۔ بڑی کوشش اور بڑی مشکل سے کامل نسخہ کی تلاش کر کے راہبوں کو رضامند کیا ۔ اور نسخہ اپنے ہمراہ لیکر روس کے پایہ تخت میں آیا ۔ یہ نسخہ وہاں کے شاہی کتب خانہ میں رہا ۔ مگر سال گذشتہ بالشوکس نے اس نسخہ کو ایک لاکھ پونڈ قیمت پر حکومت انگلستان کے ہاتھ فروخت کر دیا ۔ اس قیمت کا نصف حکومت اپنے پاس سے ادا کرے گی اور نصف رعایا سے چندہ لیا جائیگا برٹش میوزیم میں اب یہ نسخہ آ گیا ہے اور چونکہ لوگوں سے ابھی روپیہ وصول کرنا باقی ہے اس لئے اس کی قدامت اور تعریف کے اشتہارات کا آج کل زور ہے ۔ ٹائمس آف انڈیا کا بیان ہے کہ اس کوڈیکس میں عہد عتیق کی کتابوں کا بڑا حصہ ہے جو کہ یونانی زبان میں ہے نہ کہ عبرانی میں لیکن عہد جدید کی پوری کتابیں ہیں جن میں انجیل برنباس اور "دی شیپرڈ آف ہرمس" بھی شامل ہیں ۔ اسی ٹائمس آف انڈیا کی اشاعت مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۳۴ء کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کے بعض حلقوں میں اس کوڈیکس پر آوازے بھی کسے جا رہے ہیں اور بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ کتاب جعلی ہے اور کانسٹنٹائن سائمونائیڈز کا تیار کیا ہوا یہ جعل اور اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ کتاب ہے یہ شخص یونان کا رہنے والا اور انیسویں صدی کا مشہور جعلساز تھا ۔ اس کا پیشہ ہی جعلسازی تھا صورت سے اس کے وجاہت ٹپکتی تھی ۔ ماتھا اس کا بہت چوڑا تھا ۔ قدیم قلمی تحریروں کے متعلق معلومات میں اور ان کی نقل کرنے کے فن میں دنیا میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا ہزاروں قلمی نسخے اس کے قبضہ میں تھے جو اس نے مختلف عیسائی خانقاہوں سے حاصل کئے تھے ان قلمی نسخوں کے ذریعہ وہ لوگوں کو دھوکا دیتا تھا اور انہیں اپنا گرویدہ بنا کر اپنے ہاتھ کی جعلی تحریروں کو بڑی بڑی قیمتوں پر اُن کے ہاتھ فروخت کرتا تھا ۔ ایک موقع پر وہ لیپزگ

میں گرفتار بھی ہوا تھا۔ اور برلن میں اس پر مقدمہ چلایا تھا مگر جرم ثابت نہ ہو سکا اور عدالت مجبور ہو گئی کہ اُسے چھوڑ دے اس کے بعد اُس نے بڑے پیمانہ پر سیاحت شروع کر دی اور بڑے بڑے کتب خانوں کی اس نے سیر کی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک موقعہ پر وہ خود اعتراف کر چکا ہے کہ کوڈیکس سینا ٹیٹکس میری ہی کاریگری کا نمونہ ہے۔

۴۔ کوڈیکس امبروسینیس۔ ساتویں صدی کا لکھا ہوا بیان کیا جاتا ہے انداز عبارت شہادت دیتا ہے کہ زمانہ مابعد کے کسی شخص نے اس میں کچھ اضافہ کیا ہے۔

۵۔ کوڈیکس افرمی یا کوڈیکس رجی آس۔ یہ نسخہ مصر میں لکھا گیا۔ عہد جدید کے بہت سے مقامات سے عبارت اُڑی ہوئی ہے لبشپ مارش کی تحقیقات کی رو سے ساتویں صدی کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

۶۔ کوڈیکس بیزی۔ اس میں چار انجیلیں اور اعمال کی کتاب ہے چھیاسٹھ (۶۶) ورق اس میں بہت پھٹے ہوئے اور خراب ہیں۔ دس ورق کسی نے بعد میں لکھ کر لگائے ہیں متی کے پہلے باب کی بیس آیتیں غائب ہیں۔ زمانہ تحریر میں اختلاف ہے۔ بعض دوسری صدی بعض پانچویں بعض چھٹی اور بعض ساتویں کا لکھا ہوا نسخہ بیان کرتے ہیں مگر ڈاکٹر گریسباخ اسے بارہویں صدی کا لکھا ہوا بیان کرتے ہیں اس نسخہ میں وقتاً فوقتاً اصلاحیں ہوتی رہی ہیں جن پر تفصیلی بحث گریسباخ نے کی ہے کیمبرج یونیورسٹی لائبریری میں یہ نسخہ موجود ہے

(۷) کوڈیکس کارس وارنسں۔ بارہویں صدی کا لکھا ہوا نسخہ ہے عہد جدید کی کتابوں پر مشتمل ہے باستثنا مشاہدات یوحنا جس نسخہ سے اسے نقل کیا گیا ہے اس کے حاشیہ پر جو عبارت بطور شرح کے لکھی تھی وہ اس نقل میں متن کے ساتھ شامل کر دی گئی ہے۔

اس سے زائد کوڈیکسوں اور پرانے قلمی نسخوں کے حالات دریافت طلب ہوں تو ڈاکٹر گریسباخ اور میکالس کی کتابوں کو ملاحظہ فرمائیے۔

اختلافات مابعد | قدیم نسخوں کی جب یہ کیفیت ہے تو بقول بعد کا اختلافات سے محفوظ رہنا کیونکر قیاس

ہیں آسکتا ہے۔ جرمنی کے مشہور ڈاکٹر ٹیبل نے عہد جدید کے چند نسخے جمع کر کے مقابلہ کیا۔ تو عبارت میں تیس ہزار اختلافات نکلے۔ جان جیس وٹیلسطین نے مختلف ممالک میں پھر کر بہت بڑی تعداد میں نسخوں کا مقابلہ کیا۔ تو دس لاکھ اختلافات پائے۔ ان میں سے بکثرت اختلافات تو ایسے ہیں جنہیں قرأت اور کتابت کا اختلاف کہہ سکتے ہیں لیکن ایسے اختلافات بھی کچھ کم نہیں ہیں جن میں معنی میں بڑا فرق واقع ہو جاتا ہے۔ ان اختلافات کا ہونا لازمی تھا۔ بقول ہارن صاحب کے وجوہ اختلافات حسب ذیل ہیں:-

۱۔ ان نسخوں میں غلطیوں کا ہونا جن سے نقلیں کی جاتی تھیں۔

۲۔ ناقلوں کی غفلت، غلطیاں اور جہالت ناسمجھی کی بنا پر کبھی اصلی نسخے کے علامات واشارات کو نہ سمجھنا، کبھی متن اور حاشیہ پر کی شرح میں امتیاز نہ کرنا، اور انہیں خلط ملط کر دینا۔

۳۔ کبھی بظاہر اختلافی عبارت کو تطبیق دینے کی غرض سے کبھی کسی اعتراض کے دفع کرنے کی نیت سے کبھی اپنے نزدیک اصلاح کی ضرورت سمجھ کر کبھی عبادت میں حسن مزید پیدا کرنے کی کوشش میں اپنی طرف سے لفظوں میں تصرف کرنا اور عبادت کو تبدیل کر دینا۔

۴۔ کبھی اپنے مذہبی فرقے کی تائید میں جھوٹ سے مدد لینے کو ثواب سمجھ کر عبارات کو تبدیل کر دینا اور اپنے مطلب کا بنا لینا۔

ترجموں کی کیفیت ترجموں کی صحت و عدم صحت پر جداگانہ عنوان کے تحت میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جتنی خرابیاں بیان کی گئی ہیں وہ سب ترجموں ہی سے متعلق ہیں اصلی زبان میں تو بائبل کا اب وجود ہی نہیں رہا۔ یہ جو کچھ نظر آ رہا ہے۔ اصل کے نہ ہونے اور ترجموں پر دین کا دارومدار ہو جانے ہی کا نتیجہ ہے۔ تاہم اگر ترجمہ در ترجمہ کی غلطیوں کی بھی فہرست پیش کرنے کا قصد کیا جائے تو اس کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہو گی۔

مصنفین قدیم کی شہادت علمائے عیسوی کا دعویٰ ہے کہ مصنفین قدیم مثلاً کلمینس وغیرہ نے

Marfat.com

تصانیف میں اناجیل کے بعض فقرات درج کرتے ہیں جس سے اناجیل مروجہ کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے ہم سردست کلمینس کی صرف ایک مثال کو لے کر دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کا یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے کیونکہ اس ایک مثال سے بقیہ مثالوں پر بھی روشنی پڑے گی۔ بوجہ اس کے کہ وہ ساری مثالیں تقریباً یکساں ہیں۔

کلمینس کو روم کا اسقف بیان کرتے ہیں۔ اس نے ایک خط قرنتیون کے نام لکھا تھا جس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ "جو عیسیٰ کو پیار کرتا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ اس کے حکم پر عمل کرے"۔ مسٹر رونس کہتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ کلمینس نے یوحنا باب ۱۴ آیہ ۱۵ کے حوالہ سے یہ فقرہ لکھا ہے اول تو یہاں مطابقت پوری نہیں دوسرے حوالہ کا کوئی قرینہ نہیں اگر قدرے مطابقت معنی کو تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو سب سے پہلے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا واقعی کلمینس نے قرنتیون کے نام کوئی خط بھیجا بھی تھا یا یہ سب فرضی واقعہ ہے اگر بھیجا تھا۔ تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ خط اپنی اصلی صورت میں آج بھی موجود ہے اور یہ فقرہ اس میں بعد کا الحاق نہیں جب اناجیل تک میں الحاق ہو گیا تو ایک معمولی اسقف کے خط میں الحاق ہو جانا کونسی بڑی بات ہے بعد اس کے یہ دیکھنا چاہیئے کہ خط کی تاریخ کیا ہے اس کی تاریخ کے متعلق اختلاف ہے ۶۴ء بھی بیان کیا جاتا ہے۔ اور ۷۰ء اور ۹۱ء بھی اور ۹۵ء بھی۔ بہرحال کلمینس کے خط کے سال تحریر نے ۹۵ء سے تجاوز نہیں کیا۔ اور تفسیر ہارن صاحب کی رو سے مسٹر جونس ہی کا یہ قول ہے کہ یوحنا نے اپنی انجیل ۹۸ء میں لکھی تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کلمینس کے خط لکھتے وقت یوحنا کی انجیل کا وجود ہی کہاں تھا کہ اس کے حوالہ سے کوئی عبارت اس خط میں لکھی جاتی چنانچہ اسی بنا پر بشپ پترس صاف اقرار کرتے ہیں کہ کلمینس نے یہ فقرہ انجیل سے نہیں لکھا اگر تحریر خط کے زمانہ میں اس انجیل کا وجود ہوتا بھی تب بھی اس نوع کی مطابقت سے یہ لازم نہ آتا کہ وہ فقرہ انجیل سے لیا گیا ہے صاحب ایکسو یو لکھتے ہیں کہ وہ عمدہ اخلاق مندرجہ عہد جدید جن پر عیسائی بڑا فخر کرتے ہیں لفظاً لفظاً کنیفوشس کی کتاب اخلاق ہے جو قریب چھ سو برس قبل مسیح تصنیف ہوئی منقول ہیں مثلاً اخلاق ۲۴ کے ذیل میں یوں مرقوم ہے کہ "دوسرے سے وہ کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تم

Marfat.com

سے کرے اور نہ کرو وہ جو تم نہیں چاہتے کہ وہ تم سے کرے۔ اور تم کو صرف اسی خُلق کی حاجت ہے اور یہ سب خُلقوں کی اصل ہے"۔ اب یہی مضمون متی باب ۲۲ آیہ ۳۹ و ۴۰ میں بھی مندرج ہے جو عیسائیوں میں نہایت عالی اور گولڈن رول اور اصولِ زرین سمجھا جاتا ہے اگر کوئی کہے کہ انجیل کا یہ مضمون کنفیوشس سے ماخوذ ہے تو عیسائیوں کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ انجیلوں میں اور بھی بہت سے مضامین ہیں جن کے مقابلہ میں ہم مثنی مضامین اُن کتابوں سے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ جو ولادت مسیح کے قبل سے اپنا وجود رکھتی ہیں۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ انجیلوں کے یہ سارے مضامین ان کتابوں سے ماخوذ ہیں تو عیسائی حضرات کو بڑی مشکل کا سامنا پیش آئے گا۔ کیونکہ وہ خود اسی نوع کے دلائل پیش کرنے کے عادی ہو رہے ہیں توارد یا مطابقت مضامین سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ایک مصنف دوسرے مصنف کے ان تحریر کردہ مضامین سے آگاہ نہ ہو۔

اس بارہ میں عیسائی علماء کے جملہ استدلالات اسی نوع کے ہیں۔ چنانچہ ان سب کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔

انگریزی اناجیل پر ایک نظر

انجیلوں کی قلت اور کمیابی کا زمانہ جا رہا۔ یہ کتابیں اب بہت کثرت سے شائع ہونے لگی ہیں اور دنیا کی تقریباً ہر زبان میں ان کے ترجمے ہو چکے ہیں لیکن آج کل انگریزی زبان نے دنیا میں جو پھیلاؤ اختیار کر رکھا ہے اس کی بنا پر بائبل پر تبصرہ پورا نہ ہوگا اگر اس کے انگریزی ترجمہ کی تاریخ پر بھی نظر نہ ڈالی جائے۔ اس کا کچھ تھوڑا سا ذکر توریت کے تحت میں بھی آچکا ہے۔

انگلستان میں انگریزی ترجمہ کے لحاظ سے بھی انجیل پر دو دور گذر چکے ہیں ایک قبل ایجاد طباعت قلمی نسخوں کا دور۔ دوسرا بعد ایجاد طباعت مطبوعہ بائیبلوں کا عہد۔

دور اول میں ساتویں صدی عیسوی تک انجیل کے بعض حصوں کے ترجمے نظم میں کئے جاتے تھے آٹھویں صدی میں نثر میں ترجموں کی ابتدا ہوتی مگر یہ ترجمے بھی بائیبل کے متفرق اجزاء کے ہوتے تھے چودہویں صدی کے وسط تک پوری بائیبل کا کوئی مکمل ترجمہ انگلستان میں نہیں ہوا۔ سب سے پہلا مکمل ترجمہ بائیبل کا انگلستان میں انگریزی زبان میں وکلف (Wycliffe) نے تقریباً ۱۳۸۲ء میں انجام کو پہنچایا اس کے ساتھ اس کام میں قابل لوگوں کی ایک جماعت بھی شریک رہی جن میں سے ایک شخص کا نام نکولاز (Nicholas) تھا۔ وکلف ان لوگوں میں سے تھا جو اس امر پر زور دیا کرتے تھے کہ پادریوں نے جو اہمیت حاصل کر رکھی ہے اور لوگوں کے دین و ایمان کے مالک بن بیٹھے ہیں اس کا انہیں کوئی حق حاصل نہیں انجیل خدا کا کلام ہے اور ہر شخص کی ہدایت کے لئے کافی ہے ہر شخص خدا کے احکام براہ راست انجیل سے معلوم کر سکتا ہے ظاہر ہے کہ ایسا شخص پادریوں کی نگاہ میں مقبول نہیں ہو سکتا چنانچہ اس ترجمہ پر پادریوں نے شور مچایا کہ ترجمہ غلط اور گمراہ کن ہے وکلف نے اس شور و واویلا کی پرواہ نہ کی اور اس نے اور اس کی جماعت کے لوگوں نے

مردانہ وار اس مخالفت کا مقابلہ کیا۔ سنہ ۱۳۹۵ء اور سنہ ۱۳۹۶ء کے درمیان جماعت وکلف نے پہلے ترجمہ پر
نظر ثانی کی اور اس پر ایک مقدمہ کا بھی اضافہ کیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دوسرا ترجمہ بھی جان پروی
(JOhN PIIRVey) کی نظر ثانی کا نتیجہ ہے اور مقدمہ بھی اسی کا لکھا ہوا ہے اور یہ سب کچھ اس نے وکلف کے
انتقال (۱۳۸۴ء) کے بعد کیا۔ پہلا ترجمہ بیشتر لفظی تھا اور دوسرا ترجمہ بامحاورہ۔ یہ چودھویں صدی کا کارنامہ تھا۔
پندرھویں صدی میں بائبل کی کوئی خدمت نہ ہوئی۔ بلکہ حکومت کی جانب سے کتب مقدسہ کی اشاعت اور ترجمہ
کرنے والی جماعتوں پر سختیاں توڑی گئیں اور پادریوں کی جہل پرور نفسانیت کا غلبہ رہا۔ چودھویں صدی میں
انگلستان میں ریفارمر یعنی مجددین مذہب کی ایک جماعت لالرڈس (LOllARds) کے نام سے پیدا ہو گئی
تھی اور وکلف جان پروی اور سر جان اولڈ کیسل وغیرہم اسی جماعت کے پیشوا اور رہبر تھے پندرھویں صدی
میں اس جماعت کو ایسا نیست و نابود کر دیا گیا۔ کہ آج اُن کا کوئی نشان تک باقی نہیں اس جماعت کے زبردست اور
معزز سرپرست او سرگروہ سر جان اولڈ کیسل (SIR IOhN OldCASTlE) کو اس سرپرستی کی جرم میں مرتد
قرار دیکر زندہ جلا دیا گیا۔

ایجاد طباعت کے بعد دوسرا دور شروع ہوتا ہے مگر اس دور کے شروع ہونے کے بعد بھی انگلستان
بہت عرصہ تک سوتا رہا۔ فن طباعت کی ایجاد سنہ ۱۴۴۴ء میں وقوع میں آئی۔ سنہ ۱۴۶۶ء تک جرمنی میں بائبل کے
ترجمہ کی طباعت و اشاعت ہو چکی تھی اور لوتھر کی اصلاحی جد وجہد کے آغاز سے قبل یعنی تقریباً ۱۵۲۱ء سے پہلے
وہاں وہ کتاب سترہ (۱۷) مرتبہ اور چھپ چکی تھی۔ ہینری ششم کے تخت انگلستان پر آنے سے قبل یعنی سنہ ۱۵۰۹ء سے
بہت پیشتر فرانس، اسپین، اٹلی، بوہیمیا اور ہالینڈ میں بائیبل کے ملکی زبانوں میں ترجمے طباعت کے ذریعہ سے شائع
ہو چکے تھے۔ مگر انگلستان میں سنہ ۱۵۳۸ء سے قبل طباعت انجیل کا اہتمام ناممکن رہا۔ اس سے قبل انگلستان
کے ایک فاضل ولیم ٹینڈیل (WilliAM TYNdAle) نے اپنے ہم وطنوں کو مضامین بائیبل
سے آگاہ کرنے کے شوق میں انجیل کا انگریزی میں ترجمہ کرنا چاہا اور کئی برس تک اسی جد وجہد میں رہا۔

اس کام کے لئے انگلستان کی زمین کو اس نے اپنے لئے تنگ پایا اور وہ اپنی جان بچا کر ممالک غیر میں بھاگ گیا۔ اور ۱۵۲۴ء میں پہلے ہیمبرگ میں پھر وٹن برگ میں پناہ گزین ہوا اور اپنے ترجمے کے کام میں مصروف رہا۔ ۱۵۲۵ء میں مقام کلون میں اس نے عہد جدید کا ترجمہ چھپوانا شروع کیا۔ مگر ریفارمیشن کے دشمن جان کاکلیس نے طباعت انجیل کے کام کو موقوف کرا دیا اور انگلستان کے بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ یہ زہریلے اوراق اس ملک میں داخل نہ ہونے پاویں۔ ٹینڈیل یہاں سے بھی بھاگ کر مقام ورمس میں پہنچا۔ جہاں اس نے اپنے کام کو جاری رکھ کر کسی نہ کسی طرح انجام پر پہنچایا اور ۱۵۳۰ء کے اختتام سے قبل اپنے مطبوعہ ترجمہ کو انگلستان میں داخل کر دیا۔ انگلستان میں یہ نسخے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہونا شروع ہو گئے۔ اس کا حکومت کی جانب سے یہ انعام ملا کہ جتنے نسخے مل سکے وہ سب کے سب بر سر بازار جلا دئے گئے۔ مگر ٹینڈیل مردانہ وار اپنے کام میں لگا رہا۔ اس نے اپنے ترجمے کے متعدد ایڈیشن ہر مرتبہ نظر ثانی کے بعد نکالے اور سب سے آخری ایڈیشن اینٹورپ سے ۱۵۳۴ء میں نکلا جس کا ایک نسخہ کیمبرج یونیورسٹی لائبریری میں اور ایک نسخہ آکسفورڈ ایگزیٹر کالج میں آج بھی موجود ہے مگر اس کارنامے کے بعد ٹینڈیل گرفتار کر لیا گیا۔ قید میں رکھا گیا، اور بالآخر ۶ اکتوبر ۱۵۳۶ء کو گلا گھونٹ کو مار ڈالا گیا اور اس کی نعش کو جلا دیا گیا۔ تماشہ کی بات تو یہ ہے کہ ۱۵۳۸ء میں انگلستان میں جو پوری بائبل پہلی مرتبہ طبع ہوئی وہ ٹینڈیل ہی کی ترجمہ کی ہوئی بائبل کی طبع جدید تھی ڈاکٹر ویسکوٹ اپنی کتاب تاریخ انگریزی بائبل کے صفحہ ۳۱۶ پر لکھتے ہیں کہ:-

"انگریزی بائبل کی تاریخ کی ابتدا ٹنڈیل کے کارناموں سے ہوتی ہے۔ نہ کہ وکلف کے کارناموں سے۔"

تقریباً اسی زمانہ میں مائیلس کورڈیل (Miles Coverdale) نے بھی ایک ترجمہ چھپوایا۔ اور یہ ترجمہ بھی انگلستان سے باہر چھپا۔ یہ شخص ٹینڈیل ہی کی جماعت کے لوگوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے ترجمہ میں لوتھر کی تفسیر سے بہت مدد لی۔

ٹنڈیل اور کوورڈیل کے نسخوں کی مقبولیت دیکھ کر انگلستان کے کتب فروشوں کے منہ میں بھی پانی آگیا۔ اور انہوں نے خیال کیا کہ انجیل کے ترجموں کی طباعت و اشاعت دولتمند بننے کا نہایت اچھا ذریعہ ثابت ہوگی۔ چنانچہ چاروں طرف سے ترجموں کا شور مچنا شروع ہوگیا۔

جان راجرس (JOHN POGERS) نے تھامس متھیو[3] (THOMAS MATTHE) کے نام سے بلحاظ طباعت ایک نہایت نفیس ترجمہ شائع کیا جو متھیوز بائبل (MATTHEW BIBLE) کے نام سے موسوم ہے مگر اس بیچارہ کا حشر بھی یہ ہوا کہ اُسے گرفتار کرکے زندہ جلا دیا گیا۔

اس کے بعد رچرڈ ٹریورنر (RICHARd TRAVERNER) نے اِدھر اُدھر کے ترجموں سے چوری کرکے ایک ترجمہ نکالا مگر یہ کچھ مقبول نہ ہوا۔

اب تک جتنے ترجمے شائع ہوئے تھے وہ افراد کی جانب سے تھے اور نجی طور پر شائع ہوتے تھے نہ حکومت کو ان میں کوئی دخل تھا نہ پادریوں کو اُن سے کوئی سروکار۔ ۱۵۳۹ء میں پادریوں اور بشپوں نے بڑے پیمانوں پر اور بڑے اہتمام کے ساتھ اپنی جانب سے ایک مستند ترجمے کے طبع کرانے کا انتظام کیا۔ اور اُس کا نام دی گریٹ بائبل (THE GREAT BIIIE) رکھا۔ پادریوں کے اس گروہ کے سرغنہ تھامس کرینمر (THOMAS CRNMER) آرچ بشپ آف کینٹربری یعنی انگلستان کے لاٹ پادری تھے۔ مترجموں کی ایک جماعت مرتب کی گئی جس کے سرغنا کورڈیل بنائے گئے اور ترجمہ کی بنیاد میتھیوز بائبل کو قرار دیا گیا۔ ترجمہ کا کام پیرس میں شروع اور لندن میں ختم کیا گیا طباعت کے لحاظ سے اور نمائشی اعتبار سے یہ بائبل اپنے زمانہ میں بینظیر تھی۔ ۱۵۳۹ء سے ۱۵۴۱ء تک اس کے سات ایڈیشن نکل چکے تھے۔ دوسرے ایڈیشن میں جو ۱۵۴۰ء میں نکلا ایک طویل دیباچہ آرچ بشپ کرینمر کے قلم کا لکھا ہوا شامل کیا گیا اور اس بنا پر اس کا نام کرینمرز بائبل پڑ گیا۔

اس وقت ایک طرف تو مذہبی بیداری کا یہ عالم تھا کہ انجیل کے ترجموں پر ترجمے شائع ہو رہے تھے

حتیٰ کہ پادریوں کی جماعت تک نے ایک مستند ترجمہ شائع کر دیا تھا اور دوسری طرف حکومت کی طرف سے یہ برملا ہو رہا تھا کہ احکام صادر ہو رہے تھے کہ ٹنڈیل کا ترجمہ کوئی نہ پڑھے کورڈیل کی بائیبل کو کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ دوسرے ترجموں سے نوٹ اور حاشی ضائع کر دیئے جائیں کوئی معمولی عورت، مزدور، قلی، کسان کاشتکار، خدمتگار، کاریگر، مسافر، بائیبل کے کسی حصہ کو نہ پڑھے نہ اسے کسی اور کام میں لائے نہ اس پر عمل کرے' ورنہ سزائے جرمانہ یا قید کا مستوجب ہوگا۔ گریٹ بائیبل کے موجد آرچ بشپ کرینمر زندہ جلائے گئے۔ جان راجرس ان سے قبل ہی ختم کر دیئے گئے تھے۔ کورڈیل اور ان کے ہم مشرب ساتھی اپنی جان بچا کر بھاگے۔ اور جنیوا میں پناہ گزین ہوئے اس وقت جنیوا میں کالون اور بیزا بھی مقیم تھے جو اپنے زمانہ کے مشہور مصلح عیسویت اور ریفارمر تھے۔ یہاں ان لوگوں کو مل کر اپنا کام جاری رکھنے کی خاص مہلت مل گئی چنانچہ انہوں نے پھر ترجموں پر نظر ثانی کر کے بائیبل کا ایک جدید ایڈیشن نکالا۔ جنیوا میں آکر ان لوگوں کی محنت کا پہلا ثمرہ یہ نکلا کہ جون ۱۵۵۷ء میں عہد جدید کا ایک نیا ایڈیشن نکلا جس میں کالون کا لکھا ہوا ایک مقدمہ بھی شامل تھا۔ اور آیات و ابواب کی تقسیم بھی کی گئی تھی اناجیل میں یہ آیات و ابواب کی پہلی تقسیم تھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس تقسیم کے کرنے میں دوسری زبانوں کی اناجیل کی پیروی کی گئی ہے علاوہ اس کے اس نسخہ میں حواشی بھی تھے بعض لوگ کالون کی اس کارگذاری کو ولیم وہٹنگم (WILLIAM WHITTINGHAM) سے منسوب کرتے ہیں۔

اس کے بعد جنیوا ہی سے ۱۵۶۰ء میں بائیبل کا ایک مکمل ایڈیشن نکالا گیا جس میں عہد عتیق اور عہد جدید دونوں شامل تھے اور عہد عتیق میں بھی مثل عہد جدید مذکورۃ الصدر کے آیات و ابواب کی تقسیم کر دی گئی تھی۔ حواشی بھی درج تھے۔ اس کی طباعت کے مصارف اہل جنیوا نے برداشت کئے تھے اس لئے اس کا نام جنیوا بائیبل پڑ گیا۔ اس نسخہ کے خاص مؤلف ولیم وہٹنگم (WILLIAM WHITTINGHAM) انتھونی گلبی (ANTHONENY GILBY) اور ٹامس سیمپسن (THOMAS SAMPSON)

بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ نسخہ بہت مقبول ہوا اور گریٹ بائیبل پر بھی فوقیت لے گیا آرچ بشپ میتھیو پارکر (ARCHBISHOP MATTHEW PARKER) نے ۱۵۶۸ء میں جنیوا بائیبل پر نظر ثانی کر کے اور چند حواشی کا اضافہ کر کے ایک جدید بائیبل بنائی۔ اور اس کا نام بشپس بائیبل (BISHOP S' BIBLE) رکھا مگر مقبولیت عام میں یہ جنیوا بائیبل پر سبقت نہ لے جا سکی۔

ٹنڈیل کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک جتنے ترجمے شائع ہوئے سب اصلاح پسند لوگوں کے کئے ہوئے تھے۔ اب قدامت پسند رومن کیتھولکس کو بھی میدان میں آنے کا شوق ہوا چنانچہ "غلط ترجموں کے ذریعہ لوگوں کے عقاید کی خرابی کی روک تھام" کی غرض سے انہوں نے بھی ایک ترجمہ کر ڈالا۔ جو رومن ترجمہ ولگٹ کا لاطینی آمیز انگریزی ترجمہ ہے۔

انقلاب زمانہ کی اس سے عجیب تر مثال کیا ہوگی کہ جو حکومت پارلیمنٹری احکام کی قوت سے انجیل کے ترجموں کو جلا ڈالتی تھی، ترجمہ کرنے والوں کو قتل کر دیتی تھی، اور انجیل پڑھنے والے عوام الناس کو قید کر دیتی تھی وہ اب خود بائیبل کا ترجمہ بڑے اہتمام سے کرتی ہے بادشاہ انگلستان شاہ جیمس اول جنوری ۱۶۰۳ء میں تخت انگلستان پر بیٹھتا ہے اور چند ہی ماہ بعد ہیمپٹن کورٹ کے محل میں ہر طبقہ ہر فرقہ اور ہر گروہ کے پادریوں کی کانفرنس کرتا ہے خود اس کا صدر بنتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ بائیبل کا ایک مستند ترجمہ کیا جائے بہترین اشخاص اور اعلیٰ ترین تعلیم کے لوگ بہترین انگریزی زبان میں ترجمہ کریں۔ سب پادری اور بشپ اس پر نظر ثانی کریں۔ پھر پریوی کونسل میں وہ پیش ہو اس کے بعد مہر شاہی اس پر ثبت ہو اور سارا جہاں اس کا اور صرف اسی کا مطیع ہو جائے۔ گویا فرمان خداوندی کو ایک عاجز دنیوی بادشاہ کی منظوری کا نعوذ باللہ محتاج بنا دیا جاتا ہے چنانچہ حکم کی تعمیل ہوتی ہے ۱۶۰۴ء میں کام شروع ہوتا ہے اور ۱۶۱۱ء میں کتاب چھپکر تیار ہو جاتی ہے دی آتھرائزڈ ورشن (THE AUTHORIZED VERSION) یعنی مستند ترجمہ اور کنگ جیمس بائیبل (KING JAME'S BIBLE) یعنی خدا کی نہیں بلکہ شاہ جیمس کی بائیبل اس کا نام رکھا جاتا ہے

مگر حقیقت یہ ہے کہ ۱۵۶۸ء کی بشپس بائیبل (BISHOPS BIBLE) پر نظر ثانی کے سوا اس میں اور کچھ نہیں۔ اس مستند ترجمہ پر عیسائی علماء ہی کی جانب سے جس کثرت اور جس شدت سے اعتراضات ہوتے رہے ہیں ان کی جانب اشارہ ہم اپنے مضمون نمبر۲ میں کر چکے ہیں انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا (طبع جدید ۱۹۲۹ء جلد۳) میں زیر عنوان "بائیبل" صفحہ ۵۰۴ پر صاف اعتراف کیا گیا ہے کہ :- "باوجود اس کے (یعنی باوجود اس خوبی کے جس سے کہ یہ ترجمہ کیا گیا ہے) ترجمہ کی اصلاح اور بہتری کا کام صدیوں سے اب بھی جاری ہے چنانچہ اس مستند ترجمہ کی جدید اشاعت کا مقابلہ ۱۶۱۱ء کی اصلی اشاعت سے کیا جائے تو بہت بڑا فرق نظر آئیگا۔" اصلاح و بہتری کی یہ کوششیں تو صدیوں تک جاری رہیں گی مگر ان سے کوئی مفید نتیجہ مرتب نہ ہوگا اس مستند ایڈیشن کے بعد اس کام میں بعض امریکہ والوں کی بھی شرکت ہوگئی۔ اور ۱۸۸۱ء میں عہد جدید اور ۱۸۸۴ء میں عہد عتیق کا نظر ثانی کیا ہوا نسخہ ریوائزڈ ورشن (THE REVISED VERSION) کے نام سے چھپ نکل چکا ہے مگر خود عیسائی علماء کی بھی تسکین اس سے نہ ہوئی اور وہ اب تک تحقیق و تنقید و تفتیش کی ضرورت کو محسوس کئے جا رہے ہیں منصف مزاج محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ ۱۳۸۰ء سے بائیبل کے اصل عبرانی متن سے کوئی ترجمہ نہیں ہوا۔ چوتھی صدی میں سینٹ جروم نے یونانی ترجمہ سے اپنا لاطینی ترجمہ کیا اور اس لاطینی ترجمہ سے رومی ولگٹ مرتب ہوا اور رومی ولگٹ سے یورپ کی تمام بقیہ زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ جس میں انگریزی زبان بھی شامل ہے اور اس بات کا سب کو اعتراف ہے کہ بائیبل کا اصلی اور سچا نسخہ اب دنیا سے مفقود ہے پس قصہ ختم شد۔ ظنیات کی بنا پر صحت کے متعلق اطمینان محال ہے۔

خصوصیات تعلیمی اب تک کتب عہد جدید کے بحیثیت مجموعی معتبر یا غیر معتبر ہونے سے بحث تھی اب ان کتب مروجہ کی تعلیمی خصوصیات سے بحث کی جاتی ہے ضمناً اس امر پر بھی روشنی ڈالی جائے گی کہ بعض تعلیمات حقیقت ہیں کیا اور انہیں عام طور پر سمجھا کیا گیا ہے۔

اناجیل مروجہ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کوئی جدید شریعت لیکر نہیں آئے۔ بلکہ

موسیٰ علیہ السلام ہی کی شریعت کو قائم رکھنے اور اُسے یہودیوں کی پیدا کردہ خرابیوں سے پاک صاف کرنے آئے تھے۔ گویا عیسویت موسویت ہی کا تتمہ ہے متی باب ۵ آیت ۱۷ تا ۲۰ میں خود عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول منقول ہے:

"یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں۔ توریت کا ایک نقطہ یا ایک شوشہ پورا ہوئے بغیر نہ ٹلے گا۔ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی حکم کو توڑے گا۔ اور دوسروں کو توڑنے کی ہدایت کرے گا۔ وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا۔ لیکن جو ان پر عمل کرے گا۔ اور ان کی دوسروں کو تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے بڑا کہلائے گا۔ پس میں تم سے کہے دیتا ہوں کہ اگر تمہاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں کی راستبازی سے زیادہ نہ ہوگی تو تم آسمان کی بادشاہت میں داخل نہ ہو سکو گے"

متی باب ۲۳ آیہ ۱ تا ۳ میں منقول ہے کہ:-

"تب یسوع لوگوں اور اپنے شاگردوں سے کہنے لگا کہ فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں اس لئے وہ جو کچھ تمہیں ماننے کو کہیں مانو اور عمل میں لاؤ لیکن اُن کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں مگر کرتے نہیں"

جب یہ ثابت ہو گیا کہ عیسویت موسویت کی ناسخ نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے ہر حکم کی تعمیل عیسائیوں پر فرض ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متبعین کو اس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ اس شریعت کے جس حکم کو چاہیں مانیں اور جسے نہ چاہیں نہ مانیں تو عیسوی تعلیمات کی خصوصیات دریافت کرنے کے لئے ضروری ہو گیا کہ توریت اور انجیل دونوں پر یکساں طور پر نظر ڈالی جائے انجیل میں توریت کی طرح احکام شریعت

کا نہ ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ عیسائی قیود شریعت سے آزاد ہیں دیگر صحف انبیائے بنی اسرائیل بھی قدیتی احکام شریعت سے خالی ہیں مگر داؤد اور یرمیاہ اور یسعیاہ اور عزرا اور دانیال اور حزقیل اور یشوع اور سموائیل نے اپنے آپ کو احکام توریت کی تعمیل سے مستثنیٰ نہ رکھا بلکہ خود عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ان احکام کی حفاظت کی اور اپنی امت کو ان کی تعمیل کا حکم فرمایا اور بار بار حکم فرمایا۔ اِن حالات میں عیسائیوں کا صرف مسیح پر ایمان لے آنا اور عملی اعتبار سے اپنے آپ کو شریعت کی پابندی سے آزاد رکھنا عیسوی نقطہ نظر سے بھی قابل اعتراض ہے۔

ایمان و عمل اناجیل کی رُو سے ایمان بلا عمل نجات کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ گلیتون کے باب ۴ آیہ ۴ میں ہے کہ:۔

"جب وقت پورا ہوا تب خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا جو عورت سے پیدا ہو کے شریعت کے تابع ہوا"

۱۔ تمطاؤس باب ۵ آیہ ۷ میں ہے کہ:۔

"اگر کوئی اپنوں کی اور خاص کر اپنے ہی گھر کی خبر گیری نہ کرے تو ایمان سے منکر اور بے ایمان سے بدتر ہے"

گھر کی خبر گیری عمل ہے اور اس عمل سے غافل رہنا ایمان تک کی بربادی کا باعث بتلایا گیا ہے عمل کی ضرورت اس سے ظاہر ہے۔

۲۔ تمطاؤس باب ۲ آیہ ۱۹ میں ہے کہ:۔ "جو مسیح کا نام لیتا ہے بدی سے باز رہے" لوقا باب ۱۹ آیہ ۷، ۸ میں یہ واقعہ درج ہے۔ کہ محصول لینے والوں کے سردار اور متمول شخص زکی نے جب کھڑے ہو کر مسیح سے کہا کہ "میں اپنا آدھا مال غریبوں کو دیتا ہوں اور اگر کسی کا کچھ دغا بازی سے لیا ہے تو اس کا چوگنا دیتا ہوں" تو یسوع نے اس کے حق میں کہا کہ:۔ "آج اس گھر میں نجات آئی"۔ یہاں بھی نجات کا انحصار عمل پر ہوا

Marfat.com

متی باب ۷ آیہ ۲۱ تا ۲۴ میں ہے کہ :۔

"نہ ہر ایک جو مجھے خداوند خداوند کہتا ہے آسمان کی بادشاہت میں شامل ہوگا مگر وہی جو میرے باپ کی جو آسمان پر ہے مرضی پر چلتا ہے اُس دن بہتیرے مجھے کہیں گے اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے دیوں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سی کرامات ظاہر نہیں کیں۔ اس وقت میں ان سے صاف کہوں گا کہ میں کبھی تم سے واقف نہ تھا۔ اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو پس جو کوئی میری یہ باتیں سنتا اور اُنہیں عمل میں لاتا ہے میں اسے اس عقلمند آدمی کی مانند ٹھہراتا ہوں جس نے چٹان پر اپنا گھر بنایا۔"

متی باب ۱۶ آیہ ۲۷ میں قیامت کے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ درج ہیں :۔

"ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آوے گا تب ہر ایک کو اُس کے اعمال کے موافق بدلا دیگا۔"

عہد عتیق اور عہد جدید کی متعدد کتابوں میں بکثرت اور بصراحت آیا ہے کہ قیامت کےون اعمال نیک اور اعمال بد پر جزا و سزا مترتب ہوگی۔ لوقا کے باب ۱۰ میں ایک واقعہ درج ہے کہ کسی شریعت سکھانے والے نے عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ میں کیا کروں جو نجات پاؤں آپ نے فرمایا کہ شریعت کے احکام بجالاؤ۔ نجات اسی سے ہوگی۔ یوحنا باب ۱۴ آیہ ۱۵ میں ہے کہ :۔

"اگر تم مجھے پیار کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو۔" طیطس باب ۱ آیہ ۱۶ میں ہے کہ :۔

"خدا کے پہچاننے کا اقرار تو کرتے ہیں پر کاموں کی راہ سے اس کا انکار کرتے ہیں وے نفرت کے لائق اور نافرمانبردار ہیں۔ اور ہر ایک نیک کام کے لئے نامقبول۔" مکاشفات باب ۲۲ آیہ ۱۴ میں ہے کہ :۔

"مبارک وے ہیں جو اُس کے حکموں پر عمل کرتے ہیں تاکہ زندگی کے درخت پر ان کا اختیار ہو اور وے اُن

دروازوں سے شہر میں داخل ہوں مگر کُتّے اور جادوگر اور حرامکار اور خونی اور بُت پرست اور جو کوئی جھوٹ کو چاہتا اور بولتا ہے سب باہر ہیں" یعقوب باب ۲ آیات ۱۴ تا ۲۶ بھی ملاحظہ ہوں :-

اے میرے بھائیو اگر کوئی کہے کہ میں ایماندار ہوں اور عمل نہ کرتا ہو تو کیا فائدہ کیا ایسا ایمان اسے بچا سکتا ہے۔ اگر کوئی بھائی یا بہن ننگا ہووے اور روزینہ کی روٹی میسر نہ ہو اور تم میں سے کوئی انہیں کہے کہ سلامت جاؤ گرم اور سیر ہو پر تم اُنہیں وے چیزیں نہ دو جو بدن کو ضرور ہیں تو کیا فائدہ - اسی طرح ایمان بھی اگر عمل کے ساتھ نہ ہو تو وہ اکیلا ہو کر مردہ ہے لیکن شاید کوئی کہے کہ ایمان تجھ میں ہے اور میرے پاس اعمال - بھلا تو اپنا ایمان بغیر اپنے اعمال کے مجھ پر ظاہر کر - اور میں اپنے ایمان کو اپنے اعمال سے تجھ پر ظاہر کروں گا۔ تو ایمان لاتا ہے کہ خدا ایک ہے اچھا کرتا ہے شیاطین بھی یہی مانتے ہیں اور تھرتھراتے ہیں پر اے واہی آدمی کب تجھ کو معلوم ہوگا کہ ایمان بے اعمال کے مردہ ہے کیا ہمارا باپ ابرہام اعمال سے راست باز نہیں ٹھیرایا گیا . . . . .
پس تم دیکھتے ہو کہ آدمی اعمال سے راست باز ٹھیرایا جاتا ہے اور صرف ایمان سے نہیں . . . . پس جیسا بدن بے روح مردہ ہے ویسا ہی ایمان بے اعمال مردہ ہے"

انجیل میں جہاں اقتباسات مندرجہ بالا کی رو سے ایمان کے ساتھ عمل کی ضرورت پر اس شدومد کے ساتھ زور دیا گیا ہے وہاں تماشہ کی بات یہ ہے کہ بعض "کتب مقدسہ" میں مثلاً پولوس کے رومیوں کے نام خط کے ابواب ۳ و ۴ و ۶ میں اور انہیں پولوس کے گلیتون کے نام خط کے باب ۵ میں یہ بھی لکھا ہے کہ صرف مسیح پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی ہے اور اعمال خیر پر اعتماد محض بیوقوفی ہے اور شریعت پر چلنے والے لوگ مسیح سے جُدا ہو جاتے ہیں اور سرے سے عیسائی ہی نہیں رہتے اور خدا کی رحمت سے مایوس ہیں چنانچہ زمانۂ حال کے مدعیان عیسویت کا مسلک بیشتر یہی پایا جاتا ہے۔ جن کتابوں میں تحریفات و الحاقات و اختلافات کا

ہونا مسلم ہو اُن میں اس قسم کے متضاد و متناقض مضامین کا پایا جانا کوئی تعجب انگیز بات نہیں۔

ایمان و عمل کے مسئلہ میں اس اختلاف کی ابتداء پولوس کے زمانہ میں واقع ہوئی اور پولوس کی جماعت ہی شریعت موسوی کی اس بے احترامی کی ذمہ دار ہے ابتداء میں حواریوں نے تبلیغ مذہب کا دائرہ صرف یہودیوں ہی تک محدود رکھا تھا۔ پولوس اس زمانہ میں علیسویت کا سخت دشمن تھا اس نے حواریوں اور ان کے متبعین کو بڑی بڑی ایذائیں پہنچائیں جب وہ تائب ہو کر اپنی ان حرکتوں سے باز آیا اور دین علیسوی میں داخل ہوا تو برناباس کی ہمراہی میں اس نے بھی تبلیغی امور میں حصہ لینا شروع کیا اور اپنی تبلیغی کوششوں کو اقوام غیر یہود تک (جنھیں اس زمانہ میں "جنٹائلز" کہتے تھے) پہنچایا۔ ان کوششوں کی کامیابی میں آسانیاں پیدا کرنے کے لئے اس نے جو تدبیریں سوچیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ غیر یہود اقوام کے لوگوں میں سے جدید ایمان لانے والوں کو احکام توریت کی پابندی سے آزاد کر دیا جائے چنانچہ بیت المقدس کی مذہبی جماعت کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا۔ اس کا جو نتیجہ ہوا وہ عہد جدید کی کتاب اعمال باب ۱۵ (از آیہ ۲۲ تا ۲۹) میں ان الفاظ میں درج ہے۔

تب رسولوں اور بزرگوں نے سارے کلیسہ سمیت بہتر جانا کہ اپنے میں سے کئی شخص چن کے پولوس اور برناباس کے ساتھ انطاکیہ میں بھیجیں۔ یعنی یہوداہ کو جس کا لقب برسباس ہے۔ اور سیلاس کو جو بھائیوں میں مقدم تھے۔ اور ان کے ہاتھ یہ لکھ بھیجا کہ ان بھائیوں کو جو غیر قوموں میں سے ہیں اور انطاکیہ اور شام اور سلیشیہ میں رہتے ہیں رسولوں اور بزرگوں اور بھائیوں کا سلام۔ از بسکہ ہم نے سُنا ہے کہ ہم میں سے بعضوں نے جن کو ہم نے حکم نہیں کیا جا کر تمہیں اپنی باتوں سے گھبرا دیا ہے اور تمہارے دلوں کو یہ کہہ کے پریشان کر دیا ہے کہ ختنہ کرو اور شریعت پر چلو۔ سو ہم نے باہم متفق ہو کر یہ بہتر جانا کہ اپنے عزیزوں برناباس اور پولوس کے ہمراہ جو کہ ایسے لوگ ہیں

جنہوں نے اپنی جان ہمارے خداوند یسوع مسیح کے نام پر خطرہ میں ڈالی۔ بعض منتخب اشخاص کو تمہارے پاس بھیجیں چنانچہ ہم نے یہوداہ اور سیلاس کو بھیجا جو تم سے زبانی بھی یہ باتیں بیان کریں گے۔ کیونکہ روح القدس نے اور ہم نے بہتر جانا کہ ان ضروری باتوں کے سوا تم پر اور کوئی بات کا بوجھ نہ ڈالیں کہ تم بتوں کے چڑھاووں اور لہو اور گلا گھونٹی ہوئی چیزوں اور حرام کاری سے پرہیز کرو۔ اگر تم ان چیزوں سے اپنے کو بچائے رہو گے تو خوب کرو گے۔ سلامت رہو۔ تب وے رخصت ہو کر انطاکیہ میں آئے اور جماعت کو اکٹھا کر کے وہ خط انہوں نے دیا اور جماعت کے لوگ اس خط کو پڑھ کر اس تسلی کی بات سے خوش ہوئے۔"

یہ پہلا پولوسی گولہ تھا جو عیسائیوں کی پابندی شریعت پر پڑا۔ آگے چل کر یہودی اور غیر یہودی عیسائیوں کا امتیاز بھی اٹھ گیا اور اس رخصت نے اباحت کی صورت اختیار کرلی۔ پھر اباحت نے استحباب کی صورت اختیار کی اور رفتہ رفتہ یہ حالت ہوگئی کہ شریعت کی پابندی بدعت اور بعض صورتوں میں کفر قرار دی گئی۔ شریعت موسوی سے نفرت اور بیزاری کا اظہار ہونے لگا اور اس اظہار نفرت میں توریت و شریعت ہم معنی الفاظ سمجھے جانے لگے۔ یہی پولوس ہیں جو رومیوں کے خط باب ۴ آیہ ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ:-

"شریعت قہر کا سبب ہے۔"

اور قرنتیوں کے دوسرے خط کے باب ۳ آیہ ۱۳ و ۱۴ میں لکھتے ہیں کہ:-

"ہم موسیٰ کی طرح عمل نہیں کرتے جس نے اپنے چہرہ پر پردہ ڈالا تاکہ بنی اسرائیل اس اٹھ جانے والی کی غایت تک بخوبی نہ دیکھیں۔"

اور عبرانیوں کے خط باب ۷ آیہ ۱۸ و ۱۹ میں لکھتے ہیں کہ:-

"اگلا قانون (یعنی توریت کے دس حکم) اس لئے کہ کمزور اور بیفائدہ تھا اٹھ گیا۔

کیونکہ شریعت نے کچھ کامل نہ کیا "

اور گلیتوں کے خط باب ۵ آیہ ۴ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"تم جو شریعت کی رو سے راست باز بنا چاہتے ہو تو مسیح سے جُدا ہوئے اور فضل کی نظر سے گر گئے"

اور قلسیوں کے خط باب ۲ آیہ ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"اُس نے (یعنے مسیح نے) تمہارے سب گناہ بخشدے اور حکموں کی دستاویز جو ہمارے مخالف تھی۔ (یعنی توریت کے احکام خداوندی جو پولوس کے مخالف تھے ہماری بابت مٹاڈالی (یعنی پولوسیوں کے لئے وہ احکام منسوخ کر دیئے) اور اس کو بیچ میں سے اٹھا کے صلیب پر کیلیں جڑ دیں۔ (یعنی اِن احکام کو نہ صرف نیست و نابود کر دیا بلکہ ذلت کی سزا دیکر نیست و نابود کیا کہ عیسائیوں کے سامنے اب ان کا نام لینا بھی گناہ ہو گیا) اور حکومتوں اور ریاستوں کا اقتدار چھین لیا۔ اور اُنہیں بر ملا رسوا کر کے اُن پر شادیانے بجائے"

یہاں "حکومتوں اور ریاستوں کا اقتدار چھین لیا" سے یہ مراد ہے کہ شریعت سکھلانے والے فقیہوں اور فریسیوں کو جو اقتدار حاصل ہو گیا تھا وہ بوجہ تعطیل شریعت اُن سے جاتا رہا اور ان کی اس رسوائی اور بیقدری پر خوشی کے شادیانے بجائے گئے۔

بلندی سے پستی کی جانب اترنا آسان ہے مگر پستی سے بلندی پر آنا ذرا مشکل ہے انسان بالطبع آزادی پسند اور آسانی پسند واقع ہوا ہے جب پولوس نے شریعت کی بندشوں کو نہایت بے باکی کے ساتھ اس قدر ڈھیلا کر دیا تو ان کے متبعین نے ان کے بعد کیا کچھ گل نہ تراشے ہوں گے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی مذہب کے مشہور مجدد و مصلح ریفارمر اور فرقہ پروٹسٹنٹ کے بانی مارٹن لوتھر سنہ ۱۴۸۳ء تا ۱۵۴۶ء عیسائیوں کو کلیۃً

اور پادریوں کی غلامی سے آزادی دلانے کے جوش میں انہیں اصلی مذہب کی پابندی سے بھی آزاد کئے دیتے ہیں۔ لوتھر صاحب کی تصانیف میں اس نوع کے فقرے بکثرت پائے جاتے ہیں کہ:۔ "ہم نہ سنیں گے اور نہ دیکھیں گے موسیٰ کو اس لئے کہ وہ صرف یہودیوں کے لئے تھا اور اس کو ہم سے کسی چیز میں علاقہ نہیں" "ہم نہ قبول کریں گے موسیٰ کو اور نہ اس کی توریت کو اس لئے کہ وہ تو دشمنِ عیسیٰ ہے" "موسیٰ تو جلاددں کا استاد ہے" "دس حکموں کو عیسائیوں سے کچھ علاقہ نہیں" "ان دس حکموں کو خارج کرنا چاہئے تاکہ تمام بدعت ابھی موقوف ہو جائے کیونکہ یہ احکام جملہ بدعات کے سرچشمے ہیں" "خدا گناہ کا موجد ہے" (نعوذ باللہ) "انسان گناہ سے بچنے پر مختار نہیں" "دس حکموں پر عمل کرنا انسان کے لئے ناممکن ہے" "فقط ایمان رکھو اور یقین کر لو کہ روزے اور پرہیزگاری اور اعمال نیک کی مشقت کے بغیر تم بخشے جاؤ گے اور تمہاری نجات اتنی یقینی ہے جتنی کہ خود مسیح کی۔ ہاں گناہ کرو اور خوب دلیری سے گناہ کرو فقط ایمان رکھو اگرچہ ایک دن میں تم ہزار مرتبہ حرامکاری یا خون کے مرتکب ہو صرف ایمان رکھو۔ اور میں کہتا ہوں کہ تمہارا ایمان تم کو بچالیگا"

لوتھر کے شاگرد رشید یوسی بوس جو کہ فرقہ انٹی نومنئس کے بانی ہیں لکھتے ہیں کہ:۔ "یہ دس حکم کلیسہ میں نہ سکھلائے جائیں" "جو لوگ دس احکام کی تعمیل میں مصروف رہتے ہیں وہ شیطان سے علاقہ رکھتے ہیں۔ وہ سولی پائیں موسیٰ کے ساتھ" یہ دس احکام عہد عتیق کی کتاب خروج باب ۲۰ میں بالتفصیل درج ہیں اور مختصراً یہ ہیں۔

۱۔ شرک نہ کرو۔

۲۔ بت پرستی نہ کرو۔

۳۔ خدا کا نام بے فائدہ مت لو۔

۴۔ یوم السبت کو پاک رکھو اور اس دن کوئی کام نہ کرو۔

۵- ماں باپ کی عزت کرو۔

۶- خون مت کرو۔

۷- زنا مت کرو۔

۸- چوری مت کرو۔

۹- پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دو۔

۱۰- ہمسایہ کو تکلیف نہ دو۔

ان احکام عشرہ کے عدم تعمیل کے معنے یہ ہوئے کہ شرک کرو، بت پرستی کرو، خدا کا نام بے فائدہ یوم السبت کی بے احترامی کرو۔ ماں باپ کی عزت نہ کرو، خون کرو، زنا کرو، چوری کرو، پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہیاں دو" ہمسایوں کو تکلیف پہنچاؤ۔ اس دستور العمل کا نام مذہب رکھا گیا ہے اور اس پولوسی مذہب کے بانیوں نے اس دستور العمل کی صرف زبانی تعلیم ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے اور ان لوگوں کے سوانح کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ لوتھر اور پوسی بیوس وغیرہ نے اس کے مطابق عمل کر کے بھی دکھلا دیا۔ اس زمانہ کے جو عیسائی اُن تعلیمات پر عمل کرتے ہیں ان کو مسلمان علمائے محققین عیسائی نہیں کہتے بلکہ پولوسی کہتے ہیں اور اہل کتاب کے زمرہ سے خارج کرتے ہیں جو احکام کہ اسلام میں اہل کتاب کے متعلق اور مسلمانوں کے اہل کتاب سے برتاؤ کے متعلق آتے ہیں ان سے پولوسی گروہ کو متمتع ہونے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ بہرحال ہم کو اس سلسلہ مضامین میں پولوسی گروہ کے عقائد و اعمال سے سروکار نہیں ہم کو تو کتب سماوی کے سلسلہ میں تعلیمات انجیل پر تبصرہ کی ضرورت ہے ان تعلیمات کو موجودہ عیسائی مسیحیت قبول کریں یا نہ کریں۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو حکم دیا تھا کہ علمائے یہود کی ذاتی خرابیوں سے بچو اور ان خرابیوں میں ان کی تقلید نہ کرو۔ مگر جو کچھ وہ انہیں شریعت موسوی کی بابت تعلیم دیں اُس پر

عمل کرو کیونکہ احکام توریت عیسائیوں کے لئے واجب العمل ہیں گویا شریعت موسوی اور شریعت عیسوی ایک ہی چیز ہے اب ہم اس اعتبار سے شریعت عیسوی کی چند خصوصیات یہاں بیان کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو آج کل کے "عیسائیوں" یا پولوسیوں کی عام روش دیکھ کر اصلی عیسوی تعلیم کے متعلق غلط فہمیاں واقع نہ ہوں۔

طہارت احبار باب ۱۵، اور استثنا باب ۲۳، اور دوم سموئیل باب ۱۱ اور عہد جدید کے دوم قرنتیوں کے باب ۷ میں طہارت پر بڑا زور دیا گیا ہے مگر ان کی تعمیل پر آج کل بالعموم اس قدر زور نہیں دیا جاتا

ختنہ پیدائش باب ۱۷ میں آیہ ۹ سے ۱۵ تک ختنہ کا حکم ہے اور اس حکم پر زور دیا گیا ہے اور اسے اللہ کا عہد قرار دیا گیا ہے یہ حکم ان الفاظ میں دیا گیا ہے:۔

"اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے (یعنی ابراہام کے) درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جاوے اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کرو اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے تمہارے پشت در پشت ہر لڑکے کا جب وہ آٹھ روز کا ہو ختنہ کیا جائے گا کیا گھر کا پیدا کیا پردیسی سے خریدا ہوا جو تیری نسل کا نہیں لازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زرخرید کا ختنہ کیا جاوے اور میرا یہ عہد تمہارے جسموں میں عہد ابدی ہوگا اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہیں ہوا۔ وہ ہی شخص اپنے لوگوں میں کٹ جائے کہ اس نے میرا عہد توڑا۔"

تعجب ہے کہ ایسے صریح اور ایسے شدید ایسے اہم حکم کو عیسائیوں نے پس پشت ڈال دیا حالانکہ عیسٰی علیہ السلام کا ختنہ ہوا تھا (دیکھو لوقا باب ۲ آیہ ۲۱) اور یوحنا بپتسمہ دینے والے کا بھی ختنہ ہوا تھا (دیکھو لوقا باب ۱ آیہ ۵۹) پولوس نے بھی عروج مسیح کے بیس سال بعد یعنی تخمیناً ۵۲ء یا ۵۳ء میں تطاؤس کا ختنہ کیا

(دیکھو اعمال باب ۱۶ آیہ ۱ تا ۳)

آج کل کے عیسائی اصطباغ کو ختنہ کا قائم مقام قرار دیتے ہیں مگر یہ خیال کئی وجوہ سے غلط ہے:-

۱- انجیل میں کہیں کوئی حکم ایسا نہیں پایا جاتا جس کی رو سے اصطباغ کو قائم مقام ختنہ قرار دیا جا سکے

۲- اگر اصطباغ صحیح طور پر قائم مقام ختنہ ہے تو مختونوں کو اصطباغ کیوں دیا جاتا ہے؟ یعنی کوئی یہودی یا مسلمان عیسائی ہو تو اسے اصطباغ دینے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

۳- اصطباغ یہودیوں میں بھی ختنہ کے ساتھ ہمیشہ سے جاری تھا ایسی صورت میں ایک چیز دوسری چیز کی قائم مقام صرف اپنی رائے سے کیسے ہو سکتی ہے؟

رومن تاریخ کلیسا حصہ ۲ صفحہ ۲ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یروشلم کے کلیسیا میں عیسائیوں میں ۱۵۰ء کے قریب تک ختنہ کا دستور جاری رہا جب یہودیوں کی مخالفت کے سلسلہ میں قیصر اوڈرین نے حکم جاری کیا کہ ہر ختنہ کرنے والا قتل کیا جائے اُس وقت فلسطین کے عیسائیوں نے اس خوف سے کہ اُن پر یہودی ہونے کا شبہ کیا جائے نہ صرف ختنہ کو بلکہ تمام ان رسوم کو جن میں وہ اور یہودی مشترک تھے موقوف کر دیا۔ اور ایک غیر یہودی مرقس کو اپنا پیشوا قرار دیکر الگ ہو گئے اور جان کے خوف سے اپنی روش کو بدل ڈالا۔ مگر بعض عیسائیوں نے باوجود ان خطرات کے اپنی روش کو نہ بدلا اور اپنی قدیم چال پر قائم رہے اور اپنی جماعتوں کو علیحدہ کر لیا۔ انہیں لوگوں کو ابیونی کہتے ہیں۔

لحم الخنزیر سور کا گوشت نہ صرف کھانا بلکہ اسے ہاتھ تک لگانا حرام ہے دیکھو احبار باب ۱۱ آیہ ۷ اور استثناء باب ۱۴ آیہ ۸ اور یسعیاہ باب ۶۵ آیہ ۳ و ۴ اور باب ۶۶ آیہ ۱۷ عہد جدید کی کتاب اعمال کے باب ۱۵ کی آیہ ۲۹ میں ہے کہ:-

"تم بتوں کے چڑھاوں اور گلا گھونٹی ہوئی چیزوں اور حرامکاری سے پرہیز کرو" اس آیہ میں تحریف ہے بجائے "لحم الخنزیر" کے "حرامکاری" کا لفظ داخل کر دیا گیا ہے۔ یہاں صرف کھانے پینے کی

Marfat.com

چیزوں کی حلت و حرمت کا ذکر ہے عرامکاری دوسرے مقامات پر حرام قرار دی گئی ہے یہاں اس کا ذکر بے جوڑ ہے قدیم یونانی نسخوں میں اس جگہ کو ٹریاس کا لفظ پایا جاتا ہے جس کے معنی لحم الخنزیر کے ہیں۔ جدید نسخوں میں اس لفظ کو پورنیاس سے بدل دیا گیا جس کے معنی زنا کے ہیں۔ ڈاکٹر ابینٹلی اور مسٹر ریوس جو اناجیل کے بڑے مصحح ہیں لفظ کو ٹریاس ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔

مئے نوشی احبار باب ۱۰ آیہ ۹ و ۱۰ کی رو سے شراب قطعاً حرام ہے اور نہایت شدت کے ساتھ ہمیشہ کے لئے حرام کردی گئی ہے۔ عہد جدید کی کتاب اول قرنتیوں کے باب ۶ کی آیات ۹ اور ۱۰ کی رو سے شرابی "خدا کی بادشاہت کا وارث" نہیں ہو سکتا یعنی اس کا جہنمی ہونا قطعی ہے متی باب ۲۴ آیہ ۴۹ و ۵۰ سے تو یہ بھی پایا جاتا ہے کہ شرابیوں اور متوالوں کے ساتھ کھانا بھی مسیح کی نگاہ میں گناہ تھا۔ مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ انجیل یوحنا (باب ۲) میں جو مسیح کا سب سے پہلا معجزہ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ شرابیوں کی مجلس میں جا کر مٹکوں میں بھرے ہوئے پانی کو شراب بنا دیا۔ پولوس نے تمطاؤس کو حکم دیا کہ شراب پیا کرو۔ (اول تمطاؤس باب ۵ آیہ ۲۳) مرتے وقت عیسائی سیکرمنٹ میں نان پاؤ اور شراب کا استعمال کرتے ہیں اور اُسے مسیح کی آخری وصیت اور یادگار سمجھتے ہیں اور اسے عشاء ربانی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ پولوس نے طیطس کے نام اپنے خط میں (باب ۱ آیہ ۱۵) صاف لکھدیا ہے کہ :-

"پاک لوگوں کے لئے سب کچھ پاک ہے پر ناپاکوں اور بے ایمانوں کے لئے کچھ پاک نہیں" اس الہام کی رو سے تو برگزیدہ لوگوں کے لئے سب ہی کچھ جائز ہوگیا۔ ان متضاد تعلیمات کو دیکھ کر بھی تحریف اناجیل میں شبہ کرنا انتہائے سادہ لوحی کی بات ہے۔

سود مندرجہ ذیل آیات میں سود لینے کی بہت سخت ممانعت آئی ہے :- خروج باب ۲۲ آیہ ۲۵ احبار باب ۲۵ آیہ ۳۶ و ۳۷۔ استثنا باب ۲۳ آیہ ۱۹۔ زبور ۱۵ آیہ ۵۔ امثال ۲۸ آیہ ۸۔ حزقی ایل باب ۸ آیہ ۸ یرمیاہ باب ۱۵ آیہ ۱۰۔ علاوہ ازیں اول پطرس باب ۵ آیہ ۲ اور

اوّل تسطاؤس باب ۳ آیہ ۳ میں جو "نار وا نفع" کی ممانعت ہے اُس میں سود کو شامل سمجھا جا سکتا ہے۔

یوم السبت یہودیوں کے نزدیک یوم السبت یعنی سینچر کا دن مبارک سمجھا جاتا تھا اور اس دن سارے کام کاج چھوڑ کر عبادت کی جاتی تھی (خروج باب ۲۰ آیہ ۸ و ۹) عیسیٰ علیہ السلام کے حواری بھی سینچر ہی کے دن کی بزرگی کو مانتے تھے (متی باب ۲۴ آیہ ۲۰) اب بجائے سینچر کے عیسائیوں نے محض اپنی ذمہ داری پر اتوار کا دن متبرک قرار دے لیا ہے جس کی کوئی سند نہ توریت میں کہیں پائی جاتی ہے نہ انجیل میں اور یوں دیکھا جائے تو جمعہ کے دن عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بیان کی جاتی ہے اور جمعہ ہی کے دن قصہ صلیب پیش آیا۔ اور نجات اُمت واقع ہوئی۔ اس اعتبار سے تو جمعہ کے دن سینچر اور اتوار دونوں پر فضیلت ہوئی۔

احترام انبیائے سابقین تحریف و الحاق کا بُرا ہو اس معاملہ میں بھی اناجیل مروجہ کی بعض عبارات اور عیسائی مفسرین کی اُن پر طبع آزمائیاں اطمینان بخش نہیں بلکہ مذاق سلیم کو یہ باتیں بہت کھٹکتی ہیں یوحنا باب ۱۰ آیہ ۸ میں ہے کہ "سب جتنے مجھ سے (یعنی مسیح سے) آگے آئے چور اور بٹمار ہیں پر بھیڑوں نے اُن کی نہ سُنی"۔ ٹامس اسکاٹ صاحب اس آیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "وہ جو عیسیٰ سے پہلے آئے ہمیں ان کو وفادار اور ہادی اور نبی نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ انہوں نے اسی کے ماتحت حکومت کا کام کیا اور اسی کے پیش رو رہے"۔ لارڈنر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بشپ انی بانی کا قول ہے کہ جناب مسیح کا یہ کہنا خصوصیت کے ساتھ موسیٰ (علیہ السلام) کے حق میں تھا فاسٹس بھی اس قول کو موسیٰ علیہ السلام ہی کے حق میں قرار دیتا ہے لوتھر بھی اس معاملہ میں انہیں لوگوں کا پیرو ہے مگر یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ ایسی صورت میں عیسیٰ علیہ السلام نے شریعت موسوی کو برقرار کیوں رکھا اور اپنی امت کو اس کی پیروی کا تاکیدی حکم کیوں فرمایا۔ ان دو متضاد باتوں میں سے ایک کو الحاقی ضرور ماننا پڑے گا قرائن تو اسی کی شہادت دیتے ہیں کہ انبیائے اولوالعزم کی شان میں اس نوع کے گستاخانہ کلمات پابندی شریعت سے ان لوگوں کی طبعی بیزاری کی دلیل ہیں جناب مسیح بھی اپنے متبعین کے ان گستاخانہ تیوروں سے نہیں بچے چنانچہ پولوس فلیمون کے

نام اپنے خط (باب ۱ آیہ ۲۴) میں لکھتے ہیں کہ "اب میں اپنی ان مصیبتوں سے جو تمہارے واسطے کھینچتا ہوں خوش ہوں اور مسیح کی مصیبتوں کی کمیاں اس کے بدن کے (یعنی کلیسیہ کے) لئے اپنے جسم سے بھرے دیتا ہوں" یہاں پولوس صاف طور پر عیسیٰ علیہ السلام کی مصیبتوں کو ناقص اور اپنی مصیبتوں کو کامل قرار دیتے ہیں جو لوگ اپنے خاص نبی اور رسول سے نہیں چوکتے وہ بھلا دوسروں سے کب باز آسکتے ہیں۔ یہی پولوس دوم قرنتیوں کے باب ۱۱ آیہ ۵ میں کہتے ہیں کہ:۔ "میں اپنے تئیں سب سے بڑے رسولوں سے کچھ کم نہیں سمجھتا ہوں"۔ اسی باب کی آیہ۲ میں یہ اپنے آپ کو ایک بات میں خدا تک سے تشبیہ دے جاتے ہیں لکھتے ہیں کہ: "مجھے تمہاری بابت خدا کی سی غیرت آتی ہے"۔ ہم ان فقروں پر اس مضمون میں توجہ نہ کرتے اور صحف سماوی پر تبصرہ کرنے والے کو ضرورت بھی نہیں کہ زید عمرو و بکر کی تحریروں پر التفات کرے۔ مگر جب ان تحریروں کو الہامی قرار دیدیا گیا ہو اور صحف سماوی کے تحت میں لاکر مجموعہ کتب عہد جدید میں انہیں شامل کردیا گیا ہو تو ان کے مضحکہ انگیز پہلوؤں کو کیونکر نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔

کثرت ازدواج اس مسئلہ پر دنیائے مغرب میں عام طور پر بڑی غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے اور یہ گمان کیا جاتا ہے کہ مذہب عیسوی ایک وقت میں ایک سے زائد بیویاں کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ حالانکہ یہ خیال غلط ہے۔ بائیبل اس خیال کی تردید کرتی ہے۔

ہم متعدد بار بتلا چکے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے توریت کو منسوخ نہیں فرمایا اور نہ عیسائیوں کو احکام توریت کی پابندی سے مستثنیٰ کیا ہے اصلی اور سچی عیسویت بائیبل کی رو سے توریت اور انجیل دونوں کی پابندی پر مشتمل ہے۔ پہلے توریت کو لیجئے اور مندرجہ ذیل حوالجات کو ملاحظہ فرمائیے:۔

پیدائش باب ۱۶ آیہ ۳ و ۴، باب ۲۵ آیہ ۱، باب ۳۵ آیہ ۲۳ تا ۲۶۔ احبار باب ۱۸ آیہ ۱۸۔

استثنا باب ۲۱ آیہ ۱۵ - قاضیون باب ۸ آیہ ۳۰ - اوّل سموائیل باب ۱ آیہ ۱ و ۲ و ۳، باب ۲۵ آیہ ۴۳ و ۴۴، دوم سموائیل باب ۳، باب ۵ آیہ ۱۳، باب ۱۱ آیہ ۲۷، باب ۱۲ آیہ ۸، باب ۱۵ آیہ ۱۶ - اول سلاطین باب ۱ آیہ ۱ تا ۴، باب ۱۱ آیہ ۱ تا ۳ - اوّل تواریخ باب ۳ آیہ ۱ تا ۹، باب ۱۴ آیہ ۳ - دوم تواریخ باب ۱۱ آیہ ۲۱، باب ۱۳ آیہ ۲۱، باب ۲۴ آیہ ۲ و ۳ -

کتب عہد عتیق کے متذکرہ بالا مقامات کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ایک ہی وقت میں ایک سے زائد بیویاں کرنے کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ اس میں برکت اور برگزیدگی بھی ہے اور اللہ کے برگزیدہ بندوں اور انبیاء علیہم السلام کا اس پہ نہایت شد و مد کے ساتھ بکثرت عمل بھی رہا ہے ابراہیم علیہ السلام نے تین نکاح کئے۔ بی بی سارہ بی بی ہاجرہ اور بی بی قطورہ سے۔ اور اگر بی بی قطورہ سے عقد بی بی سارہ کی وفات کے بعد بھی تسلیم کیا جائے۔ تب بھی دو بیویوں کا بیک وقت مجتمع ہونا تو بالاتفاق ثابت ہے یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں۔ حضرت سموائیل نبی کے والد ماجد کی دو بیویاں تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں۔ داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں (یہ وہ برگزیدہ نبی ہیں جن کی نسل سے بلحاظ جسم مسیح کا پیدا ہونا بائبل میں بیان کیا گیا ہے بڑی عظمت کے ساتھ آپ کا ذکر آیا ہے اور باستثنا اس معاملہ کے جو نوجہ اوریاہ کے متعلق بائبل میں آپ سے منسوب کیا گیا ہے اور کوئی الزام آپ پہ نہیں لگایا گیا حتیٰ کہ آپ کی کثرت ازدواج پر بھی آپ پر کوئی اعتراض نہیں آپ کی زبور یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب مقدسہ میں اب تک کمال عزت و عظمت کے ساتھ موجود ہے) سلیمان علیہ السلام کی سات سو (۷۰۰) بیویاں تھیں اور تین سو (۳۰۰) حرم (آپ پر بھی بائبل میں اس کثرت ازدواج پر کہیں کوئی الزام نہیں آیا) حضرت سلیمان کے بیٹے رحبعام کی اٹھارہ (۱۸) بیویاں تھیں اور ساٹھ (۶۰) حرم۔ حضرت سلیمان کے پوتے ابیاہ کی چودہ (۱۴) بیویاں تھیں حضرت جدعون کی بھی بہت سی بیویاں تھیں

اب اناجیل کو لیجئے۔ اناجیل میں کہیں توریت کی اس اجازت کو منسوخ نہیں کیا گیا عہد جدید کی کتب مقدسہ میں سے کسی کتاب میں ایک سے زائد بیویوں کے ایک ہی وقت میں جمع کرنے کی ممانعت نہیں آئی صرف دو موقعوں

Marfat.com

اس قسم کی عبارت پائی جاتی ہے جس سے شائد اس نوع کی ممانعت کا التباس ہوا ہو پولوس کے تمطاؤس کے نام پہلے خط کے باب ۳ آیہ ۱ و ۲ میں مندرجہ ذیل عبارت واقع ہوئی ہے:۔

"یہ بات سچ ہے کہ جو کوئی کلیسے کی نگہبانی کی آرزو رکھتا ہے وہ اچھا کام چاہتا ہے پس چاہیئے کہ نگہبان بے عیب، ایک جورو کا شوہر، پرہیزگار، صاحب تمیز، مسافر دوست تعلیم دینے میں قابل ہو۔"

اسی سے ملتی جلتی اور اسی مضمون کی عبارت پولوس کے طیطس کے نام خط کے باب ۱ آیہ ۶ میں پائی جاتی ہے۔ اول تو ان دونوں عبارتوں کو اناجیل اربعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ پولوس کے مشکوک اور غیر معتبر خطوط کی عبارت ہے اگر ان خطوط کو معتبر بھی مانا جائے تو یہ پولوس کی ذاتی رائے ہے جو نہ شریعت موسوی میں ترمیم کا باعث ہو سکتی ہے نہ شریعت عیسوی میں۔ علاوہ ازیں پولوس کی یہ رائے بھی صرف پادریوں اور کلیسے کے خدام سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ عام عیسائیوں سے۔ پادریوں اور مذہبی خدمت کرنے والوں کو صرف مشورہ دیا گیا ہے کہ بہتر ہو اگر ان کے ایک ہی بیوی ہو تاکہ جورو بچوں کا زیادہ وقت صرف نہ ہو اور کلیسا کی خدمت کے لئے انہیں فرصت زیادہ ملے اس مشورہ کی رو سے بھی پادریوں کے لئے بہتر ہے اگر وہ ایک ہی بیوی رکھیں لیکن ایک سے زائد بیویاں اگر ان کے پاس ہوں تو اسے گناہ ہرگز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ قرنتیون کے باب ۷ آیہ ۱ میں ہی پولوس لکھتے ہیں کہ:۔

"مرد کے لئے یہ اچھا ہے کہ عورت کو نہ چھوئے"

اور اسی باب کی آیہ ۲۸ میں مردوں اور عورتوں کو شادی نہ کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے مگر اس مشورہ کے خلاف عمل کرنے والوں کو گنہگار بھی نہیں ٹھیرایا گیا۔ چنانچہ اسی باب میں جہاں آیہ ۱ میں مرد کے لئے عورت کا نہ چھونا اچھا بیان کیا گیا ہے وہاں آیہ ۲ میں فوراً یہ بھی کہدیا گیا ہے کہ اگر حرامکاری سے بچنے کے لئے کوئی مرد جورو کرے یا عورت شوہر کرے" تو مضائقہ نہیں اور آیہ ۲۸ میں جہاں مردوں اور عورتوں کو شادی کے خلاف مشورہ دیا گیا ہے۔ وہاں اسی آیہ میں یہ بھی صاف جتلا دیا گیا ہے کہ اگر کوئی نکاح کرے تو گناہ نہیں بالکل اسی نوع کا مشورہ پادریوں کو بھی دیا گیا ہے کہ اگر وہ ایک ہی بیوی پر قناعت کریں تو مذہبی خدمت کا انجام دینا ان کے لئے زیادہ آسان

ہوگا۔ اگر ایک سے زیادہ بیوی کا ایک ہی وقت میں رکھنا مذہباً گناہ ہوتا تو ممانعت عام ہوتی، نہ کہ پادریوں کے لئے خاص۔ اس ممانعت خاص سے اس بات کا پتہ بھی چلتا ہے کہ اُس زمانہ میں عیسائیوں میں کثیر الازدواجی کی رسم عام تھی جس سے پادریوں کو باز رکھنے کی کوشش کی گئی۔ اس ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ حواریوں کے زمانہ میں، نیز اس کے بعد بھی اغیار کے ہاتھوں بیچارے عیسائیوں پر ایسے شدید مظالم اور مصائب کی بارش ہوتی رہی ہے کہ ان بیچاروں کو وطن چھوڑنا پڑتا تھا، برسوں جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپنا پڑتا تھا۔ جب پکڑے جاتے تھے تو بڑی اذیت سے قتل کئے جاتے تھے باپ کے سامنے بیٹا اور بیٹے کے سامنے باپ قتل ہوتا تھا۔ عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو جاتے تھے جب یہ لوگ بھاگتے تھے تو سارے گھر کو ساتھ لے کر بھاگنا اور عورتوں بچوں سمیت جنگلوں پہاڑوں میں بسر کرنا بہت دشوار ہوتا تھا پادری **والش** صاحب مصر کی بعض قبروں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رومی سلاطین نے عیسائیوں کو دس بار جو خوفناک اور درد انگیز ایذائیں پہنچائیں اور تباہیاں ان پر برپا کیں ان میں عیسائی لوگ انہیں غاروں میں پناہ لیتے تھے۔ اور اپنے مردوں کو انہیں میں دفن کر دیتے تھے۔ قرنتیوں کے باب ۷ آیات ۲۶ تا ۲۹ میں انہیں مصائب کی جانب اشارہ ہے۔ ان حالات میں ایک بیوی کا ہونا بھی مصیبت ہوتا ہے چہ جائیکہ متعدد بیویاں ہوں، خصوصاً پادریوں کے لئے جن کے کاندھوں پر کلیسا کی خدمت اور متبعین مسیح کی رہنمائی کا بھی بار تھا۔ ان پادریوں کے لئے ان حالات میں یہ ایک عارضی مشورہ تھا جو پولوس نے پیش کیا تھا اور وہ کوئی مذہبی حیثیت : رکھتا تھا۔

عیسائیوں میں ایک فرقہ ہے جو مورمن (MORMAN) کے نام سے موسوم ہے۔ ان میں ہر عیسائی کو بارہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ ان کے پیشوا برگھم ینگ (۱۸۷۷ء و ۱۸۰۱ء) (BRINGHAM YOUNG) کے پاس ایک وقت میں پچاس (۵۰) بیویاں رہ چکی ہیں عیسائی عقیدہ کے بموجب عیسیٰ علیہ السلام کی بھی دو بیویاں قرار پاتی ہیں ایک کلیسۂ قدیم یعنی جماعت یہود اور دوسری کلیسہ

جدید یعنی جماعت نصاریٰ (دیکھو دوم قرنتیون کا باب ۱۱ آیہ ۲۔ اور مکاشفات باب ۱۹ آیہ ۷، باب ۲۱ آیہ ۹ باب ۲۱ آیہ ۱۷) پراٹسٹینٹ فرقہ کے بانی مارٹن لوتھر نے ایک دولتمند شخص فلپ کو دو بیویاں رکھنے کی اجازت دی۔ لوتھر صاحب اپنی بعض تحریروں میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ انسان دس یا زیادہ بیویاں ایک ساتھ رکھ سکتا ہے تاریخ میں عیسائی دنیا کی متعدد مشہور ہستیاں ایسی پائی جاتی ہیں جنہوں نے ایک ہی وقت میں متعدد بیویاں کیں۔ جرمنی اور فرانس کے متعدد بادشاہ تک اس زمرہ میں شامل ہیں۔ خود انگلستان کے بادشاہ ہنری ہشتم نے جو فرقہ پراٹسٹنٹ کے زبردست سرپرست تھے متعدد نکاح کئے اور ایک وقت میں تین بیویاں رکھیں جرمنی کے پادری بونیٹس نے پوپ گریگوری سے ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں دریافت کیا کہ انسان کو کس حالت میں دو بیبیاں کرنی جائز ہیں پوپ نے جواب دیا۔ کہ جب بیوی کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ خاوند اس سے مباشرت نہ کر سکے اس صورت میں خاوند کو دوسرا نکاح کر لینا درست ہے بشرطیکہ وہ بیمار بیوی کی ہر طرح خبرگیری کرتا رہے عیسائیوں نے خود کثیر الازدواجی کے جواز میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ رومن کیتھولک فرقہ کے راہبوں کی ایک جماعت کپوشینز کے رہنما برنارڈ و کینس نے اس رسم کے پسندیدہ ہونے کی تائید میں ایک کتاب لکھی ہے ان تائید کرنے والوں میں سے جو کہ متعدد ہیں سب سے زیادہ مشہور شخص جان ملٹن (۱۶۰۸ تا ۱۶۷۴ء) ہے۔ جس نے اس رسم کی حمایت میں بڑا زور صرف کیا ہے وہ اپنی کتاب مضمون درباب مذہب عیسویت میں اس امر کے ثبوت میں انجیل سے بہت سے فقرے نقل کرتا ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ:۔

"علاوہ اس کے خدا تعالےٰ نے اپنے آپ کو استعارہ کے طور پر ایک حکایت میں مرد بتایا ہے (حزقی ایل باب ۲۳) جس نے اہولا اور اہولیبا دو عورتوں سے نکاح کیا اگر یہ رسم در اصل بُری ہوتی تو خدا تعالےٰ استعارہ میں بھی اس رسم کو اپنے لئے اختیار نہ کرتا جس رسم کی انجیل میں ممانعت نہ ہو ہم اس کو کس دلیل سے بُرا اور ذلیل کہیں کیونکہ انجیل نے کسی ملکی قانون کو جو اس

سے پہلے رائج تھا بلا نہیں کیا۔ انجیل میں صرف یہ حکم ہے کہ ایلڈر اور ڈیکن پادری وہ
لوگ بنائے جائیں جو صرف ایک بیوی رکھتے ہوں (اول تمطاؤس باب ۳ آیہ ۲ اور
طیطس باب ۱ آیہ ۶) اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا گناہ ہے کیونکہ
اگر گناہ ہوتا تو یہ حکم سب کے لئے عام ہوتا۔ صرف پادریوں ہی کے لئے نہ ہوتا۔ اس حکم میں یہ
مصلحت ہے کہ ایک بیوی والے دنیا میں اتنا گرفتار نہ ہوں گے جتنا کہ زیادہ بیویوں والے
اور اسی وجہ سے یہ لوگ گرجے کا کام بخوبی انجام دے سکیں گے۔ یہ ممانعت بھی کچھ گناہ ہونے کے
سبب سے نہیں ہے۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سب کو ایک سے زیادہ بیبیاں
جمع کرنے کی اجازت ہے اور اکثر لوگوں نے اس رسم کو اختیار بھی کیا ہے۔ حضرت موسیٰ نے
کوئی چھوٹی صورت بیان نہیں کی۔ ہمارے اکثر نبیوں نے ایک سے زائد بیبیاں مجتمع کیں۔
لہٰذا مجھے یقین ہے کہ ایسی بے ادبی کوئی نہ کرے گا۔ کہ اس رسم کو حرام یا زنا ٹھہرائے کیونکہ
انجیل میں صاف لکھا ہے کہ حرامکاروں اور زانیوں کو اللہ سزا دیگا اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا
ہے کہ انبیاء علیہم السلام اکا میں خود محافظ ہوں لہٰذا ایک سے زیادہ بیبیاں جمع کرنا نکاح ٹھہرا۔
اور نکاح ہر طرح حلال اور درست ہے۔ حضرت موسیٰ ہی فرماتے ہیں کہ نکاح کرنا بہت اچھا
ہے اور گناہ نہیں ہے "

پادری فاکس صاحب اپنی کتاب الموسوم بہ "غلطیوں کی اصلاح" مطبوعہ امریکن مشن پریس لکھنؤ
سنہ ۱۸۶۱ء کے صفحہ ۲۶، ۲۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

" تعدد ازدواج کے مقدمہ میں ہم بے تردد تسلیم کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں بھی اس دستور
نے رواج پایا تھا اور خدا نے بھی اس کو منع نہیں کیا۔ بلکہ اس رسم پر چلنے والوں کو اکثر
برکت کا وعدہ فرمایا ہے "

یہاں نامناسب نہ ہوگا۔ اگر رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو بعض عیسائی اس معاملہ میں اعتراض پیش کیا کرتے ہیں اُس کے جواب میں ایک عیسائی مصنف ہی کی تحریر کو پیش کر دیا جائے۔ جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"اور یہ جو عیسائی الزام لگاتے ہیں کہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) شہوت پرست تھے (نعوذ باللہ) یہ اُن کا الزام باطل ہے کیونکہ جب آپ نے ظہور فرمایا اُس زمانہ میں اہل عرب میں بے انتہا نکاحوں کا رواج تھا۔ پس یہ امر بظاہر بیہودہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسا شخص جو خود شہوت پرست ہو وہ بدکاری کی اس رسم کو معدوم کر دے۔ علاوہ اس کے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہم یہ بات بھی آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ بھی اپنے ہموطنوں کی مانند عورتوں سے بہت رغبت رکھتے تھے اور آپ نے یہ کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ آپ اُن انسانی خواہشوں سے بری ہوں۔ جو سب آدمیوں کو ہوتی ہیں بلکہ برعکس اس کے یہ فرمایا ہے کہ میں بھی تمہیں جیسا آدمی ہوں اور بمقابلہ حضرت داؤد کے جو نبی اور بادشاہ تھے، اور جن کی تعریف انجیل میں لکھی ہے کہ وہ ایسے آدمی تھے جو خدا کا سا دِل رکھتے تھے، آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) ایسے صاف تھے جیسے کہ برف کا ٹکڑا بمقابلہ کثافت، ورپکا منی کی دیوی کے مندر پر گرا ہوا ہو۔ ساؤل کی دختر بشست حضرت داؤد کی پہلی زوجہ تھی۔ اس زوجہ کو اس کے باپ نے آپ کی جلاوطنی کے زمانہ میں آپ سے لے لیا۔ بعد ازاں آپ نے مسلسل کتنے ہی نکاح کئے۔ مگر باین ہمہ اپنی پہلی زوجہ کا بھی دعویٰ برابر کرتے رہے۔ حضرت داؤد نے ایک غیر مختون بادشاہ کی بیٹی سے بھی بے تکلف نکاح کر لیا۔ اور اگرچہ آپ کے ہاں اکثر بیویوں سے اولاد بھی تھی۔ مگر آپ یروشلم میں حرمیں کرتے رہے اور آخرکار بعثت مسیح کے معاملہ میں آپ نے حرام اور

خون ناحق بھی کیا (نعوذ باللہ) جب حضرت داؤد ایسے ضعیف ہو گئے کہ آپ پر ہر چند کپڑے ڈالے جاتے مگر آپ کو گرمی نہ پہنچتی اور سردی موقوف نہ ہوتی تو یہ تجویز ٹھیری کہ ایک نوجوان باکرہ عورت بہم پہنچائی جائے جو آپ کی خدمت کرے اور آپ کے ساتھ ہم خواب ہو۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ ایک نہایت حسین اور نوعمر عورت لائی جائے۔"

اقتباس مندرجہ بالا کے بعد ہم اپنی طرف سے صرف اس اضافہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ خود شیشے کے مکانوں میں رہتے ہوں ان کا دوسروں پر پتھر پھینکنے میں پیش قدمی کرنا عقل مندی کے خلاف ہے۔

مہر عورتوں کو نکاح میں مہر دینا شریعت موسوی و عیسوی میں داخل ہے ملاحظہ فرمایئے پیدائش باب ۳۴ آیہ ۱۲۔ خروج باب ۲۲ آیہ ۱۶۔ استثنا باب ۲۲ آیہ ۲۹۔ اوّل سموئیل باب ۱۸ آیہ ۲۵۔

شوہر کی اطاعت لوگ موجودہ عیسائی دنیا کی عام روش دیکھ کر تعلیم عیسوی کے متعلق کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ انجیلی تعلیم عورتوں ہی کو مردوں کی فرمانبرداری کا حکم دیتی ہے افسیون باب ۵ آیات ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ میں ہے کہ:-

"اے عورتو! اپنے شوہروں کی ایسی فرمانبردار رہو جیسے خداوند کی۔ کیونکہ شوہر زوجہ کا سر ہے جیسے کہ مسیح بھی کلیسہ کا سر ہے اور وہ بدن کا بچانے والا ہے تو بھی جیسے کلیسہ مسیح کی فرمانبردار ہے۔ ویسے ہی بیویاں بھی ہر بات میں اپنے شوہروں کی ہوویں"۔

اسی طرح اوّل تمطاؤس باب ۲ اور اوّل پطرس باب ۳ میں بھی عورتوں کو اپنے شوہروں کی اطاعت کا تاکیدی حکم موجود ہے۔

فسّاق و فجّار سے اجتناب عیسائی رواداری کا وعظ کہنے والے اس بات کو غالباً دلچسپی سے دیکھیں گے۔ کہ احکام انجیل کی رو سے عیسائیوں کو بالکل اجازت نہیں کہ وہ اپنے ان عیسائی بھائیوں تک

Marfat.com

سے میل جول رکھیں اور ان کے ساتھ کھانا تک کھائیں جو حرام کار یا لالچی یا بت پرست یا گالی دینے والے یا شرابی یا ظالم ہوں اوّل قرنتیوں کے باب ۵ آیہ ۱۱ میں ہے کہ:۔

"اگر کوئی بھائی کہلا کر حرام کار یا لالچی یا بت پرست یا گالی دینے والا یا شرابی یا لٹیرا ہو تو اس سے صحبت نہ رکھنا بلکہ ایسے کے ساتھ کھانا تک نہ کھانا"

توحید و تثلیث تثلیث کے مسئلہ نے عیسائی دنیا میں بڑا تہلکہ برپا کیا، بڑی خونریزیاں کیں اور بہت سے فرقے پیدا کر دیئے۔ مگر ہم یہاں صرف انجیل کی روشنی میں اسے دیکھنا چاہتے ہیں۔

جن کتابوں کو آسمانی ہونے کا دعوٰے ہے۔ اُن کے مطالعہ کرنے والوں کے پاس ان کتابوں کی حقانیت دریافت کرنے کے لئے ایک اتنا اچھا معیار ہے جس میں مغالطہ نہیں ہونے پاتا۔ وہ معیار توحید کی تعلیم ہے۔ جن کتب سماوی میں توحید کو جس خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہو اتنی ہی حقانیت کا ان میں پتہ چلتا ہے اور ان کی عبارتیں جس قدر توحید اصلی سے ہٹی ہوئی ہوں اتنا ہی ان میں تحریف و الحاق کا گمان ہوگا اناجیل مروجہ میں باوجود اس کے کہ تحریف و الحاق کے وقوع کا عیسائی علما تک کو اعتراف ہے تعجب ہے کہ توحید الٰہی اور عبدیت مسیح کی تائید میں کافی مواد موجود ہے تعجب کی بات یہ ہے کہ باوجود اس مواد کے عیسائیوں نے تثلیث کو بے دھڑک اپنا مسلک قرار دے لیا اور الوہیت مسیح کے قائل ہو گئے اقتباسات ذیل ملاحظہ ہوں:۔

"یسوع نے اس سے جواب میں کہا کہ سب حکموں میں اوّل یہ ہے کہ اے اسرائیل سُن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے" (مرقس باب ۱۲ آیہ ۲۹)

اسی نوع کا مضمون متی باب ۲۲ آیہ ۳۶ تا ۴۰ میں بھی موجود ہے اور اس توحید، نیز ہمسایہ کو پیار کرنے کی بابت آیہ ۴۰ میں مسیح کا یہ قول بھی درج ہے کہ "انہیں دو احکام پر ساری شرع اور سب انبیا کی باتیں موقوف ہیں اس سے زیادہ زبردست ثبوت دین مسیح کی بنیاد کے توحید پر ہونے کا کیا ہو سکتا ہے؟

"خدا ایک ہے اور خدا اور آدمیوں کے بیچ ایک آدمی بھی درمیانی ہے وہ مسیح یسوع ہے"

(اول تطاؤس باب ۲ آیہ ۵)

توحید الٰہی اور عبدیت مسیح کا اس سے واضح تر اعتراف کیا ہو سکتا ہے؟ کتب عہد جدید میں بکثرت ایسی عبارتیں موجود ہیں جن سے عیسٰی علیہ السلام کا ابن آدم اور نبی اور اللہ کا برگزیدہ بندہ ہونا پایا جاتا ہے آپ کے حواری بھی آپ کو اللہ کا بندہ اور نبی تسلیم کرتے تھے مگر باوجود ان تمام باتوں کے بعد کے عیسائی علما اہل تثلیث بن گئے اور یہ عقیدہ رکھنے لگے کہ خدا کی ذات واحد تین اقانیم پر مشتمل ہے۔ وجود حیات اور علم یعنی باپ بیٹا اور رُوح القدس مُراد ہیں بعض عیسائی فرقوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو بھی تثلیث میں داخل کر لیا منجملہ دیگر اعتراضات کے ایک عقلی اعتراض جو اس تثلیث پر وارد ہوتا ہے یہ ہے کہ اگر اقانیم ثلاثہ میں سے ہر واحد کو ہر قسم کے کاموں کی یکساں قدرت کا مالک تسلیم کیا جائے تو تعیین تعداد ثلاثہ اور تخصیص تثلیث کی ضرورت نہیں رہتی اور اگر اقانیم ثلاثہ میں سے ہر اقنوم کو بطرز خاص جُداجُدا کاموں کی قدرت کا مالک تسلیم کیا جائے تو ہر واحد کی شان میں نقص عظیم کا ہونا لازم آئیگا کہ ایک کا کام دوسرا نہیں کر سکتا اور اس بنا پر ذات واحد میں تقسیم کا تعیین تثلیث کی ضرورت ہوئی اور یہ بات قادر مطلق کی شان سے بہت بعید ہے۔

عیسائی توحید کا بھی دم بھرتے ہیں اور تثلیث کا بھی مگر یہ نہیں سمجھا سکتے کہ اس تثلیث کے ہوتے ہوئے توحید قائم کیونکر رہ سکتی ہے جب سوال کیا جاتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ اس مسئلہ کے سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہے انجیل سے بھی وہ کوئی سند پیش نہیں کر سکتے۔ توریت و انجیل میں لفظ "تثلیث" کسی جگہ نہیں پایا جاتا۔ اور اس کی تعلیم نہ عیسٰی علیہ السلام نے کسی کو دی نہ آپ کے کسی حواری نے۔ چنانچہ میزان الحق مطبوعہ مرزاپور ۱۸۶۲ء میں جو کہ ایک عیسائی کی تصنیف ہے باب ۲ فصل ۴ صفحہ ۱۴۶ پر درج ہے کہ:-

"مسیحیوں کے اعتقاد میں، سر مذکورہ مطلب کو تثلیث یا ثالث واحد کہتے ہیں اور اگرچہ یہ لفظ بعینہ انجیل میں نہیں پائے جاتے مگر انجیل کی اس عمدہ تعلیم کا عادت کے موافق یہ نام ہوا ہے"

باوجود میزان الحق کی اس عبارت کے عہد نامہ جدید میں تین مقامات ایسے ہیں جہاں تثلیث کا لفظ صاف صاف تو نہیں آیا مگر باپ بیٹے اور روح القدس کا ذکر ایک جگہ جمع ہو گیا ہے ایک تو متی باب ۲۸ آیہ ۱۹ میں ہے کہ:-

"اس لئے تم جا کر سب قوموں کو شاگرد کرو اور انہیں باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو"

یہ ذکر کسی اور انجیل میں نہیں اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اور انجیلوں میں بھی اس کا ذکر ضرور آتا جیسا کہ متعدد امور میں ایک ہی بات کا مختلف اناجیل میں اعادہ کیا گیا ہے لیکن اگر اس عبارت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے تثلیث ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ سب قوموں کو باپ کے نام سے جو کہ خدا ہے اور بیٹے کے نام سے جو کہ اس کا رسول ہے اور روح القدس سے پیدا ہوا ہے بپتسمہ دیکر شاگرد کرو۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ خدا کے نام کے ساتھ اس کے رسول کا نام آنا بھی ضروری ہے باپ اور بیٹے کے الفاظ کا استعمال اس زمانہ کی رسم کے مطابق محض رسمی ہے جس پر مزید گفتگو آگے آئے گی

دوسرے دوم قرنتیون کے باب ۱۳ آیہ ۱۴ میں ہے کہ:-

"اب خداوند یسوع مسیح کا فضل اور خدا کی محبت اور روح قدس کی صحبت تم سبھوں کے ساتھ ہووے۔ آمین"

یہ صرف دعائیہ کلمات ہیں اور اقانیم ثلاثہ کے ثبوت کا ان میں شائبہ تک نہیں تیسرے اوّل یوحنا باب ۵ آیہ ۷ میں ہے کہ:-

"تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح قدس اور یہ تینوں ایک ہیں"

یہاں البتہ تثلیث کا صاف صاف لکھا ہے اور یہی آیت اہل تثلیث کے تثلیثی عقیدہ کی بنیاد ہے لیکن بڑے تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اس آیت کے الحاقی ہونے پر جمیع محققین علمائے عیسوی کا اتفاق ہے

پادری فانڈر صاحب اور گریسباخ اور شولز ان لوگوں میں سے ہیں جو اس کے الحاقی ہونے کے معترف ہیں لندن میں ۱۹۳۳ء میں مسیحی علما کی جانب سے ایک کتاب لائبریری آف یونیورسل نالج شائع ہوئی۔ جس میں مرقوم ہے کہ اسحٰق نیوٹن نے ایک پچاس صفحوں کا رسالہ لکھا ہے۔ جس میں نامۂ یوحنا اور نامۂ پولوس کے ان دو فقروں کے متعلق تحقیقی بحث کی ہے جن سے مسئلہ تثلیث پیدا ہوتا ہے، اور نیوٹن کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ ان دونوں آیات میں کاتبوں نے تبدیلی کی ہے اس سے دونوں آیات مندرجہ بالا یعنی دوم قرنتیون کے باب ۱۳ آیہ ۱۴ اور اوّل یوحنا باب ۵ آیہ ۷ کے الحاقی ہونے کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ ۱۸۷۰ء میں شہر کنٹربری انگلستان میں بائبل کی تنقید کی غرض سے ستائیس مشہور عیسائی علما کی ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں بالاتفاق یوحنا کی متذکرہ بالا آیت الحاقی قرار دی گئی۔

یہودیوں میں تو باوجود عقائد میں اختلافات باہمی کے کوئی شخص بھی عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت تو درکنار رسالت تک کا قائل نہیں۔ نہ توریت اور صحف انبیائے بنی اسرائیل میں کہیں تثلیث کی تعلیم پائی جاتی ہے۔

Marfat.com

عقیدہ تثلیث کے اسباب اور اُن پر ناقدانہ نظر

کتب عہد جدید کے تعلیم تثلیث سے معرّا ہونے کی بابت پہلے بحث کی جا چکی ہے۔ آیئے اب عیسائی علما کے اقوال پر نظر ڈال کر یہ معلوم کریں کہ ان لوگوں کو الوہیت مسیح کا مغالطہ کن اسباب سے ہوا اور وہ اسباب معقول پسند نگاہوں میں کیا وقعت رکھتے ہیں۔

اگر مغالطہ کا باعث یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح القدس کے وسیلہ سے پیدا ہوئے (متی ۱: ۱۸) تو حضرت سارہ اور حضرت ربقہ دونوں بانجھ تھیں اور قوائے انسانی کے ذریعہ توالد و تناسل کی اُمید دونوں سے مفقود ہو چکی تھی۔ صرف خدا کے حکم سے اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے (پیدائش ۱۸: ۱۱، ۲۵: ۲۱) حضرت یحییٰ کے پیدا ہونے کی بھی یہی شان ہے (لوقا ۱)

بظلی ایل بن اوری کو بھی خدا روح اللہ فرما چکا ہے (خروج ۳۱: ۲: ۳) پھر عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اس معاملہ میں کیا خصوصیت رہی؟

اگر مغالطہ کا باعث یہ ہے کہ مسیح بے باپ کے پیدا ہوئے تو ثبوت الوہیت کے لئے یہ بات کافی نہیں اگر ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا الوہیت کے منافی نہیں تو ماں اور باپ دونوں سے پیدا ہونا بھی الوہیت کے منافی نہیں ہو سکتا۔ عیسائی علماء حضرت عیسیٰ کو پورا خدا بھی کہتے ہیں اور پورا انسان بھی۔ لیکن از روئے عقل وہ پورے انسان اسی صورت میں ہو سکتے ہیں جبکہ اوصاف انسانی سے پورے طور پر متصف ہوں اور ماں باپ دونوں سے پیدا ہوئے ہوں۔ علاوہ بریں عیسائی عقیدہ کے مطابق پورے انسان کے لئے ضروری ہے کہ سب انسانوں کی طرح وہ بھی گنہ گار ہو (رومیوں ۳: ۹ تا ۱۲) اگر مسیح پورے انسان نہ تھے جو کہ ایک آسان تر کام ہے تو وہ پورے خدا کیسے ہو سکتے تھے جو کہ مشکل تر کام ہے؟ پھر یہ بھی غور طلب مسئلہ ہے کہ جب مسیح کے بے باپ کے پیدا ہونے پر الوہیت کا ان پر گمان ہو سکتا ہے تو آدم علیہ السلام پر یہ گمان کیوں نہ ہوا جو کہ بے ماں اور بے باپ کے پیدا ہوئے اور جنہیں خدا نے

اپنی صورت پر پیدا کیا (پیدائش ۱: ۲۷) حوا علیہا السلام کا پیدا ہونا بھی کچھ کم تعجب خیز نہیں کیونکہ وہ بغیر ماں کے پیدا ہوئیں ملک صدق کا حال بھی عجیب و غریب ہے۔ جو توریت اور انجیل دونوں میں موجود ہے۔ عبرانیوں کے باب ۷ آیہ ۳ میں ہے کہ :-

"یہ (یعنی ملک صدق) بے باپ بے ماں۔ بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر مگر خدا کے بیٹے سے مشابہ ٹھہر کے ہمیشہ کاہن رہتا ہے۔"

توریت میں (پیدائش ۱۴ : ۱۸ تا ۲۰) اور زبور (۱۱۰ : ۴) میں بھی اس کا ذکر آیا ہے علمائے اہل کتاب کے بیانات اس کے احوال میں بہت مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک فرشتہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ خود مسیح ہی تھا۔ جو اس وقت بھی ظاہر ہوا مگر یہ دونوں گمان غلط ہیں کیونکہ اگر وہ فرشتہ ہوتا تو کہانت سے اس کو کیا تعلق، اور خود اپنی ذات سے مسیح ہوتا تو مسیح کے مشابہ یا مسیح کے مانند ہونے کے کیا معنی؟ علمائے یہود کہتے ہیں کہ وہ نوح علیہ السلام کا دوسرا بیٹا سام تھا۔ مگر عبرانیوں کے خط کی رو سے یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس خط میں تو ملک صدق کا بے باپ بے ماں اور بے نسب نامہ کے ہونا لکھا ہے مگر سام کے باپ کا نام نوح تھا اور اس کا نسب نامہ توریت میں درج ہے۔ بہر حال ملک صدق فرشتہ نہ تھا بلکہ ایک انسان تھا اور بقول انجیل کے اس کے نہ باپ تھا نہ ماں نہ نسب نامہ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کے ماں تھیں اور آپ کا نسب نامہ اناجیل میں دو موقعوں پر درج ہے۔

اگر مغالطہ کا باعث یہ ہے کہ انجیل میں جا بجا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے خدا کا لفظ آیا ہے تو اول تو اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ جہاں یہ لفظ آیا ہے وہاں اصلی عبرانی یا یونانی قدیم نسخوں میں بھی اسی طرح وارد ہوا ہے۔ چنانچہ اول تمطاؤس باب ۳ آیہ ۱۶ میں یہ وارد ہوا ہے کہ "خدا جسم میں ظاہر کیا گیا"۔ اس کے متعلق گریسباخ کی تحقیقات یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ "خدا" کی جگہ "وہ" کا لفظ اصلی نسخوں میں ہے یعنی یوں ہونا چاہئے۔ کہ "وہ کہ جسم میں ظاہر کیا گیا" جس طرح یہاں کسی خدا اگر نے "خدا" کا لفظ الحاق کر دیا۔

اسی طرح دوسرے مقامات پر بھی الحاق واقع ہوا ہو تو اب کوئی کیسے جان سکتا ہے دوسرے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ عبرانی محاورہ میں اس زمانہ میں قاضیوں اور مفتیوں کو بھی خدا کہتے تھے۔ اسکاٹ صاحب بھی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کلام الٰہی میں مجسٹریٹ خدا کہلاتے تھے اور یہ لقب انہیں اس لئے دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں میں خدا کے نائب تھے۔ چنانچہ کتب مقدسہ قدیم و جدید میں خدا کے لقب سے بندے متعدد جگہ مخاطب کئے گئے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

" خدا کی جماعت میں خدا کھڑا ہے الٰہوں کے درمیان وہ عدالت کرتا ہے" (زبور ۸۲:۱)

"میں نے تو کہا کہ تم سب الٰہ ہو اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو" (زبور ۸۲ : ۶)

"میں نے تو کہا تم سب خدا ہو" (یوحنا ۱۰ : ۳۴)

" جبکہ اُس نے انہیں جن کے پاس خدا کا کلام آیا خدا کہا" (یوحنا ۱۰ : ۳۵)

" پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لئے خدا سا بنایا اور تیرا بھائی ہارون تیرا پیغمبر ہوگا" (خروج ۷ : ۱)

" اور تو (اے موسیٰ) اُس کے لئے (یعنی ہارون کے لئے) خدا کی جگہ ہوگا" (خروج ۴ : ۱۶)

" سارہ ابرہام کی فرمانبرداری کرتی اور اسے خداوند کہتی تھی" (۱۔ پطرس ۳ : ۶)

یوسف علیہ السلام نے اپنی بابت فرمایا کہ:۔

" خدا نے مجھ کو سارے مصر کا خداوند کیا" (پیدائش ۴۵ : ۹)

ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ توریت و انجیل میں "خدا" اور "خداوند" کے الفاظ عبد اور معبود دونوں کے حق میں استعمال ہوئے ہیں اور یہ الفاظ صرف عیسیٰ علیہ السلام ہی کے لئے مخصوص نہ تھے بلکہ دیگر بندگان خدا کے حق میں بھی استعمال ہوئے ہیں اور ان الفاظ کے استعمال سے ان لوگوں کی عبدیت میں فرق نہیں آتا اور ان میں الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

Marfat.com

اگر اس مغالطہ کا باعث یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے کو خدا کا بیٹا کہا ہے (یوحنا ۱۰: ۳۶ - متی ۳: ۱۷) تو انجیل میں ساٹھ (۶۰) مقامات پر آپ اپنے کو ابن آدم بھی فرما چکے ہیں جبکہ انجیلی اصطلاح میں (جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے) ہر شخص خدا ہے تو ہر انسان کا بیٹا بھی اس اصطلاح کے مطابق خدا کا بیٹا قرار پانا چاہیے۔ غالباً عیسیٰ علیہ السلام کو یہ اندیشہ پیدا ہوا ہوگا کہ لوگ آپ کو بجائے خدا کا اصطلاحی بیٹا ہونے کے حقیقی بیٹا نہ سمجھنے لگیں اس سے آپ نے اپنے آپ کو بار بار ابن آدم کہا تاکہ لوگ متنبہ ہیں اور آپ کو الوہیت سے متصف نہ کرنے لگیں۔ بائیبل میں جہاں عام طور پر لوگوں کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے وہاں خاص خاص بندوں کے لئے بھی یہ پیار کا خطاب خاص طور پر استعمال کیا گیا ہے ایوب (۱: ۱۶ اور ۲: ۱) کی تفسیر میں اسکاٹ صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں "خدا کے بیٹوں سے مراد پاک فرشتے ہیں۔ اور ایوب (۳۸: ۷) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مفسرین کے نزدیک یہاں "خدا کے بیٹوں" سے مراد انبیاء ہیں۔ عبرانیوں کے خط (۱: ۶) میں آدم علیہ السلام کو "خدا کا پہلوٹھا" بیان کیا گیا ہے۔ لوقا کے باب ۳ میں جو نسب نامہ درج ہے۔ اس کے آخر میں جہاں آدم کا نام آیا ہے وہاں آدم علیہ السلام کو خدا کا بیٹا لکھا ہے پیدائش (۶: ۲) میں آدم علیہ السلام کے بیٹوں کو خدا کے بیٹے کہا گیا ہے۔ گلتیون کے خط (۴: ۲۸) میں اسحٰق علیہ السلام "وعدے کے فرزند" بیان کئے گئے ہیں۔ خروج (۴: ۲۲) کی رو سے اسرائیل خدا کا پہلوٹھا اور پیارا بیٹا ہے۔ یرمیاہ (۳۱: ۹ و ۲۰) کے مطابق افرائیم خدا کا پہلوٹھا اور پیارا بیٹا ہے۔ زبور (۸۹: ۲۶ و ۲۷) میں حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خدا کا بڑا بیٹا کہا گیا ہے۔ اول تواریخ (۲۲: ۱۰ اور ۲۸: ۶) اور دوسموائیل (۷: ۱۴) کی رو سے سلیمان علیہ السلام خدا کے فرزند ہیں۔ استثنا (۱۴: ۱) اور رومیوں کے خط (۹: ۴) کے بموجب جملہ اسرائیلی فرزندان خدا ہیں۔ رومیوں کے خط (۸: ۱۶) کی سند پر جملہ عیسائی فرزندان الٰہی ہیں۔ متی (۶: ۶ و ۱۸ اور ۷: ۱۱) میں ہر خاص و عام کو خدا کا فرزند قرار دیا گیا ہے اور یسعیاہ (۳۰: ۱) کی عبارت گنہ گار لوگوں کو بھی خدا کا فرزند ظاہر کرتی ہے۔ ظاہر

ہے کہ ایسی فرزندی سے الوہیت کو کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ابنیت کا خطاب مختص نہ تھا۔ اور اس سے آپ کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

اگر اس مغالطہ کا باعث یہ ہے کہ یسوع کے لفظی معنی نجات دہندہ کے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کے جانشین حضرت یشوع علیہ السلام کے نام کے بھی یہی معنی ہیں اور حضرت یسعیاہ کے نام کے معنی خدا کی نجات کے ہیں تو گویا معنی کے لحاظ سے اس نام میں بھی کوئی خصوصیت نہ رہی۔

اگر مغالطہ کا باعث یہ ہے کہ آپ کا شفیع ہونا دلیل الوہیت سمجھ لیا گیا ہے تو زبور (۹۹: ۶) اور یرمیاہ (۱۵: ۱) میں حضرت موسیٰ اور حضرت سموئیل کو اور حزقی ایل (۱۴: ۲) میں حضرت نوح حضرت دانیال اور حضرت ایوب کو بھی شفیع کہا گیا ہے اور پیدائش (۱۸: ۲۳ تا ۳۳) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھی شفاعت کرنے کا ذکر موجود ہے۔

اگر الوہیت مسیح کا گمان اس امر پر مبنی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کر دیئے تو بائیبل ہی میں اول سلاطین (۱۷: ۲۲) میں ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت ایلیاس نے بھی ایک مردہ لڑکے کو زندہ کر دیا تھا۔ دوم سلاطین کے باب ۴ میں حضرت الیشع کا یہ عجیب و غریب واقعہ درج ہے۔ کہ آپ نے ایک عورت سے جس کا شوہر بوڑھا تھا فرمایا کہ تو اسی وقت سے حساب شمار کرنا شروع کر دے اور جب دن پورے ہو جائیں گے تو ایک بیٹا تو گود میں لیگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس معجزہ عجیبہ کی برکت سے وہ عورت اپنے بوڑھے شوہر کے پاس گئی بھی نہ تھی کہ حمل شروع ہو گیا۔ اس لڑکے کا شمار بھی ان ہی لڑکوں میں کرنا چاہئے جو بے باپ کے پیدا ہوئے۔ پھر جب جوان ہو کر یہ لڑکا مر گیا تو حضرت الیشع نے اسے زندہ بھی کر دیا اسی کتاب یعنی دوم سلاطین کے ابواب ۴ و ۵ و ۶ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ الیشع علیہ السلام نے اور بھی عجیب و غریب معجزات کا اظہار فرمایا۔ مثلاً بیس روٹیوں اور ایک ٹوکری بھر اناج کی بالوں سے سو انبیا زادوں کو پیٹ بھر کے کھانا کھلا دیا اور بچ رہا۔ ایک مبروص کو برص کی بیماری سے صحت دیدی ایک تندرست شخص کو مبروص بنا دیا۔

Marfat.com

وہ ہے کو پانی پر تیرا دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے تو اپنی اس دنیا ہی کی زندگی میں مردوں کو زندہ کیا تھا مگر دوم سلاطین (۱۳: ۲۱) کے بموجب حضرت الیشع کی مدفون لاش اور مردہ ہڈیوں نے ایک مردہ کو زندہ کر دیا۔ اعمال (۹: ۳۶ تا ۴۳) میں درج ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری پطرس نے بھی ایک مردہ عورت کو جس کا نام تابیتھا تھا زندہ کر دیا۔ اعمال (۲۰: ۹ تا ۱۲) میں ایک واقعہ درج ہے کہ ایک لڑکا کوٹھے پر سے گر کے مر گیا تھا جس کا نام یوتخس تھا۔ اسے پولوس نے زندہ کر دیا۔ جب بائبل ہی نے مردوں کے زندہ کرنے کا سہرا اتنے بہت سے سروں پر باندھ دیا۔ تو یہ صفت کسی کے لئے الوہیت کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے۔ عیسائیوں کا کہنا ہے کہ مسیح نے جو معجزے دکھلائے وہ اپنی قدرت سے دکھلائے اور دوسرے نبیوں نے جو معجزے دکھلائے وہ مسیح کی طرف سے یعنی مسیح کی بخشی ہوئی قدرت سے دکھلائے مگر یہ لوگ اپنے اس قول کی تائید میں کوئی معقول دلیل پیش نہیں کرتے۔ یہ صرف ان کا خیال ہی خیال ہے اور موجودہ تحریف شدہ بائبل میں بھی ان کے اس خیال کی تائید میں ایک لفظ تک نہیں ملتا۔ نبیوں کے ہاتھ پر خدا کی قدرت سے معجزات کا ظہور ہوتا رہتا ہے مگر اظہار معجزہ اظہار نبوت کے لئے لازمی نہیں۔ جب معجزات دلیل نبوت نہیں تو دلیل الوہیت کیونکر ہو سکتے ہیں؟

اگر اس مغالطہ الوہیت کا باعث یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہتے ہیں تو اس معاملہ میں بھی آپ تنہا نہیں کیونکہ توریت کے بکثرت مقامات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نبی اور بنی اسرائیل کا ہر بادشاہ اور کاہنوں کا ہر سردار ممسوح ہوتا تھا اور مسیح کیا جاتا تھا چنانچہ دوم سموئیل (۱: ۱۴) میں ساؤل کو مسیح کہا گیا۔ اول سموئیل (۱۶: ۱۳) اور دوم سموئیل (۲۳: ۱) میں داؤد علیہ السلام کو مسیح لکھا گیا یسعیاہ (۴۵: ۱) میں کیخسرو بادشاہ فارس کو خدا کا مسیح بیان کیا گیا۔ حضرت یسعیاہ نبی نے اپنی کتاب (۶۱: ۱) میں خود اپنی بابت تحریر فرمایا ہے کہ "خدا نے مجھے مسیح کیا" دوم سلاطین (۹: ۱ تا ۶) میں یاہو کو اور (۲۳: ۳۰) میں یہوآخز کو مسیح لکھا گیا۔ دوم قرنتیوں کے خط (۱: ۲۱) میں حضرت

Marfat.com

پولوس بھی اپنی شان میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"جس نے ہم کو ممسوح کیا سو خدا ہے"

اگر مغالطہ کا باعث یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے تو پیدائش (۵:۲۴) سے حنوک کا، اور دوم سلاطین (۲ : ۱۱) سے حضرت الیاس کا آسمان پر زندہ اٹھا لیا جانا بھی ثابت ہے۔ قرنتیوں کے دوسرے خط (۱۲ : ۲ تا ۴) میں پولوس بھی تیسرے آسمان تک اور فردوس بریں تک، اپنی اسی دنیا کی زندگی میں پہنچایا جانا بیان فرماتے ہیں رومن کیتھولک فرقے نزدیک حضرت مریم بھی آسمان پر اٹھائی گئیں، یہ لوگ حضرت مریم سے بھی دعائیں مانگتے ہیں اور انہیں بہشت کی ملکہ کہتے ہیں۔

عیسائی یہ بھی کہتے ہیں کہ جب زبدی کے بیٹوں کی ماں نے عیسیٰ علیہ السلام کو سجدہ کیا (متی ۲۰:۲۰) تو آپ نے اُسے سجدہ کرنے سے منع نہ فرمایا اور یہ آپ کی الوہیت کی دلیل ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ انجیلی محاورہ میں سجدہ سے اکثر خوشامد یا فرمانبرداری مراد ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی معنی میں مکاشفات (۳ : ۷ تا ۹) میں آیا ہے کہ یہودی فلادلفیا کے کلیسا کے پادریوں کے پاؤں پر آکر سجدہ کریں گے جب اس سجدہ سے پادریوں میں الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ تو زبدی کے بیٹوں کی ماں کے سجدہ کرنے سے مسیح کی الوہیت کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟ بنت سبع نے داؤد علیہ السلام کو سجدہ کیا (اول سلاطین ۱ : ۱۶) ساؤل کے پوتے مفیبوست نے داؤد علیہ السلام کو سجدہ کیا (۲ سموئیل ۹ : ۶ و ۸) کوشی نے داؤد علیہ السلام کے سپہ سالار یوآب کو سجدہ کیا (۲ سموئیل ۱۸ : ۲۱) اخیمعص نے بادشاہ داؤد کے آگے سجدہ کیا۔ (دوم سموئیل ۱۸ : ۲۸) شاہ بنوکد نضر یعنی بخت نصر اوندھے منہ گرا اور دانیال کے آگے اس نے سجدہ کیا۔ (دانیال ۲ : ۴۶) روت جو کہ مسیح کی پردادیوں میں سے تھیں بوعز کے سامنے زمین پر سجدہ میں گریں (روت ۲ : ۱۰) بائبل میں اس قسم کی بکثرت مثالیں موجود ہیں کیا یہ سب لوگ جن کے آگے سجدے

Marfat.com

ہوئے مستحق الوہیت ہوگئے؟ ایک اور مثال سن لیجئے۔ جہاں ایسے شخص کے آگے سجدہ کرایا جاتا ہے۔ جو بت پرست تھا اور خدا سے ناواقف تھا۔ ایسے شخص کے متعلق الوہیت کا گمان کسی صورت سے ہو ہی نہیں سکتا۔ کورس بادشاہ یعنی کیخسرو کی بابت یسعیاہ (۴۵: ۴) میں خدا فرماتا ہے کہ تو مجھ کو نہیں جانتا پھر اگلی آیت میں فرماتا ہے کہ میں نے تیری کمر باندھی اگرچہ تو نے مجھے نہ پہچانا۔ اسی کورس یعنی کیخسرو سے یسعیاہ کے باب ۴۵ ہی کی آیہ ۱۴ میں یہ خطاب ہوتا ہے کہ:۔

"خداوند یوں فرماتا ہے کہ مصر کی دولت اور کوش کا منافع اور سبا کے قدآور لوگ تیرے پاس آویں گے اور تیرے ہوویں گے اور تیری پیروی کریں گے وے بیڑیاں پہنے ہوئے اپنا ملک چھوڑ کے آویں گے اور تیرے آگے سجدہ کریں گے وے تیرے آگے منت کریں گے"

صاف ظاہر ہے کہ یہاں سجدہ سے مراد منت و خوشامد ہے عبرانی انداز بیان اسی طور پر واقع ہوا ہے کہ ایک ہی مضمون کو دو مختلف طور پر بیان کیا جاتا ہے حالانکہ مقصد دونوں بیانوں کا ایک ہی ہوتا ہے مثلاً اقتباس بالا میں "تیرے آگے سجدہ کریں گے وے تیرے آگے منت کریں گے" یہاں عبرانی محاورہ کے مطابق سجدہ کرنے اور منت کرنے کے ایک ہی معنی ہیں اس طرح سے یہاں سجدہ کے معنی کو سمجھایا ہے۔

بعض عیسائی علما کی عبارت آپ نے ملاحظہ فرمالی۔ اب ذرا مسیح علیہ السلام کے انکسار و عبدیت کی بھی سیر کیجئے آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ نوکر اپنے آقا سے بڑا نہیں اور نہ وہ جو بھیجا گیا ہے اپنے بھیجنے والے سے اگر تم یہ باتیں سمجھتے اور ان پر عمل کرتے ہو تو مبارک ہو" (یوحنا ۱۳: ۱۵ و ۱۶ و ۱۷)

مسیح نے شمعون سے فرمایا کہ:۔

"میں نے تیرے لئے دعا مانگی کہ تیرا ایمان جاتا نہ رہے" (لوقا ۲۲: ۳۲)

اللہ سے دعا مانگنا عین عبدیت ہے۔

آسمان پر جانے سے قبل مسیح نے مریم سے کہا:۔

"مجھ کو مت چھو کیونکہ میں ہنوز اوپر اپنے باپ کے پاس نہیں گیا پر میرے بھائیوں (یعنی حواریوں) پاس جا اور ان سے کہہ کہ میں اوپر اپنے باپ اور تمہارے باپ پاس اور اپنے خدا اور تمہارے خدا پاس جاتا ہوں" (یوحنا ۲۰: ۱۷)

مسیح علیہ السلام کے اس قول سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خدا کی نسبت باپ کے لفظ کا استعمال اس زمانہ کا عام محاورہ تھا۔

"میں نے تو آپ سے نہیں کہا بلکہ باپ نے جس نے مجھے بھیجا فرما دیا کہ میں کیا بولوں اور کیا کہوں" (یوحنا ۱۲: ۴۹)

حاصل یہ ہے کہ اناجیل مروجہ سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی الوہیت کا دعویٰ کیا ہو، اور تثلیث کی تعلیم دی ہو بلکہ خالص توحید ہی کی تعلیم آپ دیتے رہے اور اپنے کو اللہ کا بندہ اور پیغمبر کہتے رہے آپ کے حواریوں نے بھی آپ کو صرف نبی ہی سمجھا، اور نبی ہی مانا۔ آپ کے زمانہ کے لوگوں نے بھی آپ کو نہ الوہیت سے موصوف کیا نہ الوہیت سے آپ کو موصوف کرتے ہوئے کسی کو دیکھا یا سنا۔ آپ کے دشمنوں تک نے آپ پر یہ الزام اس زمانہ میں نہ لگایا کہ آپ نے کبھی الوہیت کا دعویٰ کیا تثلیث کو آپ کی تعلیم سے کوئی واسطہ نہیں یہ بہت بعد کی بدعت ہے۔ ۳۲۵ء میں اس عقیدہ کی بنیاد مندرجہ ذیل صورت سے ڈالی گئی:۔

جارج سیل اپنے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ۳۲۵ء میں کونسل نیس منعقد ہوئی اور اس میں مسیح کی الوہیت کا جس کی مدت سے گفتگو درپیش تھی، تصفیہ ہوا۔ اس کونسل کے انعقاد کی وجہ یہ تھی کہ جب اریوس نے جو مسیح کی الوہیت کا منکر تھا اپنے مسئلہ کو دونوں یوسی بیوسیوں اور دیگر علما کی مدد سے خوب پھیلانا شروع کیا اور اتھانیشیس اس کے مقابلہ پر کھڑا ہوا۔ تب قسطنطین نے اس نزاع کو دیکھ کر اس کونسل

کے انعقاد کا حکم دیا۔ اس کونسل میں تیرہ (۱۳) بشپ اور بہت سے پادریوں نے تثلیث سے انکار کیا بعض لوگ تثلیث کے تو قائل ہو گئے۔ مگر بجائے روح القدس کے حضرت مریم کو تثلیث میں داخل کرتے تھے جب بادشاہ نے علانیہ حکم دے دیا کہ جو شخص تثلیث سے انکار کرے گا۔ اس کا مال ضبط اور وہ خود جلاوطن کیا جائے گا۔ تب اکثر اراکین کونسل نے بادشاہ کے خوف سے تثلیث کے عقیدہ پر دستخط کر دئے بس اُس وقت سے تثلیث قائم ہوئی۔ اور اتھانیشئیس کا عقیدہ پھیلنا شروع ہوا۔

روس تواریخ کلیسا کے باب ۵ میں کونسل آف نیس کے متعلق لکھا ہے کہ اس دینی مباحثہ کے سبب بہت لوگ ستائے گئے بلکہ جان سے مارے گئے اور بڑی خونریزی کی لڑائیاں ہوئیں۔

جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں کہ:-

"قسطنطین اعظم نے صرف اپنے ملک کے استحکام کے لئے مذہب عیسائی اختیار کیا تھا اور یہ شخص ایسا ظالم تھا کہ لوگ اسے نیرو ثانی کہتے تھے۔ اس کے ہاں ایک مشہور انجمن تھی جس کو نیس کہتے تھے۔ اس مجلس نے پہلے پہل ۳۲۵ء میں حضرت مسیح کی خدائی کا مسئلہ نکالا"

سینٹ ہلیری جو چوتھی صدی کا ایک بشپ اور اگلے زمانہ کے پادریوں میں سے تھا ان مذہبی مناقشات کو بہت ناپسند کرتا تھا۔ جن کے باعث ہزارہا عیسائی جان سے مارے گئے اور جن لوگوں کو آپس میں بھائی بنکر رہنا چاہئے تھا۔ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کیا اُس کے الفاظ یہ ہیں:-

"بڑے افسوس کی اور خوف کی بات ہے کہ ہم لوگوں میں جس قدر رائیں ہیں اُسی قدر مسائل اور جیسا جس کا میلان ہے ویسا ہی اُس کا مذہب اور جتنی ہم میں کوتاہیاں ہیں اتنی ہی ہماری کفر گوئی اور بے ادبی ہے کیونکہ ہم لوگ اپنے دل کی خواہش کے مطابق مسائل بنا لیتے ہیں پھر اُن مسائل کو اسی طرح بناوٹ سے بیان کرتے پھرتے ہیں ہر سال نہیں بلکہ ہر مہینہ ہم جدید مذاہب تراشتے ہیں۔ اور ان کی اشاعت کرتے ہیں"

Marfat.com

فلمنگ صاحب کا قول ہے کہ :-

"قسطنطین کے زمانہ سے بہت پہلے اکثر عیسائی خراب ہو گئے تھے۔ اور اصول مذہب میں فتور آ گیا تھا۔ مگر بعد ازاں جب اُس نے علمائے مذہب کی بہت قدر کی اور انہیں اعلیٰ اعلیٰ مرتبوں پر پہنچایا تو یہ لوگ دولت کے خواہشمند اور اختیارات ملکی کے شائق ہو گئے اور انہوں نے مذہب عیسوی کو خراب کر دیا۔"

قسطنطین کے فیصلہ تثلیث کے باوجود اور باوجود دردناک خونریزیوں کے اریوس اپنے ہی عقیدہ توحید پر جما رہا۔ اور اپنے عقیدہ کی لوگوں کو تعلیم بھی دیتا رہا۔ اُس کے بعد بھی عرصہ تک یہ تعلیم جاری رہی اور اب بھی عیسائیوں میں یونی ٹیرین فرقہ موجود ہے جو تثلیث کا قائل نہیں الوہیت صرف خدا کے لئے قرار دیتا ہے اور مسیح کو ایک الہام یافتہ انسان سمجھتا ہے ایام گزشتہ میں عیسائیوں میں ایک ابیونی فرقہ تھا جس کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ محض ایک انسان تھے ۔سنہ ۔۔ء میں ارتمن فرقہ پیدا ہوا۔ اس کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ مسیح انسان ہیں۔ ساسینین فرقہ والے بھی مسیح کو صرف انسان یا الہام یافتہ سمجھتے تھے۔

مراتب ثلاثہ عیسائی علماء یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ جس طرح مسیح اقانیم ثلاثہ میں سے ایک اقنوم ہیں اسی طرح اس ایک اقنوم میں بھی تین مرتبے شامل ہیں۔ یعنی نبوت۔ بادشاہت اور کاہنوں کی سرداری۔ مگر انجیل سے سوا مرتبۂ نبوت کے اور کوئی مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام میں ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ یوحنا (۱۸: ۳۶) میں ہے کہ :-

"یسوع نے جواب دیا کہ میری بادشاہت اس جہان کی نہیں اگر میری بادشاہت اس جہان کی ہوتی تو میرے نوکر لڑائی کرتے تاکہ میں یہودیوں کے حوالہ نہ کیا جاتا۔ پر میری بادشاہت یہاں کی نہیں ہے۔"

کاہن کے عہدہ یا کاہنوں کی سرداری پر آپ کا مقرر نہ ہونا جملہ اناجیل و حالات مسیح سے ثابت ہے صرف مرتبہ نبوت کا ثبوت اناجیل موجودہ میں بھی بکثرت پایا جاتا ہے چنانچہ مسیح علیہ السلام خود اپنی بابت مرقس (۶: ۴) میں فرماتے ہیں کہ :-

Marfat.com

"نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں"

آپ کے اس قسم کے الفاظ جن سے آپ کی نبوت کا آپ ہی کی زبان سے اقرار پایا جاتا ہے متی (۱۳: ۵۷) اور لوقا (۴: ۲۴) اور یوحنا (۴: ۴۴) میں بھی موجود ہیں۔ حواریوں نے قصہ صلیب کے بعد بھی آپ کو نبی ہی کہا۔ (لوقا ۲۴: ۱۹) جب آپ نے ایک بیوہ کے مردہ لڑکے کو زندہ کر دیا تو سب ڈر گئے۔ اور خدا کی تعریف کر کے بولے کہ:-

"بڑا نبی ہم میں اُٹھا ہے" (لوقا ۷: ۱۶)

جب آپ نے پانچ ہزار آدمیوں کو پانچ روٹیوں سے سیر کر دیا تو ان لوگوں نے کہا کہ:-

"فی الحقیقت وہ نبی جو جہان میں آنے والا تھا یہی ہے" (یوحنا ۶: ۱۴)

غرضکہ آپ نے خود اپنے آپ کو صرف نبی ہی فرمایا۔ آپ کے حواریوں نے آپ کے اٹھ جانے کے بعد بھی آپ کو نبی ہی جانا۔ اور عوام الناس بھی جن جن سے آپ کو سابقہ پڑا، انہوں نے آپ کو نبی ہی سمجھا۔ جس طرح توحید الٰہی میں اقانیم ثلاثہ ثابت نہیں ہوتے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام میں مرتبہ نبوت کے ساتھ بادشاہت اور کہانت کا اجتماع بھی ثابت نہیں ہوتا۔

افسانۂ صلیب

عیسائی علما کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام یہودیوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے، صلیب پر چڑھائے گئے۔ مرنے کے بعد تین دن تک قبر میں دفن رہے، پھر زندہ ہوئے، حواریوں کو نظر آئے، اور آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ اور صلیب پر مسیح کی یہ قربانی عیسائیوں کے تمام عمر کے گناہوں کا کفارہ ہو گئی۔ گر اناجیل اربعہ پر تنقیدی نظر ڈالی جائے۔ تو ان میں سے ایک بات بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی، بیانات میں اس قدر اختلافات ہیں کہ افسانہ صلیب کا کوئی پہلو ثابت نہیں ہوتا۔ روایت و درایت کی رو سے کوئی بیان تحقیق کی کسوٹی پر قابلِ اعتماد نہیں پایا جاتا۔

Marfat.com

سب سے پہلے گرفتاری کے واقعات کو لیجئے۔ اس واقعہ کی صورت میں اختلاف ہے۔ متی (۲۶: ۴۸: ۴۹) میں لکھا ہے کہ مسیح کے حواری یہوداہ اسکریوطی نے اپنے ساتھیوں کو گرفتاری مسیح کے لئے یہ علامت قرار دی تھی کہ جسے میں چوموں اُسے گرفتار کر لینا چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا۔ مگر یوحنا (۱۸: ۴ تا ۸) میں واقعہ اس طور پر درج ہے کہ عیسٰی نے خود آگے بڑھ کر دو بار اپنے پکڑنے والوں سے کہا کہ تم کسے ڈھونڈتے ہو یسوع میں ہوں وہ لوگ یہ سُن کر پیچھے ہٹے اور زمین پر گر پڑے آخر کار عیسٰی علیہ السلام نے خود ہی اپنے آپ کو خوب پہچنوا کر اپنے کو گرفتار کرا دیا۔ اور اب ان دو بیانات میں سے ہم کسے سچا سمجھیں؟ لازمی طور پر ان میں سے ایک بیان غلط ہو گا۔ اور ممکن ہے کہ دونوں بیان غلط ہوں کیونکہ جب کسی کتاب میں غلطیوں کا احتمال ہو جاتا ہے۔ تو ساری کتاب بے اعتبار ہو جاتی ہے۔ خصوصًا وہ کتاب جسے آسمانی یا الہامی ہونے کا دعوے ہو۔

دوسرا اختلاف تعین صلیب بردار میں ہے۔ یوحنا (۱۹: ۱۷) میں ہے کہ مسیح خود اپنی صلیب کو اُٹھا کر لے گئے تھے۔ اور متی (۲۷: ۳۲) اور مرقس (۱۵: ۲۱) اور لوقا (۲۳: ۲۶) میں یہ لکھا ہے کہ مسیح کی صلیب شمعون قرینی سے اٹھوا کر لے گئے تھے۔ علاوہ اس اختلاف کے بیان ایک اور امر بھی قابلِ غور ہے۔ آسکاٹ صاحب اپنی تفسیر میں زیر آیت ۳۲ باب ۲۷ متی لکھتے ہیں کہ اس زمانہ کا دستور یہ تھا کہ جس شخص کو صلیب دی جاتی تھی وہ شخص خود ہی اپنی صلیب اٹھا کر لے جاتا تھا۔ قرآنی تعلیم یہ ہے کہ عیسٰی علیہ السلام نہ قتل کئے گئے نہ آپ کو صلیب دی گئی۔ بلکہ اس بارہ میں لوگوں کو شبہ میں ڈال دیا گیا وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (۴: ۲۲۱)
عیسائی مصنفین کو اعتراف ہے کہ قبل نزول قرآن بھی عیسائیوں میں چار فرقے ایسے تھے۔ جن کا اعتقاد یہ تھا۔ کہ عیسٰی علیہ السلام مصلوب نہ ہوئے تھے بلکہ اُن کی جگہ شمعون قرینی پکڑا گیا اور مصلوب ہوا وہ چار فرقے یہ ہیں :- (۱) باسیلیدی (۲) سرنتھی (۳) کارپوکراتی (۴) اگے تک جارج سیل بھی قرآن کے انگریزی

ترجمہ میں سورہ آل عمران کے رکوع ۵ میں وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ کے تحت ان فرقوں کے وجود اور انکے بہت قدیم ہونے اور ان کے متذکرہ بالا عقیدہ کو تسلیم کرتے ہیں اسی سلسلہ میں سیل صاحب اپنے اسی نوٹ میں برناباس کی انجیل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول نقل کرتے ہیں :۔

"اے برناباس میری بات پر یقین کر کہ ہر گناہ کی خواہ وہ کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو خدا بڑی دردناک سزا ضرور دیتا ہے کیونکہ خدا گناہ سے ناراض ہوتا ہے چونکہ میری والدہ اور میرے وفادار شاگردوں کو جو مجھ سے محبت تھی اس میں محبت دنیا کی بھی آمیزش تھی خدائے عادل نے یہی مناسب سمجھا کہ اس جرم کی پاداش میں اُنہیں اسی دُنیا میں رنج دیا جائے تاکہ آخرت میں وہ دوزخ کے شعلوں سے نجات پائیں۔ اور میرا معاملہ یہ ہے کہ اگرچہ میں دنیا میں بے قصور رہا تاہم بعض لوگوں نے مجھے خدا اور خدا کا بیٹا کہا۔ اس لئے مشیت الٰہی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ قیامت کے دن شیاطین میری ہنسی نہ اُڑائیں بلکہ اُس کی رضا، اسی میں ہوئی کہ یہوداہ کی موت کے ذریعہ سے اسی دنیا میں میری جگ ہنسائی ہو جائے۔ اور ہر شخص یہ گمان کرلے کہ میں نے صلیب پر جان دی۔ اور یہ ساری ہنسی اور ہتک اُس وقت تک رہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، اس دنیا میں آئیں اور ہر ایمان دار کو اس غلطی سے نکالیں "

ممکن ہے کہ اسی نوع کے مضامین کی بنا پر انجیل برناباس کو عیسائیوں نے جعلی قرار دے کر مروجہ مطبوعہ کتب مقدسہ سے خارج کر رکھا ہو مگر اکثر قدیم قلمی نسخوں میں یہ انجیل موجود ہے اور نسخہ سینائیں بھی یہ انجیل موجود ہے یہ وہی نسخہ ہے جسے حال میں انگلستان نے ایک لاکھ پونڈ پر خریدا ہے اور جس کا ذکر اس سے پہلے آچکا ہے ۔ سیل صاحب اپنے نوٹ میں لکھتے ہیں کہ یہ عبارت مسلمانوں نے اس انجیل میں شامل کردی ہے باوجود اس اتہام کے سیل صاحب نے اس عبارت کو اس قدر اہمیت دی کہ اپنے نوٹ میں اسے بالکلیہ نقل کردیا اور اپنے اس خیال کی تائید میں نقل کیا کہ نزولِ قرآن سے بہت

قبل عیسائیوں کی متعدد جماعتیں اس عقیدہ پر قائم تھیں کہ مسیح نہ مصلوب ہوئے نہ قتل ہوئے بالکل اور غلط بیان کو غلط جان کر کوئی معقول پسند شخص اپنی تائید میں اُس بیان کو پیش نہیں کیا کرتا۔ علاوہ بریں جس زمانہ میں انجیل برنباس لکھی گئی اور مشہور ہوئی اور اُس کی نقلیں پھیلیں اُس زمانہ میں اُن مسلمانوں کا وجود ہی کہاں تھا کہ مندرجہ بالا عبارت کو انجیل میں شامل کر دیتے اگر مسلمانوں نے اپنے وجود میں آنے کے بعد کسی نہ کسی تدبیر سے انجیل میں اس عبارت کو شامل کر دیا تو عیسائی اس الزام کے ثبوت میں کسی ایک ہی قدیم نسخہ انجیل برنباس کو پیش کر دیں جس میں یہ عبارت نہ ہو۔ عیسائی دنیا میں یقیناً متعدد نسخے ایسے ہوں گے۔ جو محض عیسائیوں ہی کی تحویل میں رہے ہوں گے اور جن تک کسی مسلمان کا ہاتھ نہ پہنچا ہوگا۔ اگر ان نسخوں میں بھی یہ عبارت موجود ہے تو مسلمانوں پر یہ اتہام ظلم ہے۔ بفرض محال اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے عیسائیوں کی انجیل میں تحریف ہوگئی اور عیسائی اب ایک بھی نسخہ ایسا پیش نہیں کر سکتے۔ جو اس تحریف سے بچا ہو تو اس صورت میں بھی عیسائیوں کی کتابیں غیر محفوظ اور تحریف شدہ اور ناقابل اعتماد ثابت ہوتی ہیں۔

بہرحال صرف ایک انجیل میں یہ لکھا ہے۔ کہ صلیب اُٹھا کر لے جانے والے خود مسیح تھے اس کے مقابلہ میں تین انجیلیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ نہیں بلکہ اس صلیب کا اُٹھا کر لے جانے والا شمعون قرینی تھا پھر بھی معلوم ہوا کہ اس زمانہ کا دستور یہی تھا کہ جو صلیب پر لٹکایا جائے وہی صلیب کو خود اٹھا کر لٹکنے کی جگہ لے ج اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قدما کی چار جماعتیں یہی کہتی ہیں کہ مصلوب ہونے والا شمعون قرینی تھا نہ کہ مسیح علیہ السلام مزید برآں حضرت مسیح کے قول مندرجہ انجیل برنباس پر بھی نظر ڈالی جائے اس کے بعد منصف مزاج حضرات خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ افسانہ صلیب میں صداقت کو کس حد تک دخل ہے۔

تیسرا اختلاف صلیب دیئے جانے کے وقت سے متعلق ہے مرقس (۲۵:۱۵) میں ہے کہ تیسرا گھنٹہ تھا جبکہ انہوں نے اسے صلیب دی یعنی صبح کے نو (۹) بجے تھے اور یوحنا (۱۴:۱۹) میں ہے کہ چھٹا

Marfat.com

گھنٹے کے قریب سولی دی گئی جس کے معنی یا تو یہ ہو سکتے ہیں کہ چھ (۶) بجے صبح سولی ملی یا چھ (۶) گھنٹے دن چڑھے یعنی ۱۲ بجے دوپہر کو۔ متی (۲۷: ۴۶) سے نویں (۹) گھنٹے تک یسوع کا زندہ رہنا پایا جاتا ہے۔ اور اس وقت ان کا بڑے شور سے چلا کر یہ کہنا بیان کیا جاتا ہے کہ:- "ایلی ایلی لما سبقتانی" یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔ لاطینی زبان کی ایک کتاب سیلیس انالیسس کرونالاجیکا کے باب ۸ صفحہ ۲۰۹ پر لکھا ہے کہ فصح کے دن شام کے وقت انہوں نے اسے صلیب پر لٹکایا اتنا اہم واقعہ اور اس میں اس درجہ اختلاف متذکرہ بالا جملہ واقعات مذکورہ کی بے اعتباری پر دلالت کرتا ہے۔

چوتھا اختلاف ان دو چوروں کی بابت ہے۔ جو مسیح کے ساتھ صلیب پر دائیں بائیں لٹکائے گئے تھے۔ متی (۲۷: ۴۴) کا بیان ہے کہ دونوں چور مسیح کو برا کہتے تھے مگر لوقا (۲۳: ۳۹ تا ۴۳) کا بیان ہے کہ صرف ایک ہی چور آپ کو برا کہتا تھا اور دوسرا چور آپ کی تعریف کرتا تھا بعض مفسرین نے ان ہی اختلافات کے دور کرنے کی کوشش کی ہے مگر نتیجہ تشفی بخش نہ نکل سکا۔ مثلاً اسکاٹ صاحب نے اپنی طرف سے ترتیب زمانی وضع کر کے بیانات مختلفہ کو آگے پیچھے اس طرح بیان کر دیا کہ پہلے دونوں چور آپ کو برا کہتے تھے۔ پھر ایک نے برا کہنے سے توبہ کی اور اچھا کہنا شروع کر دیا۔ اس تطبیق بلا دلیل سے کسی کی بھی تشفی نہیں ہو سکتی۔ اس صورت سے تو تمام متضاد و متناقض امور میں تطبیق باہمی دی جا سکتی ہے اور صدق و کذب کا امتیاز ہی اٹھ جاتا ہے۔

پانچواں اختلاف اس کتبہ کی عبارت میں ہے جو مسیح کی صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ یوحنا (۱۹: ۱۹) میں یہ عبارت درج ہے "یسوع ناصری یہودیوں کا بادشاہ" متی (۲۷: ۳۷) کی عبارت ہے کہ:- "یہ یسوع یہودیوں کا بادشاہ ہے" ناصری کا لفظ یہاں درج نہیں مرقس (۱۵: ۲۶) اور لوقا (۲۳: ۳۸) میں کتبہ کی عبارت یہ بیان کی گئی ہے کہ:- "یہودیوں کا بادشاہ ہے" یعنی یہاں نہ یسوع کا لفظ ہے نہ ناصری کا۔

Marfat.com

چھٹا اختلاف اس میں ہے کہ مسیح کو صلیب پر چڑھتے اور جان دیتے کس کس نے دیکھا متی (۲۶ : ۵۶) میں لکھا ہے کہ جب مسیح گرفتار ہوئے اُسی وقت "سب شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے" تو ظاہر ہے کہ مصلوبی کے وقت شاگردوں میں سے ایک بھی مسیح کے پاس نہ تھا۔ مرقس (۱۴ : ۵۱) سے بھی اسی بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ لوقا (۲۳ : ۴۹) میں لکھا ہے کہ عورتیں وغیرہ مسیح کے صلیب پانے کے وقت دُور سے کھڑی ہو کر سارا حال دیکھ رہی تھیں مگر یوحنّا (۱۹ : ۲۵) میں لکھا ہے کہ یہ سب لوگ اور عورتیں صلیب کے پاس کھڑی تھیں اور اتنے قریب تھے کہ مسیح نے اپنی والدہ کو اپنے ایک شاگرد کے سپرد فرمایا اور فرمایا کہ دیکھ یہ تیری ماں ہے۔ ان بیانات میں کس قدر اختلاف ہے؟

متی (۲۷ : ۵۰ تا ۵۵) میں مسیح کے جان بحق تسلیم ہوتے وقت کا منظر یوں کھینچا گیا ہے کہ ہیکل کا پردا پھٹ گیا اور زمین کانپی اور پتھر تڑخ گئے اور قبریں کھل گئیں اور مُردے نکل پڑے اور زندہ ہو گئے متی ہی کا یہ قول ہے کہ مسیح کی گرفتاری کے وقت سب شاگرد مسیح کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے پھر یہ دیکھا کس نے کہ ہیکل کا پردا پھٹ گیا اور زمین کانپی اور مردے قبروں میں سے نکل کر زندہ ہو گئے اور اندھیرا چھا گیا؟ کیا دشمنانِ مسیح کی شہادت پر یہ سارے واقعات درجِ انجیل کر دیے گئے؟ اگر انجیل یوحنّا کے مطابق یوحنّا اُس وقت حاضر تھا تو یوحنّا نے تو ان باتوں کا ذکر ہی نہیں کیا۔ پھر متی نے یہ جملہ عجائبات کہاں سے دیکھ لیے؟ ایک طرف متی لکھتے ہیں کہ قبروں میں سے مردے نکل کھڑے ہوئے اور زندہ ہو گئے۔ دوسری طرف ایوب (۷ : ۹ ، ۱۰) میں لکھا ہے کہ جو قبر میں جاتا ہے وہ پھر قیامت تک واپس نہیں آتا۔ اب ان دونوں میں سے اگر ایک بات صحیح ہے تو دوسری یقیناً غلط ہے اور دونوں میں سے ایک قول کی بھی غلطی موجودہ بائیبل پر سے اعتبار اُٹھا دینے کے لئے کافی ہے اور جب بائیبل ہی سے اعتبار اُٹھ گیا تو محتاط لوگوں کے نزدیک اُس کا ہر بیان جس کی کہیں خارج سے تائید نہ ہو مشکوک ہے۔

ساتواں اختلاف ان لوگوں کی بابت ہے۔ جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے

مسیح کو مر کر دوبارہ زندہ ہوتے دیکھا۔ قرنتیوں کے (۱۵ : ۵ و ۶) میں پولوس لکھتے ہیں کہ مسیح کا دوبارہ زندہ ہونا بارہ حواریوں نے دیکھا پھر اس کے بعد "پانچ سو۵۰۰ بھائیوں سے زیادہ تھے جنہیں وہ ایک بار دکھائی دیا" اول تو بارہ حواریوں کی تعداد ہی غلط ہے زمانہ مسیح میں صرف گیارہ (۱۱) ہی حواری تھے۔ بارہواں حواری مسیح کے آسمان پر جانے کے بعد بذریعہ قرعہ اندازی کے منتخب ہوا ہے جس کی تفصیل کتاب اعمال کے باب اول میں درج ہے پھر اناجیل اربعہ متفق ہیں کہ سوا گیارہ حواریوں کے کسی نے مسیح کو دوبارہ زندہ نہیں دیکھا۔ اعمال (۱۰ : ۴۰ و ۴۱) میں بھی صاف لکھا ہے کہ :۔

اس کو (یعنی مسیح کو) خدا نے تیسرے دن اُٹھایا اور ظاہر کر دکھایا ساری قوم پر نہیں بلکہ ان گواہوں پہ کہ آگے سے خدا کے چُنے ہوئے تھے یعنی ہم پر" پھر پولوس نے یہ کہاں سے کہہ دیا کہ ۵۰۰ پانچسو بھائیوں سے زیادہ تھے جنہیں وہ ایک بار دکھائی دیا۔ اعمال (۱ : ۱۵) کی رُو سے شاگردوں کی تعداد ایک سو بیس (۱۲۰) سے زائد نہ تھی۔ یہ تعداد عروج مسیح کے بعد کی ہے نہ کہ وقوع صلیب سے قبل کی قبل کی تعداد اس سے بھی کم ہو گی۔ پولوس کے یہ پانچسو سے زائد بھائی کہاں سے پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے مسیح کی حیات ثانی کا مشاہدہ کر لیا۔ کیا متی اور یوحنا اور پطرس وغیرہم جو مسیح کے مقرب حواری تھے پولوس کے پانچ سو۵۰۰ بھائیوں میں شامل نہ تھے کہ یہ بھی اپنی تصانیف میں کچھ اس کا ذکر کرتے بقول مسیحی علماء کے لوقا اور مرقس نے پولوس اور پطرس ہی کی تعلیم سے اپنی اپنی انجیلیں لکھیں مگر ان دونوں نے بھی یہ بات کہیں نہ لکھی۔ لوقا نے خاص طور پر پولوس ہی سے پوچھ پوچھ کر مسیح کا حال لکھا مگر باوجود اس کے یہی لکھا کہ صرف گیارہ حواریوں ہی نے مسیح کی حیات ثانی کا مشاہدہ کیا اس نے نہ بارہ حواریوں کا ذکر کیا نہ پانچسو سے زائد بھائیوں کا۔

اب جنہیں اس حیات ثانی کا مشاہدہ ہوا ان کی بابت بھی مختلف بیانیاں ذرا ملاحظہ ہوں۔

یوحنا (۲۰ : ۱۴) میں لکھا ہے کہ مریم مگدلینی نے مسیح کو مصلوبی کے تیسرے دن دیکھا مگر

نہ پہچانا۔ لوقا (۲۴: ۴ و ۵ و ۶) میں لکھا ہے کہ مریم مگدلینی نے فرشتوں سے یسوع کے جی اُٹھنے کا حال سن کر شاگردوں کو خبر دی تھی مگر یوحنّا (۲۰: ۱ و ۲ و ۱۴) سے ظاہر ہوتا ہے کہ مریم مگدلینی کو مسیح کے جی اُٹھنے کی خبر نہ تھی اور جب تک کہ مسیح کو مرنے کے بعد زندہ نہ دیکھا یہی سمجھا تھا کہ مسیح کی نعش کو کوئی قبر سے نکال کر لے گیا ہے اور جب مسیح کو دیکھا بھی تو انہیں نہ پہچانا بلکہ یہی سمجھا کہ کوئی باغبان ہے مرقس (۱۶: ۹) میں ہے کہ یسوع قبر سے جی اُٹھنے کے بعد پہلے مریم مگدلینی کو دکھائی دیئے۔ لوقا (۲۴: ۱۳ و ۳۴) میں ہے کہ پہلے دو مردوں کو پھر شمعون کو دکھائی دیا۔ متی (۲۸: ۹) میں ہے کہ مریم نے یسوع کو دیکھ کر ان کے قدم پکڑے مگر یوحنّا (۲۰: ۱۷) میں ہے کہ یسوع نے کہا کہ مجھ کو مت چھوؤ۔ کیونکہ میں ہنوز اوپر اپنے باپ کے پاس ابھی نہیں گیا۔ پھر یوحنّا (۲۰: ۱۲) میں ہے کہ مریم نے دو فرشتے یسوع کی قبر میں بیٹھے دیکھے۔ لوقا (۲۴: ۴) میں ہے کہ دو شخص اپنے پاس کھڑے دیکھے مرقس (۱۶: ۵) میں ہے کہ ایک جوان کو سفید پوشاک پہنے ہوئے قبر میں بیٹھے دیکھا۔ متی (۲۸: ۲) میں ہے۔ کہ ایک فرشتے کو قبر کے باہر پتھر پر بیٹھے دیکھا اب خیال فرمایئے کہ ایک ہی واقعہ کو چار انجیلوں میں چار مختلف صورتوں میں بیان کیا گیا ہے بیانات میں اختلافات کی اس سے زیادہ بیّن مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟

پھر مرقس باب ۱۶ اور لوقا باب ۲۴ میں جو لکھا ہے کہ عورتیں تیسرے دن خوشبو لے کر قبر پر گئیں کہ یسوع کی نعش پر وہ خوشبو ملیں یہ صریحاً غلط ہے کیونکہ بقول اناجیل ہی کے قبر پر ایک بھاری پتھر رکھا گیا تھا اور اس پتھر پر مُہر لگا دی گئی تھی۔ اور رومی سپاہیوں کا وہاں بہت سخت پہرا بٹھا دیا گیا تھا۔ اس پہرے کا باعث یہ تھا کہ یہودیوں کو پہلے سے اس بات کا خوف تھا کہ ایسا نہ ہو کہ عیسائی لوگ مسیح کی نعش کو قبر میں سے چوری سے نکال لے جائیں اور مشہور کر دیں کہ مسیح دوبارہ زندہ ہو گیا تو اس صورت میں یہ فتنہ پہلے فتنے سے شدید تر ثابت ہوگا۔ چنانچہ بعد میں عیسائیوں نے جب مسیح کا پھر زندہ ہو جانا بیان کیا۔ وہ یہودیوں میں اس مصلوب کی نعش کا چوری ہو جانا مشہور ہے جس کی تائید متی (۲۸: ۱۳ و ۱۴ و ۱۵)

سے بھی پوری طرح ہوتی ہے اور رومی سپاہیوں کا پہرہ بہت سخت ہوتا تھا۔ اسکاٹ صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ رومی فوج میں یہ قانون تھا کہ جو سپاہی اپنے پہرے پر سو جائے وہ قتل کر دیا جائے۔ ایسے سخت پہرے کے ہوتے ہوئے وہ عورتیں کیا دیوانی تھیں جو خوشبو لے کر مصلوب کی قبر پر جا پہنچیں اگر یہ سمجھا جائے کہ انہیں مسیح کے جی اٹھنے کا یقین تھا۔ تو اول تو یہ بات کسی انجیل سے ثابت نہیں ہوتی دوم ایسی صورت میں قبر پر جانے کی کیا ضرورت تھی زندہ شخص کو اب قبر سے کیا تعلق۔ سوم ان عورتوں نے پھر یہ کیوں کہا کہ:۔ "ہمارے لئے پتھر کو قبر کے دروازے پر سے کون ڈھلکائے گا"

متی (۲۷:۶۳) میں جو یہ قول مسیح سے منسوب کیا گیا ہے کہ میں تین دن زمین کے نیچے رہونگا وہ قول اگر صحیح ہے تو ممکن ہے کہ اس سے اس جانب اشارہ ہو کہ عیسٰی علیہ السلام نے زمین پر تین برس نبوت کا کام کیا اور اس کے بعد اٹھا لئے گئے۔ کیونکہ حزقی ایل (۴:۶) کی رو سے نبیوں کے ایک دن سے ایک سال مراد ہوتی ہے۔ ڈاکٹر جان مکڈول بھی اپنی کتاب تعلیم الایمان مطبوعہ امریکن مشن لدھیانہ ۱۸۶۹ء کے صفحہ ۱۳۰ پر لکھتے ہیں کہ:۔ "اکثر عالموں نے کلام الٰہی کی تفسیر میں ایک دن کو ایک برس تصور کیا ہے اور قدیم یہودی اور سب مسیحی عالم بھی اسی شمار میں متفق ہیں" اگر قول مسیح سے مندرجہ بالا معنی نہ سمجھے جائیں بلکہ یہ معنی لئے جائیں کہ آپ تین دن قبر میں رہ کر اٹھ کھڑے ہوں گے تو یہ قول غلط ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ اناجیل کی رو سے آپ صرف ایک دن اور دو رات قبر میں رہے۔

جب صلیب ہی کا افسانہ غلط ہے تو مر کر زندہ ہو جانے کا قصہ تو اور بھی غلط ہونا چاہیے۔ افسانہ صلیب کی تردید اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے۔ کہ استثنا (۲۱:۲۳) میں لکھا ہے کہ جو لکڑی پر لٹکایا جاتا ہے یعنی جو سولی دیا جاتا ہے وہ خدا کا ملعون ہوتا ہے اگر یہ آیت صحیح ہے تو اللہ تعالٰے نے ضرور اپنے پیارے اور برگزیدہ بندے عیسٰی علیہ السلام کو اس لعنت سے دور اور صلیب پانے سے محفوظ رکھا ہوگا۔ اس کے خلاف اناجیل میں جس قدر واقعات درج ہوں وہ سب یقیناً غلط اور الحاقی ہیں

اور ان میں اس قدر اختلافات ہیں کہ وہ سب بیانات پایۂ اعتبار سے گر جاتے ہیں۔

قربانی اور کفارہ اگر عیسائی عقیدہ کے مطابق تھوڑی دیر کے لئے اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ مسیح نے صلیب پائی تو تفتیش طلب مسئلہ یہ باقی رہتا ہے کہ یہ مصلوبی قربانی کیونکر ہوگئی اور اس قربانی کی ضرورت کیا پیش آئی تھی اور یہ دوسروں کے لئے کفارہ کس حد تک ثابت ہو سکتی ہے۔

اوّل تو وہ تخیل ہی غلط ہے جس پر قربانی اور کفارہ کے اس عقیدہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ یہ بات عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے کہ آدم علیہ السلام کے گناہ میں جملہ بنی آدم شریک ہیں آدم سے ایک گناہ ہوا تھا جس کی انہیں دو سزائیں مل چکیں، ایک بہشت سے خراج، دوسری موت (پیدائش ۳ رومیوں ۵: ۱۲ تا ۱۹) اوّل قرنتیون ۱۵: ۲۱) جب ایک گناہ کی دو سزائیں مل چکی ہیں تو وہ گناہ اب باقی کہاں رہا جو اولاد آدم سینکڑوں ہزاروں پشت تک اس ناکردہ گناہ کی سزا میں مبتلا رہے اگر خروج (۲۰: ۵) کا سہارا ڈھونڈا جائے جس کا مضمون یہ ہے کہ باپ دادا کی بدکاریوں کا بدلہ اولاد سے تیسری اور چوتھی پشت تک لیا جاتا ہے۔ یا استثناء (۲۳: ۲) سے مدد لی جائے جس میں لکھا ہے کہ حرامی بچہ اور اس کی دس پشتیں خداوند کی جماعت میں داخل نہیں ہو سکتیں تب بھی مطلب برآری نہیں ہو سکتی کیونکہ آدم علیہ السلام کی سینکڑوں، ہزاروں پشتیں گزر چکی ہیں یہ خیال بھی غلط ہے کہ موت گناہ کا نتیجہ ہے پرندوں اور جانوروں نے حضرت آدم کی طرح کس نیکی و بدی کی شناخت کے درخت کا پھل کھا لیا تھا۔ جو وہ اور ان کے بچے بھی مرتے ہیں حالانکہ سانپ آدم کے اس گناہ کا باعث ہوا تھا مگر اس کے بچے ہزاروں برس تک زندہ رہے، ہیں پھر مسیح کی قربانی اگر کفارہ بن گئی تو مسیح پر ایمان لانے والوں کے لئے چاہئے تھا کہ موت نہ ہوتی۔ مگر تعجب ہے کہ وہ بھی اسی طرح مرتے ہیں جس طرح مسیح پر ایمان نہ لانے والے آدم کے اس گناہ میں حوا بھی شریک تھیں بلکہ حوا ہی نے آدم کو اس گناہ پر ابھارا تھا۔ چنانچہ پیدائش (۳: ۱۶) کی رو سے حوا کو یہ سزا سنائی

گئی۔ کہ بچہ پیدا ہوتے وقت عورت دردِ زہ میں مبتلا ہوگی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی عورتیں آج بھی دردِ زہ میں مبتلا ہوتی ہیں اور ان کا مسیح اور مسیح کی قربانی پر ایمان انہیں اس درد کی تکلیف سے نجات نہیں دیتا۔ کفارہ کا فائدہ تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ مسیح پر ایمان لانے والے موت سے نجات پاتے۔ اور ایمان لاتے ہی فوراً بغیر مرے بہشت میں داخل ہو جاتے مگر ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ لوگوں نے مسیح پر ایمان لانے کے بعد بھی ایسی ایسی تکلیفیں اٹھائی ہیں جو موت سے بھی شدید تر تھیں عیسائیوں میں ایسے فرقے بھی گزرے ہیں جو اس عقیدہ کو لغو سمجھتے ہیں اور لوگوں کو آدم کی نسل میں ہونے کی بنا پر ناپاک اور گنہگار نہیں تسلیم کرتے اور موت انسانی کو آدم کے گناہ کی سزا نہیں قرار دیتے۔

دوسرا امر قابلِ غور یہ ہے کہ ایک طرف تو بائبل میں یہ لکھا ہے کہ "وہ جو جان کے لئے کفارہ دیتا ہے سو لہو ہے" (احبار ۱۷: ۱۱) یعنی قربانی کے خون کے بغیر گناہوں کا کفارہ نہیں ہوتا" بغیر لہو بہائے معافی نہیں ہوتی" (عبرانیوں ۹: ۲۲) وہ (یعنی مسیح) ایک بار ظاہر ہوا کہ اپنے تئیں قربانی کرنے سے گناہ کو نیست کرے" (عبرانیوں ۹: ۲۶) اور لہو بہانے کی تفسیر علمائے نصاریٰ یہ کرتے ہیں کہ اس قدر خون بہایا جائے کہ موت واقع ہو جائے یعنی ایک طرف تو بائبل میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ بغیر قربانی کا خون بہائے گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتا اور نجات کی کوئی دوسری تدبیر ممکن نہیں اور مسیح مصلوب نہ ہوئے ہوتے تو جہان میں کوئی نجات نہ پاتا۔ اور خدا کا عدل اور رحم پورا نہ ہوتا اور دوسری طرف اسی بائبل میں ایسی مثالیں بھی پائی جاتی ہیں کہ صلیب کا قصہ پیش آنے سے قبل بغیر اس کے کہ کوئی قربانی عمل میں آئی ہو یا خون کی ایک بوند بھی زمین پر ٹپکی ہو مسیح نے محض اپنے اختیار سے لوگوں کے گناہ معاف کر دیئے۔ متی (۹: ۲ تا ۶) میں وہ واقعہ درج ہے جبکہ مسیح نے اپنی مصلوبی سے بہت پہلے ایک مفلوج کے گناہ بخش دئے تھے اور کہا تھا کہ "ابن آدم (یعنی مسیح) کو زمین پر گناہ بخش دینے کا اختیار ہے" لوقا (۷: ۴۸) میں ہے کہ مسیح

نے ایک عورت کے بھی گناہ بخش دیئے تھے حالانکہ قصہ صلیب ابھی پیش نہ آیا تھا۔ یوحنا (۸: ۱ تا ۱۱) میں ہے کہ مسیح نے ایک زانیہ عورت کو بھی معاف کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جا اور پھر گناہ نہ کرنا لوقا (۱۹: ۹) میں ہے کہ محصول لینے والوں کے سردار اور متمول زکی کو بھی نجات کی بشارت دے دی گئی تھی۔ لوقا (۲۳: ۴۳) میں ہے کہ صلیب پر (ابھی) ابھی قربانی پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ مسیح نے ایک چور کے گناہ بخش دئے تھے متی (۲۰: ۱۵) میں مسیح کا یہ قول درج ہے کہ:- کیا روا نہیں کہ میں اپنے مال میں سے جو چاہوں سو کروں" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم تو اپنی اُمت کو یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اس کے بندے اس کی ملکیت ہیں وہ اپنی ملکیت میں جو چاہے تصرف کر سکتا ہے اور وہ اپنے بندوں کے گناہ معاف کرنے میں کسی قربانی یا کفارے یا کسی اور چیز کا محتاج نہیں اور مندرجہ بالا مثالوں سے اگر وہ صحیح ہیں تو یہ پایا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے یہ اختیار مل گیا تھا کہ وہ جس کے چاہیں گناہ معاف کر دیں بغیر اس کے کہ کوئی قربانی کی گئی ہو یا کفارہ ادا کیا گیا ہو پھر مصلوبی اور کفارہ کی حاجت ہی کیا رہی؟

گناہوں کی بخشش نے عیسائیوں میں وہ وسعت اختیار کر رکھی ہے کہ صرف مسیح ہی نہیں بلکہ مسیح کے شاگردوں کو بھی جنت اور دوزخ کی چابی عطا فرما دی گئی تھی حالانکہ ان شاگردوں میں سے ایک بھی مصلوب نہ ہوا تھا یوحنا (۲۰: ۲۳) میں لکھا ہے کہ مسیح نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ "جن کے گناہوں کو تم بخشو گے ان کے گناہ بخشے جائیں گے اور جنہیں تم نہ بخشو گے نہ بخشے جائیں گے"۔ یوحنا کی رو سے یہ اجازت حواریوں کو مصلوبی کے بعد مسیح کی حیات ثانی میں عطا ہوئی مگر متی (۱۹: ۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ مصلوبی سے بہت دن قبل جنت دوزخ کا یہ اختیار حواریوں کو مل چکا تھا چنانچہ پاپائے روم نے ورثہ میں اس اختیار پر عمل کیا اور گناہوں کی معافی کی چٹھیاں بے دھڑک مرنے والے عیسائیوں کو سینکڑوں برس تک تقسیم کیں۔

نہ صرف حواریوں اور ان کے جانشینوں بلکہ ہر عیسائی مرد اور عورت کو اپنی گنہ گار زوجہ یا اپنے گنہ گار شوہر کو دوزخ سے بچا لینے کا مرتبہ حاصل ہے (اول قرنتیون ۷: ۱۶) بلکہ عیسائیوں میں کا ہر فرد تنہا اپنی نجات کی

آپ ہی تدبیر کر سکتا ہے (لوقا ۱۰: ۲۵ تا ۲۸ متی ۲۲: ۱۰) ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے حضرت عیسیٰ کی مصلوبی اور کفارہ کی قطعی کوئی حاجت نہ تھی۔

تیسرا امر قابلِ غور یہ ہے کہ مسیح کی یہ قربانی مسیح پر ایمان لانے والے کے لئے اس کے تمام عمر کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے یا صرف ایمان لانے کے وقت تک کے گناہ ہی معاف ہوتے ہیں؟ اگر تمام عمر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو پھر دین کی پابندی اور عبادت و ریاضت اور یوم السبت کے احترام کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور وہ جملہ پند و نصائح و اوامر و نواہی جن سے کتب مقدسہ پُر ہیں لایعنی اور بیکار ہو جاتی ہیں اگر ایمان لانے سے قبل ہی گناہ معاف ہوتے ہیں تو ایمان لانے سے بعد کے گناہوں کے کفارہ کے لئے اسے دوسری قربانی کرنی پڑے گی۔ اور جب وہ بعد کے گناہوں کو قربانی سے دور کر دیتا ہے تو پہلے کے گناہوں کو بھی خود ہی قربانی سے دور کر سکتا تھا قربانی مسیح کی کیا ضرورت تھی؟ مگر عبرانیوں کے باب ۱۰ آیہ ۲۶ میں یہ عبارت بھی درج ہے کہ:-

"بعد اس کے کہ ہم نے سچائی کی پہچان حاصل کی ہے جان بوجھ کے گناہ کریں تو پھر گناہوں کے لئے کوئی قربانی باقی نہیں۔"

بہت کم عیسائی ایسے ہوں گے جو عیسائی ہونے کے بعد کسی گناہ کے مرتکب نہ ہوئے ہوں مندرجہ بالا آیت کی رو سے افسوس ہے کہ اُن کے ان گناہوں کی معافی کی کوئی صورت نہیں۔ ان سے کافر ہی اچھے جو مسیح پر ایمان لاتے ہی گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں ان عیسائیوں کے گناہ تو مسیح پر ایمان لانے سے بھی دور نہیں ہوتے۔ اور کسی دوسری قربانی سے بھی ان گناہوں کا کفارہ ادا نہیں ہو سکتا۔

چوتھا امر قابل توجہ یہ ہے کہ قربانی ہمیشہ عمدہ نفیس، بے عیب اور مال طیب کی دی جاتی ہے عیسائی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ میں کمال الوہیت اور کمال انسانیت دونوں کا اجتماع تھا الوہیت کی حیثیت کو تو قربانی سے کوئی تعلق ہی نہیں ہو سکتا۔ اور وہ الوہیت ہی کیا ہے جو قربان ہو سکے چونکہ کفارہ انسانی گناہوں کا مقصود تھا۔ اس لئے قربانی انسان ہی کی ہو سکتی تھی اور مسیح صرف انسان کامل ہونے کی حیثیت ہی سے صلیب پر چڑھے

Marfat.com

اور قربان ہوگئے۔ مگر عیسائی عقیدہ ہی کے رو سے مسیح بحیثیت انسان ہونے کے بے عیب نہ تھے اور (نعوذ باللہ) گناہ سے پاک نہ تھے۔ رومیوں (۳: ۹ تا ۱۲) کا فتویٰ ہے کہ آدم کی اولاد میں کوئی بے گناہ نہیں کوئی راستباز نہیں، کوئی سمجھدار نہیں، کوئی خدا کا طالب نہیں سب گمراہ ہیں نکمے ہیں اور بدکار ہیں ایوب (۲۵: ۴) کا فیصلہ ہے کہ :- "وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے کیونکر پاک ٹھیرے" چنانچہ مسیح نے یوحنا اصطباغی (یعنی جان دی بپٹسٹ) سے بپتسمہ لیا اور یوحنا صرف توبہ ہی کا بپتسمہ دیتے تھے اور توبہ گناہوں سے ہوتی ہے، (متی باب ۳ مرقس باب ۱) لہٰذا مسیحیوں کے ان اقوال کے بموجب قربانی مسیح بے داغ نہ تھی۔ یہاں صرف مسیحی اقوال ہی سے بحث ہے ورنہ مسلمان تو عیسیٰ علیہ السلام اور تمام دیگر انبیاء کو معصوم قرار دیتے ہیں اور ان گستاخیوں سے لرزتے ہیں جو بعض عیسائی عقائد اور عیسائی تحریروں سے جناب مسیح اور دیگر انبیاء کی شان میں واقع ہوتی ہیں۔

پانچویں بات جو غور طلب ہے یہ ہے کہ عیسائی عقیدہ کے بموجب عیسیٰ علیہ السلام صلیب پانے کے بعد جب جی اٹھتے تھے تو انسانیت کے ساتھ آسمان پر گئے۔ کیونکہ مصلوبی کے بعد اگر عیسیٰ علیہ السلام کی انسانیت مفقود ہوگئی یا اُس انسانیت نے دوبارہ عود نہ کیا تو جی اُٹھنے کے نہ کوئی معنی ہیں نہ جی اُٹھنے کا ثبوت۔ الوہیت تو ماورائے موت وحیات ہے مرنے جینے کا اطلاق انسان پر ہوتا ہے مخلوق پر ہوتا ہے عیسیٰ علیہ السلام اپنی اسی انسانیت کے ساتھ جس سے آپ اس دنیا میں متصف تھے اور اپنے اسی انسانی جسم کے ساتھ جس سے اس دنیا میں آپ نے زندگی بسر فرمائی آسمان پر نہ گئے ہوتے تو آسمان پر جانے کی فضیلت ہی کیا تھی یوں تو ہر شخص مرتا ہے اور اُس کی روح آسمان پر جاتی ہے مگر یہاں فضیلت تو اس میں تھی کہ حضرت الیاس اور حضرت حنوک (یعنی ادریس) کی طرح حضرت عیسیٰ بھی دنیوی انسانی جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھائے گئے مصلوبی کے بعد خود مسیح نے لوگوں کو اپنا جسم دکھلایا لوقا (۲۴: ۳۷ تا ۴۳) کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو جو مصلوبی کے بعد کے زمانہ سے متعلق ہے :-

"مگر اس نے یعنی مسیح نے بات کی کہ تم کیوں گھبراتے ہو اور کاہے کو تمہارے دلوں میں اندیشے پیدا ہوتے ہیں۔ میرے ہاتھ پاؤں کو دیکھو کہ میں ہی ہوں اور مجھے چھوؤ اور دیکھو کیونکہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں جیسا مجھ میں دیکھتے ہو اور یہ کہہ کے انہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے اور جب وے مارے خوشی کے اعتبار نہ کرتے تھے اور متعجب تھے تو اس نے ان سے کہا کہ کیا یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ تب انہوں نے بھونی ہوئی مچھلی کا ایک ٹکڑا اور شہد کا ایک چھتا اس کو دیا۔ اس نے لے کے ان کے سامنے کھایا"

اسی نوع کی گفتگو مصلوبی کے بعد مسیح اور توما میں بھی یوحنا (۲۰:۲۷) میں درج ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مسیح کی انسانیت برقرار ہے اور ان کا دنیاوی جسم قائم محفوظ ہے تو سولی پر کون چڑھا اور قربان کون ہوا اور قربانی میں نذر کیا چیز ہوئی اور انسانی گناہوں کا کفارہ کیونکر ادا ہو سکا؟ وہ نذر یہ بھی فدیہ ہے جو واپس کر دیا گیا ہو؟ وہ قربانی بھی قربانی ہے جو قبول نہ کی گئی اور جسم کو اور جان کو واپس کر دیا گیا؟ اور ایسی نامقبول قربانی جو رد کر دی گئی ہو کیا انسانی گناہوں کا کفارہ ہو سکتی ہے جبکہ قربانی کی شرط یہ ہو کہ اس قدر خون بہایا جائے کہ موت واقع ہو جائے؟ بات دراصل یہ ہے کہ اناجیل مروجہ سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی اور جب آپ کو سولی ہی نہیں دی گئی تو مر کر جی اٹھنے کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا اور قربانی اور کفارہ کے تخیلات بھی ہوا میں اڑ جاتے ہیں۔

باوجود جملہ امور مندرجہ بالا کے عیسائی حضرات اسی پر مصر ہوں کہ مصلوبی مسیح کو ثابت کر کے اس قربانی کو اپنے گناہوں کا کفارہ بنا لیں تو انہیں معاملہ کے ذرا اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ عام قاعدہ یہ ہے کہ قربانی کا فائدہ قربانی گزراننے والے کو ملتا ہے اس قاعدہ کی رو سے قربانی مسیح کا فائدہ صرف یہوداہ اسکریوطی ہی کو پہنچتا ہے جس نے یہ بیش قیمت قربانی گزرانی نہ کہ ان عیسائیوں کو جو صرف باتیں بناتے رہتے ہیں جب تک ہر عیسائی مسیح کے گرفتار کرا دینے میں اپنی شرکت ثابت نہ کر دے اس قربانی کے مفاد میں حصہ دار کیونکر ہو سکتا ہے، اور اگر مسیح کو صرف ایک ہی شخص

یعنی یہوداہ اسکریوطی نے گرفتار کرایا اور اس گرفتاری اور قربانی سے لاکھوں کروڑوں عیسائیوں نے فائدہ اُٹھایا اور دوزخ سے نجات پائی اور جنت کے مستحق ٹھہرے تو یہوداہ اسکریوطی نے بہت بڑا کام کیا اور بہت بڑا ثواب کمایا اور بہت اچھا آدمی اُسے سمجھنا چاہیئے اور تمام عیسائیوں کو اس کا شکر گزار ہونا چاہیئے اور کم از کم اس کے ذاتی گناہ تو اسی کی گزرانی ہوئی قربانی کے طفیل میں معاف ہو ہی جانے چاہئیں مگر تعجب ہے کہ متی (۲۶: ۲۴) میں مسیح اسی یہوداہ اسکریوطی کی بابت فرماتے ہیں کہ "اس شخص پر افسوس جس کے ہاتھوں ابن آدم گرفتار کروایا جاتا ہے اگر وہ شخص پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے بہتر تھا"۔ گویا اپنی اُمت کے لئے یہ قربانی یہ کفارہ اور گناہوں کی بخشش عام جناب مسیح کو بہت ناگوار گزری اور آپ نے اس قربانی گزراننے والے کے اس دنیا ہی میں ہونے پر تاسف فرمایا پھر یوحنا (۶: ۷۰) میں جناب مسیح یہوداہ اسکریوطی کو شیطان کے لقب سے ملقب فرماتے ہیں عجائبات قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ایک حیرت میں ڈالنے والی نشانی ہے کہ اس شیطان نے بہشت کا دروازہ ساری خلقت کے لئے کھول دیا ایک شیطان آدم علیہ السلام کے بہشت سے نکالے جانے کا باعث ہوا۔ دوسرا شیطان اولادِ آدم کے بہشت میں جانے کا باعث بنا۔ گویا بہشت سے نکالنا اور بہشت میں لے جانا شیاطین ہی کے اختیار میں ہو گیا عیسائی علماء اگر اپنے موجودہ عقیدہ پر اڑتے ہیں جن کے لئے اناجیل مروجہ میں بھی کوئی قابل اعتماد تائید نہیں ملتی تو ان جملہ لازمی نتائج کو انہیں طوعاً و کرہاً ماننا پڑیگا۔ اور ان کا مذہب دنیا کے لئے ایک مضحکہ انگیز چیز بن جائے گا۔

مختلف مذاہب پر تنقیدی نظر ڈالنے والوں کے لئے اس کی ضرورت سب سے پہلے ہے کہ وہ اصلی اور حقیقی تعلیم کو بدعات مابعد سے علٰحدہ کر کے دیکھیں پھر مختلف مذاہب کی اصلی تعلیمات کا باہمی موازنہ کر کے اُن مذاہب کی حقانیت یا عدم حقانیت کے متعلق رائے قائم کریں۔ اور اگر کسی مذہب زیر تفتیش میں اُنہیں لغویات اور بیہودگیوں سے سابقہ پڑے تو اس غلط نتیجہ پر نہ آ جائیں کہ ہر مذہب ایسی ہی کچھ لغویات اور بیہودگیوں کا مجموعہ ہوتا ہے سچ اس جہان سے مفقود نہیں ہوا اور سچا مذہب لغویات اور توہمات و خطیات و رسمیات لایعنی سے اب بھی محفوظ ہے اور آئندہ بھی محفوظ رہے گا۔ صرف چشم حق بیں کی ضرورت ہے۔

توریت وانجیل پر اسلامی رائے

اب تک توریت وانجیل کے متعلق ان مضامین میں جو کچھ لکھا گیا وہ بیشتر یا تو علمائے اہل کتاب کے اقوال تھے یا وہ نتائج جو ان اقوال سے پیدا ہوتے ہیں یہ سلسلہ ناقص اور یہ تبصرہ نامکمل رہے گا اگر علمائے اسلام کی تحقیقات کے نتائج سے بھی یہاں بحث نہ کی جائے کیونکہ مسلمانوں کو بھی توریت وانجیل سے بہت قوی تعلق ہے اور ان کا اسلام پر ایمان لانا توریت، زبور، انجیل وغیرہم پر بھی ایمان لانے کو مستلزم ہے قرآن میں کم از کم ایک سو کتنیں جگہ ان کتب سماوی کا ذکر آیا ہے کہیں فرداً فرداً اور کہیں مجموعاً جن مقامات پر یہود و نصاریٰ یا انبیائے سلف کا ذکر بغیر تذکرہ کتب مقدسہ آیا ہے ان کا شمار اس کے علاوہ ہے مثلاً:۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (۵ : ۳) اور یہود و نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔

یہاں توریت وانجیل کا ذکر نہیں صرف یہود و نصاریٰ ہی کا ذکر ہے۔

شہادت قرآنی کی مثالیں | جن آیات میں کتب سماوی کا ذکر مجموعاً آیا ہے ان کی ایک مثال یہ ہے:۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ قف وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ (۹ : ۱۱۱) "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جان و مال کو خرید لیا ہے کہ ان کے لئے جنت ہے، وہ لوگ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں۔

یہاں توریت وانجیل و قرآن کا ایک ساتھ ذکر آیا ہے۔

جن آیات میں ان کتابوں کا فرداً فرداً ذکر آیا ہے ان کی دو مثالیں یہ ہیں:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ اور تحقیق ہم نے لکھدیا ہے زبور میں بعد نصیحت کے کہ میرے

Marfat.com

اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (۲۱: ۱۰۵) صالح بندے زمین کے وارث بنیں گے۔"

مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا (۶۲: ۵) جن لوگوں کو توریت پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا ان کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کتابوں پر ایمان لانے کا بھی حکم دیا ہے اور ان کتابوں کے منکروں کو گمراہ بتایا اور ان پر عتاب نازل کیا ہے:۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ۝ (۴: ۱۳۶) "اے ایمان والو! (یعنی اے مسلمانو) یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے نازل فرمائی اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے نازل فرمائی قبل اس کے اور جو کوئی یقین نہ رکھے اللہ پر اور اُسکے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر اور اسکے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر وہ شخص یقیناً گمراہی میں بہت دور جا پڑا۔

اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۝ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ۝ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۝ (۴۰: ۷۰) "جنہوں نے جھٹلایا اُس کتاب کو اور اس چیز کو جسے ہم نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ بھیجا انہیں البتہ معلوم ہو جائیگا (یعنی حقیقت حال اُن پر کھل جائیگی) جبکہ طوق اُن کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں انہیں گھسیٹتی ہوئی کھولتے پانی میں ڈال دیں گی پھر وہ آگ میں جھونک دئے جائیں گے۔"

یہ ہیبت ناک سزائیں صرف انہیں کے لئے نہیں ہیں جو قرآن کے منکر ہیں بلکہ ان کے لئے بھی ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے لائے ہوئے صحیفوں کے منکر ہیں۔

مگر یہ ساری تاکید اُس چیز پر ایمان لانے سے متعلق ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائی اور جس پر صحیح طور سے وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ اور وَبِمَاۤ اَرْسَلْنَا

بہ رُسُلنا کا اطلاق ہوتا ہو نہ کہ اُن تحریروں کے متعلق جن کی بابت اللہ تعالیٰ نے خود خبر دیدی ہے کہ یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْھِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ جہاں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے صحف سماوی پر ایمان لانا مسلمانوں کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ وہاں اس بات کو بھی واضح فرمادیا ہے کہ توریت و انجیل میں اہل کتاب نے تحریفیں کی ہیں۔

تحریف کے متعلق شہادتِ قرآنی | توریت و انجیل میں تحریف اور تبدیلیوں کے واقع ہونے کی اطلاع

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف قرآن مجید میں دعویٰ فرماتا ہے:-

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَکُمْ وَقَدْ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ یَسْمَعُوْنَ کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَہٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْہُ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ (۲:۹)

"مسلمانو! کیا تمہیں یہ اُمید ہے کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) تمہاری تصدیق کریں گے حالانکہ ان میں تو ایسے لوگ بھی ہیں جو خدا کا کلام سُنتے تھے پھر جان بُوجھ کر اس کو بدل ڈالتے تھے۔"

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْھِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ لِیَشْتَرُوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا (۲:۹)

"پس خرابی ہے اُن کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب (الکتاب آیات و الفاظ کتاب) لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہیں تاکہ اس کے بدلے تھوڑا سا دُنیوی فائدہ کرلیں۔"

مِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا (۴:۷)

"یہودیوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو خدا کے بول (یعنی آیات و کلمات) کو اپنے ٹھکانے سے بدل دیتے ہیں اور مُنہ سے کہتے ہیں۔ ہم نے سُنا اور (دل سے) کہتے ہیں ہم نے نہیں مانا۔"

فَبِمَا نَقْضِھِمْ مِّیْثَاقَھُمْ لَعَنّٰھُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَھُمْ قٰسِیَۃً یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ وَنَسُوْا حَظًّا

"یہودیوں کی عہد شکنی کے سبب ہم نے اُن کو پھٹکارا اور اُن کے دلوں کو سخت کردیا ہے وہ خدا کے بول اپنے ٹھکانے سے پلٹتے ہیں اور نصیحت سے فائدہ اُٹھانا بھول

Marfat.com

مِمَّا ذُكِّرُوا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ (۵:۳)

گئے ہیں تو ہمیشہ ان کی خیانت (یعنی کتاب میں رد و بدل کرتے رہنا) دیکھتا رہیگا بجز ان میں سے تھوڑے لوگوں کے۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ (۵:۶)

"یہودیوں میں بعض جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کے لئے وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کی طرف سے جو تجھ تک نہیں آئی وہ کلام کو بدل ڈالتے ہیں اس کے اصلی ٹھکانے سے"

تحریف | جب قرآن میں اس قدر وضاحت کے ساتھ توریت انجیل میں تحریف کا واقع ہونا بیان کیا گیا ہے تو کسی مسلمان کے لئے کیسے ممکن ہے کہ اس تحریف کے وقوع سے انکار کرے لہٰذا نفس تحریف پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اس امر پر البتہ مسلمانوں میں بحث رہی ہے کہ کتب مذکورہ میں تحریف لفظی واقع ہوئی ہے یا تحریف معنوی یا دونوں۔

بکثرت علمائے اسلام کی تحقیقات یہ ہے کہ توریت اور انجیل میں دونوں قسم کی تحریفیں ہوئی ہیں الفاظ بھی بدل دیئے گئے ہیں اور باطل تاویلوں سے معانی بھی بگاڑ دیئے گئے ہیں لیکن امام بخاری صرف تحریف معنوی کے قائل ہیں وہ صحیح بخاری کے آخری حصہ میں حضرت ابن عباسؓ سے ایک اور لفظ "رقیب" کی تفسیر نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ "یحرفون" کے معنی "یزیلون" کے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب اپنی کتابوں سے کچھ نکال ڈالتے یا اس میں کچھ ملا دیتے۔ اس کے بعد امام بخاری لکھتے ہیں:-

وليس احد يزيل لفظ كتاب من كتب الله ولكنهم يحرفونه يتاولونه على غير تاويله (بخاری حصہ ۷: ۱۱۲)

"کتاب اللہ کے الفاظ کو کوئی شخص کتاب سے نکال نہیں سکتا۔ ان کے ازالہ سے یہی مراد ہے کہ وہ لوگ اس میں ایسی تاویل کرتے ہیں جو درحقیقت صحیح تاویل نہیں ہوتی"

یہ قول درحقیقت امام بخاری کا ہے مگر بعض حضرات کو یہ اشتباہ و مغالطہ ہوا، کہ یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے حالانکہ آپ کا قول "یحرفون بمعنی یزیلون" پر ختم ہوگیا اور اس کے بعد کا یہ قول جو اوپر نقل کیا گیا ہے امام بخاری کا اپنا قول ہے۔

Marfat.com

"یحرفون بمعنی یزیلون" سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابن عباس تحریف لفظی کے قائل نہ تھے کیونکہ آپ کے قول کی صریح اور صحیح تفسیر یہ ہو سکتی ہے کہ اہل کتاب الفاظ توریت و انجیل کو توریت و انجیل سے نکال دیتے تھے اور ان کی جگہ دوسرے الفاظ اپنی طرف سے داخل کر دیتے تھے اس کی تائید حضرت ابن عباس کا وہ قول بھی کرتا ہے جو اسی صحیح بخاری کی کتاب التوحید اور کتاب الاعتصام اور کتاب الشہادت میں امام بخاری ہی نے نقل کیا ہے۔

ان ابن عباس قال یا معشر المسلمین کیف تسئلون اهل الکتٰب عن شیٔ وکتابکم الذی انزل علی نبیکم احدث الاخبار باللّٰہ محضا لم یشب وقد حدثکم اللّٰہ ان اهل الکتٰب بدلوا کتاب اللّٰہ وغیروہ وکتبوا بایدیهم الکتٰب وقالوا هو من عند اللّٰہ لیشتروا به ثمنا قلیلا اولا ینهٰکم ما جاءکم من العلم عن مسئلتکم لا واللّٰہ ما راینا منهم رجلا یسئلکم عن الذی انزل علیکم (بخاری صفحہ ۳۶۹-۱۰۹۳ / ۱۱۱۲)

"ابن عباس نے کہا اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کیوں کر باتیں پوچھتے ہو، حالانکہ تمہاری کتاب جو تمہارے نبی پر نازل ہوئی ہے خدا کی طرف سے بعد میں آئی (یعنی جدید ترین ہے) وہ خالص ہے اس میں کوئی آمیزش نہیں ہوئی۔ اہل کتاب کی نسبت خدا نے تم کو یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں کو بدل دیا ہے اپنے ہاتھوں سے کچھ لکھا اور کہہ دیا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے تاکہ اس کے بدلے تھوڑا سا مول لے لیں کیا جو تم کو خدا نے علم دیا ہے وہ تم کو اہل کتاب سے استفسار سے مانع نہیں ہوتا؟ بخدا ان میں کوئی ایسا نہیں ہے جو تمہارے دین کی بات تم سے پوچھتا ہو (یعنی پھر تم ان کے دین کی باتیں ان سے کیوں پوچھتے ہو)"

یہ قول فیصل ہے اس بارہ میں کہ حضرت ابن عباس تحریف لفظی و تحریف معنوی دونوں کے قائل ہیں امام بخاری ہی صرف تنہا وہ بزرگ ہیں جو توریت و انجیل میں تحریف لفظی کے قائل نہیں مگر ان کا

قول اس باب میں حجت و سند نہیں حدیث کی تصحیح و تضعیف اور رجال کی جرح و تعدیل میں البتہ اُن کا قول مستند مانا جاتا ہے لیکن فنون حدیثیہ کے علاوہ دیگر فنون و مسائل میں تنہا اُن کا کوئی قول جمہور علماء کے اقوال کے مقابلہ میں مستند نہیں سمجھا جا سکتا بالخصوص اُس حالت میں جبکہ وہ قول محض ظن اور قیاس پر مبنی ہو اور اس کی تائید میں وہ کوئی سند یا دلیل نہ رکھتے ہوں۔

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں سلف میں بہت لوگ ایسے گذرے ہیں جو ایک فن کے امام تھے مگر دوسرے فنون سے ناآشنا تھے۔ ذہبی نے طبقات الحفاظ میں لکھا ہے کہ:۔

بہت لوگ ایسے گذرے ہیں جو ایک فن میں ماہر اور دوسرے فنون میں قاصر تھے مثلاً سیبویہ علم نحو میں امام تھے مگر یہ نہ جانتے تھے کہ حدیث کیا شئے ہے وکیع حدیث میں امام تھے مگر عربیت یعنی علم ادب نہ جانتے تھے۔ ابونواس شاعری کا رئیس تھا مگر دیگر فنون سے عاری۔ عبدالرحمن بن مہدی حدیث میں امام تھے اور یہ نہ جانتے تھے کہ طب کیا ہوتی ہے۔ محمد بن حسن فقہ میں امام تھے اور نہ جانتے تھے کہ فن قرأت کیا شئے ہے۔ امام حفص قرأت کے امام تھے۔ اور حدیث سے تہی دست، سچ ہے کہ میدان کارزار میں مرد میدان خاص ہی لوگ ہوتے ہیں جو لڑنے میں شہرت رکھتے ہیں"

اس طرح امام بخاری اگر توریت و انجیل پر غائر نظر نہ رکھتے ہوں تو یہ نہ کوئی تعجب کا محل ہے نہ فن حدیث میں جو وہ بلند مرتبہ رکھتے ہیں اُس میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے بجز روایت و تحقیق حدیث و تنقید رجال کے کسی اور فن میں ان کا دخیل ہونا اور مشغول رہنا ثابت نہیں محض ظن کی بنا پر انہوں نے یہ فرما دیا کہ "کتاب اللہ کے الفاظ کو کون نکال یا بدل سکتا ہے"۔ ان کی نظر غالباً اُن الفاظ پر نہیں پڑی جو ان کتابوں میں موجود ہیں مگر کسی طرح خدا کے کلمات نہیں ہو سکتے اور نہ ان کی نظر اس جانب گئی کہ ظالموں نے خدا کی کتاب کو جلا دیا، خدا کے نبیوں کو تہ تیغ کیا۔ اور خدا کے نبیوں پر اتہامات لگائے کتاب کی عبارتوں میں رد و بدل کر دینا اور لفظی و معنوی

تحریفوں کا عمل میں لانا تو ایسے لوگوں کے لئے ایک ہلکا اور آسان کام تھا۔

علمائے اسلام نے نہایت شدومد کے ساتھ امام بخاری کے اس قول کا مقابلہ کیا ہے اور ان کی ظنی دلیل کا کافی جواب دیا ہے اور واقعات تاریخی سے ثابت کیا ہے کہ ان کتابوں میں لفظی اور معنوی دونوں تحریفیں موجود ہیں۔ ان میں سے نمونہ کے طور پر بعض علمائے کے چند اقوال ہم ذیل میں درج کرتے ہیں ان سے موجودہ توریت وانجیل کے متعلق عام اسلامی رائے کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔

اقوال علمائے | قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں امام بخاری کے اس قول کے مقابلہ میں فرمایا ہے کہ:۔

"بہت سے علمائے اسلام نے بتصریح کہا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے بہت سے الفاظ توریت و انجیل کو بدل دیا ہے بعض کا قول ہے کہ انہوں نے ان کتابوں کو بالکل ہی بدل ڈالا ہے اور اس خیال سے وہ ان کتابوں کی بے ادبی کرنے کو جائز سمجھتے ہیں مگر یہ قول محل اعتراض ہے۔ بہت سی آیات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کتابوں کی بہت سی چیزیں اپنی اصل پر ہیں جیسے رجم وغیرہ۔ بعض کا قول ہے کہ تھوڑے الفاظ میں تبدیلی ہوئی ہے۔ بعض کا قول ہے کہ صرف معانی میں تبدیلی ہوئی ہے نہ کہ الفاظ میں۔ چنانچہ بخاری نے یہی لکھا ہے مگر یہ قول بھی محل اعتراض ہے۔ ان کتابوں میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو خدا کی طرف سے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ بعض علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ ان کتابوں کا شغل رکھنا اور ان کو لکھنا و دیکھنا جائز نہیں ہے ...... مگر اس باب میں بہتر قول یہ ہے کہ جو شخص صاحب تمیز و بصیرت نہ ہو اس کو ان کتابوں کا شغل جائز نہیں۔ اور جو صاحب تمیز ہو اور علوم دین میں مضبوط ہو اس کے لئے جائز ہے خصوصاً اس حالت میں جبکہ مخالفین اسلام کو ان کتابوں کی مدد سے جواب دینا پڑے اس پر دلیل یہ ہے کہ علمائے قدیم سے اب تک کے علماء توریت سے ایسی باتیں نکالتے آئے ہیں جن سے منکرین نبوت محمدیہ کو الزام دیتے چلے آرہے ہیں"

حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں امام بخاری کے قول مذکور کے تحت میں لکھا ہے کہ:۔

"ہمارے شیخ ابن ملقن نے فرمایا کہ یہ جو بخاری نے تفسیر آیۃ "یحرفون" کے بارے میں کہا ہے یہ ایک قول ہے۔ جس کو امام بخاری نے پسند کیا ہے مگر ہمارے اکثر علماء نے بتصریح کہا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے الفاظ توریت و انجیل کو بدل ڈالا ہے اور اس پر انھوں نے یہ مسئلہ متفرع کیا ہے کہ ان کتابوں کی بے ادبی کرنی جائز ہے لیکن یہ بات قول بخاری کے مخالف ہے۔"

پھر آگے چل کر ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:۔

"بعض متاخرین شارحین بخاری نے کہا ہے کہ اس مسئلہ تحریف میں کئی اقوال ہیں ایک یہ ہے کہ توریت و انجیل سب کی سب بدل گئی ہیں ان کتابوں کی بے ادبی کا جواز اسی قول کا مقتضیٰ ہے مگر یہ زیادتی ہے اور اس قول کی یہ تاویل ضروری ہے کہ تحریف کل سے اکثر حصہ کی تحریف مراد ہے ورنہ یہ بے فائدہ کا جھگڑا ہوگا کیونکہ بہت سی آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ ان کتابوں میں بہت سی چیزیں اپنی اصل پر ہیں۔ جن میں تبدیلی نہیں ہوئی ہے ایک آیت میں ارشاد ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ یعنی وہ جو رسول کی پیروی کرتے ہیں جس کو وہ اپنے پاس توریت میں لکھا ہوا پاتے ہیں و از انجملہ قصہ رجم ہے جس میں مذکور ہے کہ توریت میں حکم رجم موجود ہے اس امر کا مؤید خدا کا یہ قول ہے فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ یعنے توریت لاؤ اور اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو دوسرا قول یہ ہے کہ تحریف ان کتابوں کے اکثر حصہ میں ہوئی ہے اس قول کے دلائل (یعنی شواہد و امثال) بکثرت موجود ہیں۔ اور پہلے قول کو اسی قول کے معنی میں لینا واجب ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اکثر حصہ ان کتابوں کا محفوظ ہے تھوڑے حصہ میں تبدیلی ہوئی ہے چوتھا قول یہ ہے کہ تبدیلی صرف معنی میں ہوئی ہے۔ الفاظ سب محفوظ ہیں صحیح بخاری میں اس مقام میں یہی قول بیان ہوا ہے ابن تیمیہؒ

سے اس مسئلہ کی بابت سوال ہوا تو انہوں نے اس کے جواب میں ایک فتویٰ لکھا جس میں کہا کہ اس باب میں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ الفاظ میں بھی تبدیلی ہوئی ہے دوسرا یہ کہ صرف معانی میں ہوئی ہے۔"

اس کے بعد ابن حجر نے ابن تیمیہ کی طرف سے اُن دلائل کا رد نقل کیا ہے جو مجوزانِ تحریف معانی پیش کیا کرتے ہیں پھر علامہ ابن حزم کی کتاب الملل والنحل کی وہ عبارت نقل کی ہے جس میں انہوں نے توریت کی اُن باتوں کی جانب اشارہ کیا ہے جو حق تعالیٰ کا کلام نہیں ہوسکتیں مثلاً یہ کہ (نعوذ باللہ) لوط علیہ السلام کی بیٹیوں نے اپنے باپ لوط کو شراب پلائی پھر اُن سے بدفعلی کرا کے حاملہ ہوئیں

اس کے بعد ابن حجر علامہ ابن حزم کی مندرجہ ذیل عبارت نقل کرتے ہیں:۔

"بعض مسلمانوں سے ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ توریت و انجیل میں لفظی تحریف واقع ہونے سے منکر ہیں۔ حالانکہ قرآن و حدیث میں آچکا ہے کہ "یہود و نصاریٰ خدا کے کلام کو بدل ڈالتے ہیں۔ اور خدا پر دیدہ و دانستہ جھوٹ باندھتے ہیں کہ یہ بات خدا کی طرف سے ہے حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتی۔ اور وہ حق بات کو چھپاتے ہیں، اور وہ جانتے ہیں کہ وہ حق ہے منکرین تحریف کے جواب میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اصحاب نبوی کے حق میں فرمایا ہے کہ ان کا حال اور ان کی صفت توریت و انجیل میں یوں موجود ہے کہ "وہ ایک کھیتی کے مانند ہیں جس نے نکالا اپنا پٹھا" (آخر سورۃ الفتح) اگر اب توریت و انجیل میں اصحاب کی یہ صفت مذکور نہیں ان منکرین تحریف سے جن کا قول یہ ہے کہ جب توریت پر نقل متواتر منقول ہے۔ تو اس میں تحریف کیونکر ممکن ہے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ اس بات پر متفق ہیں کہ توریت و انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا ذکر موجود نہیں اب اگر تم ان کی اس کتاب کی (جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا ذکر نہیں)

تصدیق کروگے تو تم کو اس امر کی بھی تصدیق کرنی پڑے گی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحاب کا ذکر توریت میں نہیں ہے (جس سے تصدیق قرآن فوت ہوگی) اور اگر اس امر کی تصدیق کروگے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ باقی سب کتاب کی تصدیق کرو اور اس کو تحریف سے محفوظ مان لو کیونکہ وہ سب یکساں ہے "

حافظ ابن القیم حنبلی نے بھی کتاب اغاثۃ اللہفان میں اس مسئلہ پر طول طویل بحث کی ہے اور امام بخاری کے قول کے جواب میں ابن تیمیہ کی لمبی چوڑی عبارت ان کی تالیف "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" سے نقل کی ہے۔ پھر اہل کتاب نے جو تحریفات لفظی و معنوی کی ہیں انہیں بیان کیا ہے اور ان کے تحریف سمجھے جانے کے وجوہ بیان کئے ہیں انہوں نے اور دیگر علمائے اسلام نے تحریف لفظی کی دس مثالیں پیش کی ہیں تحریفات کا شمار تو اس سے بہت زیادہ ہے مگر مسلمان علماء نے مثال کے طور پر صرف انہیں تحریفوں پر زور دیا ہے جن کا تحریف ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہے وہ دس مثالیں یہ ہیں:-

(۱) موجودہ توریت میں بجائے اسمٰعیل علیہ السلام کے اسحٰق علیہ السلام کو ذبیح اور ابراہیم علیہ السلام کا پہلوٹھا یا اکلوتا بیٹا قرار دیا ہے اس قول کے غلط ہونے کے ابن القیم نے دس وجوہ بیان کئے ہیں

(۲) لوط علیہ السلام پر اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ زنا کی تہمت اور ان دونوں بیٹیوں کا زنا سے حاملہ ہو جانا اور ان سے حرامی اولاد کا پیدا ہونا۔

(۳) یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یہودا پر اپنی بہو سے زنا کی تہمت اس کا حاملہ ہونا اور حرامی بچہ جننا، اور اس حرامی بچہ کی نسل سے داؤد علیہ السلام کا پیدا ہونا۔

(۴) ہارون علیہ السلام کو گوسالہ پرستی کا بانی قرار دینا۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اور آپ کے متعلق پیشگوئیوں کو اہل کتاب کا اپنی کتابوں سے نکال دینا۔ علمائے اسلام نے اس پر نہایت شرح و بسط کے ساتھ بڑی فاضلانہ بحثیں کی ہیں۔

(۶) سورہ الفتح کے آخر میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں اور جن کی بابت اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ان اوصاف کا ان کتابوں سے خارج کر دینا۔

(۷) عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل میں بذریعۂ تحریف لفظی ابن اللہ بنا دینا اور بذریعۂ تحریف معنوی اس ابنیت کو حقیقی قرار دینا۔

(۸) انجیل میں ایسے الحاقی الفاظ داخل کر دینا جن پر عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث کی بنیاد قائم کی گئی ہے۔

(۹) عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت اور دوبارہ زندگی۔

(۱۰) عیسیٰ علیہ السلام کی اس موت کو قربانی اور دوسروں کا کفارہ قرار دینا۔

بعض لوگوں کو امام رازی کے متعلق بھی یہ التباس ہوا ہے کہ مثل امام بخاری کے یہ بھی تحریف لفظی کے قائل نہیں مگر بات صرف اتنی ہے کہ جن آیات قرآنی میں تحریف معنوی کی جانب اشارہ ہے وہاں وہ اپنی تفسیر میں تحریف معنوی کا مراد ہونا بیان کرتے ہیں اور اس کو صحیح کہتے ہیں اور جہاں تحریف لفظی کی جانب اشارہ ہے وہاں تحریف لفظی کا بخوبی اثبات کرتے ہیں۔ اور اس کو بہتر قرار دیتے ہیں جن لوگوں نے صرف ایک ہی قسم کے قول یعنی کلام مثبت تحریف معنوی کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکال لیا۔ کہ امام صرف تحریف معنوی ہی کے قائل ہیں انہوں نے غلط نتیجہ نکالا سورہ بقرہ کی آیت (جو اوپر درج ہو چکی ہے) کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ:-

"یہ تحریف لفظ میں ہے یا معنی میں۔ لیکن لفظی تحریف کی تجویز معنوی تحریف کی تجویز سے بہتر ہے کیونکہ اگر کلام الٰہی اپنی اصلی صورت پر باقی رہے اور صرف اس کے معنی میں تاویل کی جائے تو اس صورت میں وہ لوگ کلام الٰہی کے بدلنے والے نہ کہلاتے بلکہ صرف اس کے معنی کے محرف بنتے (حالانکہ وہ کلام الٰہی کے بدلنے والے ٹھہرائے گئے ہیں) اس تعریف سے یہ معنی (یعنی تحریف لفظی کم

مراد لئے جائیں تو بہتر ہے جیسے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اہل کتاب نے ان کتابوں میں کمی و بیشی کی ہے" یہ معنی نہ ہو سکیں تب تحریف معنوی مراد لینا واجب ہے" تفسیر کبیر صفحہ ۴۸۶ جلد اول)

آیت سورۃ النساء کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ :-

"خدا تعالیٰ نے یہاں "عن مواضعہ" فرمایا ہے اور سورۃ المائدہ میں من بعد مواضعہ فرمایا۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ سورۃ النساء کے الفاظ سے تاویل مراد ہے اور اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ آیات توریت وغیرہ کی باطل تاویلیں کرتے ہیں اس میں یہ بیان نہیں ہے کہ وہ ان الفاظ کو کتاب اللہ سے نکال دیتے ہیں اور جو الفاظ سورۃ المائدہ میں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں تحریفیں عمل میں لاتے ہیں۔ تاویل باطل بھی کرتے ہیں اور الفاظ بھی بدل ڈالتے ہیں۔ اس آیت میں "یحرفون الکلم" سے تاویل باطل کی طرف اشارہ ہے اور "من بعد مواضعہ" میں الفاظ کو کتاب میں سے نکال ڈالنے کی طرف اشارہ ہے"

تفسیر کبیر صفحہ ۳۳۸ جلد ۳۔

پھر امام رازی اپنی تفسیر میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ جس کتاب کے حروف و کلمات کی شہرت حد تواتر تک پہنچ چکی ہو اس کے حروف و کلمات میں تبدیلی کیوں کر ممکن ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت اس کی تبدیلی ہوئی تھی اس وقت شاید اس قوم میں قلت ہو اور توریت کے جاننے والے علماء اور بھی کم ہوں۔ اس لئے وہ لوگ اس تحریف و تبدیل پر قادر ہو گئے" (تفسیر کبیر صفحہ ۳۴۱ جلد ۳)

ان کتابوں کی شہرت "حد تواتر" تک پہنچنے کی بابت بھی علمائے اسلام نے بہت کافی حد تک تنقید کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ان کتابوں کا بجمیع الفاظ و اجزاء متواتر ہونا ثابت نہیں اول تو ان کتابوں کے تعین مصنفین اور تعین زمانہ تصنیف میں خود اہل کتاب کے نزدیک اختلاف ہے۔ اور ان کتابوں کے بہت سے

الفاظ و فقرات و ابواب کا مصنفین کتب سے بتواتر منقول ہونا اور کمی بیشی سے محفوظ ہونا وہ خود تسلیم نہیں کرتے اور ان کتابوں میں کمی و بیشی و تغیر و تبدل کے وہ صاف صاف معترف ہیں اہل اسلام کے نزدیک نقل متواتر کے لئے شرط ہے کہ اُس کی ابتداء اور وسط میں بھی ویسی ہی کثرت ہو جیسی کہ انتہا میں اور کسی درجہ میں ایسی قلت نہ ہو جس سے اس کے ناقلین کا کذب پر اتفاق ممکن ہو حالانکہ ہمارے مضامین سلسلہ ہذا کے گذشتہ نمبر ثابت کر چکا ہے کہ توریت و انجیل کو یہ تواتر حاصل نہیں ہوا۔ دوم یہ کہ عہد جدید کے متعلق یہ امر خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ کہ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ کتب عہد جدید کے تواتر میں کبھی کوئی زوال نہیں آیا۔ اور جن لوگوں کی طرف یہ کتابیں منسوب ہیں مثلاً متی یوحنا پولوس وغیرہم انہی سے ان کتابوں کا ہر جزو بنقل متواتر ہم تک پہنچا ہے تب بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کتابوں میں جو تعلیم و ہدایات و مضامین درج ہیں وہ عیسیٰ علیہ السلام سے جن پر انجیل کا نازل ہونا مسلمانوں کے نزدیک مسلم ہے با تواتر منقول ہوں لہذا اس تواتر مفروض الوجود کا سلسلہ متی وغیرہ ہی پر ختم ہوتا ہے اور ان لوگوں کا صاحب الہام یا خدا کی طرف سے رسول ہونا مسلمان تسلیم نہیں کرتے نہ عیسائی اسے ثابت کر سکتے ہیں مسلمانوں کے نزدیک وہی انجیل واجب التسلیم والایمان ہے جو کہ عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی نہ کہ موجودہ مجموعہ عہد جدید جسے اور لوگوں نے تصنیف کیا۔ اس امر کی بابت ۱۸۵۵ء سے قبل علماء دہلی نے ایک فتویٰ شائع کیا تھا جس پر متعدد علماء کی مہریں ثبت تھیں اُس کی پوری عبارت کے یہاں درج کرنے میں بیں طوالت ہوگی۔ اس لئے اس میں سے دو اقتباسات ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:۔

"نزد اہل اسلام انجیل عبارت از کلام الٰہی تبارک و تعالیٰ است کہ بر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل شدہ بود مشتمل بہدایت و نور و مصدق احکام توریت و نصیحت برائے پرہیزگاران نہ از ایں مجموعہ عہد جدید"

دوسرا اقتباس یہ ہے:۔

"بودن ایں تراجم مذکورہ یا اصل آنہا ہم اگر مطابق ہمیں تراجم مسطورہ است ہماں انجیل یعنی کلام ربانی کہ او تعالیٰ جلشانہ بانزال فرمودن آں بر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام در قرآن خبر دادہ نزد علماء شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف صلوٰۃ وتحیۃ بخبر آحاد ہم مروی ومحفوظ نیست چہ جاکہ بخبر مشہور باشد واعمال حواریین کہ تصنیف لوقا تابعی است و ہمچنیں نامجات پولوس وغیرہ بمذہب ما داخل نیستند بلکہ انجیل نزد ما فقط عبارت از آں کلام حضرت عیسیٰ بود کہ موافق وحی ربانی ارشاد آں فرمودہ پس اطلاق کلام ربانی بر ایں مجموعہ بلا سند شرعی چگونہ کردہ شود۔ بلکہ اطلاق کلام ربانی بر اصل توریت کہ بزبان عبرانی بودہ بر مجموع اصل انجیل بسبب تحریفات کثیرہ ہم نمیتواند شد۔ زیرا کہ تحریفات بیشتر در اصل ہر دو کتاب توریت وانجیل از ایشان واقع شدہ وقرآن شریف بر تحریفات ایشاں ناطق است"

مسلمان علما کے نزدیک موجودہ توریت وانجیل کا مرتبہ بلحاظ صحت وثبوت احادیث صحیحہ متواترہ سے گھٹا ہوا ہے بلکہ خبر واحد کے بھی برابر نہیں۔ صحیح اور متواتر احادیث نبوی وہ سمجھی جاتی ہیں جن کی ہر زمانہ میں بکثرت روایت کی گئی ہو۔ اور عقل ان کے کذب کو محال جانے اخبار آحاد کا اطلاق ان احادیث پر ہوتا ہے۔ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف ایک یا دو یا چار صحابہ نے نقل کیا ہو گو بعد میں انکی نقل میں تواتر ہو گیا ہو۔ عیسائی محققین کی عینک سے بھی دیکھا جائے تو یہ کتابیں آحاد کے مرتبہ تک نہیں پہنچتیں۔ کیونکہ ان کے ابتدائی راویوں ہی کے وجود میں اختلاف وشکوک واقع ہو چکے ہیں۔

توریت و انجیل پر اسلامی رائے

فطرت انسانی کی ایک کمزوری | جہاں فطرت انسانی میں اور کمزوریاں واقع ہوئی ہیں وہاں ایک قابل افسوس کمزوری یہ بھی ہے کہ وہ ہر چیز کے غلبۂ ظاہری سے بلا امتیاز حق و باطل مرعوب مغلوب ہو جاتی ہے مسلمانوں کو اس کمزوری پر غالب ہونا چاہیئے۔ باطل کے ظاہری اور عارضی غلبہ سے کسی مسلمان کا مرعوب ہو جانا ضعف ایمانی کی دلیل ہے مثلاً آج کل دہریت اور الحاد کا زور ہے اور نا تمام ناقص اور غیر مکمل سائنس کی عام طور پر لوگوں کے دل و دماغ پر حکومت ہے۔ اس دہریت اور سائنس سے متاثر ہو کر بعض ضعیف الایمان مسلمانوں نے یہ روش اختیار کر رکھی ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کی ہر بات کو تاویل باطل کے ذریعہ سے موجودہ سائنس کے مطابق ظاہر کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اسی طرح اب سے تقریباً پچاس سال قبل ہندوستان میں پادری مبلغین کی مسیحیت کا زور شور ہوا تھا۔ اور اس زمانہ کے بعض جدت پسند اور ہر نئی چیز سے جلد متاثر ہو جانے والے اور حکمران قوم کی ہر ادا پر فریفتہ ہونے والے اور مٹ جانے والے مسلمانوں نے توریت و انجیل کا مطالعہ اور ان پر تفسیریں لکھنا اور کتابیں شائع کرنا شروع کر دیا تھا ان میں سے بعض لوگ تو علانیہ عیسائی بن کر اور پادریوں کے زمرہ میں داخل ہو کر تبلیغ عیسویت میں ان کے ممد معاون بن گئے تھے۔ اور ان میں سے بعض مسلمانوں کو یہ خبط پیدا ہو گیا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں میں اس نوع کے خیالات کی اشاعت شروع کر دی تھی کہ مسلمانوں کے لئے موجودہ توریت و انجیل بلا واسطہ قرآن واجب العمل ہیں۔ اور ان کتب میں اور قرآن مجید میں بلحاظ عمل و تمسک کوئی فرق نہیں ہے۔

ان کا مقولہ تھا کہ:-

"مسلمان ان کتابوں کو ویسا ہی پڑھیں جیسا کہ قرآن مجید کو پڑھتے ہیں اور ان واقعات و حوادث

ہیں جوان کو روز مرہ پیش آتے ہیں ان کتابوں سے فتویٰ لیں اور اخذ احکام کریں جیسا کہ قرآن سے اخذ احکام کرتے ہیں خصوصاً ان مسائل میں جو قرآن میں نہیں ہیں اور ان کتابوں میں موجود ہیں"

ان میں سے بعض حضرات قرآن پر یہ مہربانی کرتے تھے کہ ان کتابوں کے رتبہ کو قرآن کے رتبہ سے کمتر مگر حدیث کے رتبہ سے بڑھ کر یا اس کے برابر خیال کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ :-

"جو حکم قرآن سے نہ ملے وہ ان کتابوں سے اخذ کیا جائے اور ان کتابوں میں نہ ملے تب کتب حدیث سے لیا جائے۔ اور کم سے کم یہ ہو کہ ان کتب کو کتب حدیث کے برابر سمجھا جائے"

اگرچہ دہریت کے سیلاب نے اب اس علیویت کو بھی بہا دیا اور اس علیویت پسندی کا بھی نام و نشان باقی نہ رکھا تاہم ضرورت ہے کہ عام مسلمانوں کے فائدہ کی غرض سے عمل بالتوراۃ والانجیل پر مستند عا مسلک بہاں بالصراحت بیان کر دیا جائے۔

عمل بالتوراۃ والانجیل زمانہ نبوت سے لیکر اس وقت تک موجودہ توریت و انجیل وغیرہ کی نسبت اہل اسلام کا یہ اعتقاد متواتر و متوارث چلا آ رہا ہے کہ ان کتابوں کے جو احکام منجانب اللہ ہیں اور منسوخ نہیں ہوئے یا سابق امتوں کے ساتھ مخصوص نہیں، وہ امت محمدیہ کے لئے واجب العمل ہیں مگر ان احکام پر مسلمانوں کا عمل قرآن پر عمل کے ضمن میں پایا جاتا ہے کیونکہ قرآن مجید تمام کتب سابقہ کے واجب العمل احکام کا جامع ہے اور جملہ کتب منزل من اللہ اصلاً اس میں شامل ہیں۔ حقیقتاً قرآن کی تعمیل کتب ماقبل کے احکام واجب التعمیل کی بھی تعمیل ہے حدیث صحیح بھی قرآن کے حکم کے تحت میں ہے گو اس میں قطعیت و ظنیت کا فرق ہے اس لئے جو حکم احادیث صحیح میں وارد ہے اس کو بھی مسلمان حکم قرآنی سمجھتے ہیں اور قرآن کی طرح واجب العمل جانتے ہیں اس بنا پر شرائع سابقہ کے جو احکام احادیث میں منقول ہیں ان کی تعمیل بھی گویا قرآن ہی کی تعمیل ہے۔

مگر یہ اعتقاد متقدمین و متاخرین میں سے کسی محقق سے منقول نہیں کہ موجودہ توریت و انجیل سے

Marfat.com

اخذ احکام بلا واسطۂ قرآن واجب ہے۔ اور قرآن کی طرح ان کتابوں سے تمسّک کرنا مسلمانوں کا فرض ہے نہ یہ عمل ان سے مروی ہے کہ ان کتابوں پر بلا واسطۂ قرآن انہوں نے اعتماد کیا ہو اور واقعات روزمرہ میں ان کتابوں سے فتویٰ لیا ہو۔

احکام کتب سابقہ تین اقسام پر تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔

(۱) وہ احکام جو قرآن وحدیث کے مطابق ہیں ان کی تعمیل قرآن کی تعمیل ہے۔

(۲) وہ احکام جو قرآن وحدیث کے خلاف ہیں ان کی تعمیل کا نہ کرنا ہی مسلمانوں پر لازم ہے اس قسم کے احکام یا تو وہ ہیں جو درحقیقت کتب قدیمہ میں تھے مگر اب شریعت محمدی نے انہیں منسوخ کردیا۔ یا وہ ہیں جو اہل کتاب کی طرف سے اُن کتابوں میں بڑھا گھٹا دیئے گئے ہیں اور تحریف والحاق کے تحت میں آتے ہیں۔

(۳) وہ احکام یا وہ امور جن کی بابت قرآن وحدیث میں نہ کوئی تائید وموافقت پائی جاتی ہے نہ تردید ومخالفت۔ ان کی بابت مسلمانوں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ:

"مسلمانو! تم اہل کتاب کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو اور یہ کہو کہ ہم اس چیز پر ایمان لائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے یعنی جن امور پر قرآن وحدیث ساکت ہیں ان پر یہ شرطی اور اجمالی اعتقاد مسلمانوں کے لئے کافی ہے کہ اگر وہ بات منجانب اللہ ہے تو ہم نے اسے مانا اور تسلیم کیا۔

قسم اول یعنی احکام واجب التعمیل کے متعلق علماء نے بہت کچھ بحث کی ہے۔

صحیح بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل منقول ہے کہ آپ نے داؤد علیہ السلام کی موافقت میں سجدہ کیا۔

سنن نسائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول منقول ہے کہ حضرت داؤد نے توبۃً سجدہ کیا تھا۔ اور ہم اُس کے شکریہ میں سجدہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آیا سورۂ ص میں سجدہ ہے؟ آپ نے فرمایا بے شک، اس میں سجدہ ہے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرتے دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے نبیوں کے فعل کی پیروی پر مامور تھے۔

ان ہی افعال واقوال سے علمأ نے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ جو فعل یا حکم انبیائے سابقین سے قرآن میں منقول ہو اور کوئی حکم اس کا مخالف یعنی ناسخ ہماری شریعت میں وارد نہ ہو وہ حکم اہل اسلام کے لئے لائق دستاویز ہے۔

تفسیر کبیر میں امام رازی نے اللہ تعالےٰ کے اس قول کے تحت میں کہ "جن لوگوں کی ہم نے ہدایت کی ہے ان کی پیروی کرو" تحریر فرمایا ہے کہ:-

"ہدایت یافتہ لوگوں سے انبیاء مراد ہیں اور ان کی پیروی کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوا ہے۔ جن امور میں پیروی کا یہ حکم وارد ہوا ہے۔ ان کی تعیین میں علمأ کے درمیان اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ان سے وہ امور مراد ہیں جن میں سب انبیاء کا اتفاق ہے۔ مثلاً توحید الٰہی اور اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات وافعال کو نامناسب اعتقاد سے پاک رکھنا وغیرہ۔ بعض کا قول یہ ہے کہ ان امور سے اخلاق حمیدہ اور صفات رفیعہ وکاملہ میں پیروی مراد ہے جیسے کہ سفہا کی ایذا پر صبر اور ان کے ساتھ عفو۔ بعض کا یہ قول ہے کہ اس سے ان کے جملہ احکام شریعت مراد ہیں بجز ان احکام کے جن کو مستثنیٰ ومخصوص کر دیا گیا ہو۔ اس قول کی رو سے یہی شریعتیں ہمارے لئے واجب العمل ٹھیرتی ہیں۔"

مگر امام قرطبی اور دیگر علمأ نے مندرجہ بالا تیسرے قول کی تفصیل میں اس نہایت ضروری شرط پر زور دیا ہے۔ کہ شریعت سابقین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہو۔ اور وہ اُمت سابقہ کے ساتھ مخصوص یا بعد میں منسوخ نہ ہوئی ہو کتب سابقہ میں تحریف وتبدّل

سے وقوع یقینی نے اس شرط کو بہت ضروری بنا دیا ہے۔

بعض علما کا یہ قول ہے کہ ہمارے لئے ان شریعتوں کی پیروی واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک شریعت بنا دی ہے، اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پہلی شریعتیں خاص خاص اوقات ومقامات کے لئے مخصوص رہی ہیں اور ان اقوال خداوندی میں جن سے پیروی کا لزوم ثابت کیا جاتا ہے مثلاً فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ اور مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ اصول اعتقادی مراد ہیں نہ فروع عملی۔

بعض علما کا یہ قول ہے کہ وہ شریعتیں ہمارے لئے واجب العمل ہیں مگر نہ اس اعتقاد سے کہ وہ پہلوں کی شریعتیں ہیں بلکہ اس اعتقاد سے کہ وہ اب ہمارے لئے شریعت بن گئی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا یعنی پھر ہم نے کتاب کا وارث اُن لوگوں کو بنایا۔ جن کو ہم نے چن لیا۔ یعنی مسلمان بنا لیا اور ظاہر ہے کہ جو چیز کسی کی وراثت میں آتی ہے وہ اسی کی مِلک ہو جاتی ہے۔ مورث سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا لہٰذا ہم ان شریعتوں پر اس اعتقاد سے عمل کریں گے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی شریعت ہے اس کی مزید تائید میں وہ اس قول نبوی کو بھی پیش کرتے ہیں کہ "اگر اس وقت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری ہی پیروی کرتے" علما کا یہ گروہ پہلی شریعتوں کو جو اپنی شریعت قرار دیتا ہے تو وہ صرف اصول دینی ہی کو نہیں لیتا۔ بلکہ پوری شریعتوں کو لیتا ہے جن میں فروع بھی شامل ہیں۔ ان میں سے جو احکام منسوخ ہو چکے ہیں ان کی بابت یہ گروہ کہتا ہے کہ اس سے شریعت بدل نہیں گئی بلکہ ان احکام کی تعمیل کی مدت معینہ ختم ہو چکی۔

اس نوع کے اختلاف محض لفظی ہیں۔ بات ایک ہی ہے صرف انداز بیان میں فرق ہے،

Marfat.com

پرانی شریعتوں کو خواہ اپنا قرار دیا جائے یا انبیاء قدیم کا مسلمانوں کے لئے واجب التعمیل وہ اسی صورت میں ہو سکتی ہیں جبکہ وہ قرآن و حدیث کی وساطت سے پہنچیں یا قرآن و حدیث کے مطابق ہوں۔ موجودہ توریت و انجیل سے براہ راست تمسک کا نہ سلف میں کوئی قائل ہے نہ خلف میں امام رازی کے قول کو بھی مزید اطمینان کے لئے ملاحظہ فرمائیے جو انہوں نے اپنی کتاب المحصل میں اپنے اس دعوے کی تائید میں بیان کیا ہے کہ پچھلی کتابوں کا اتباع ہم پر واجب نہیں:

"دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان شریعتوں کی (یعنی جو اُن کتابوں میں پائی جاتی ہیں) پیروی کرتے تو ہر زمانے کے علماء پر یہ امر واجب قرار پاتا کہ وہ اپنے واقعات و حوادث پیش آمدہ میں ان کتابوں کی طرف مراجعت کریں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کی پیروی اُن پر واجب ہے اور جب اُنہوں نے یقیناً ایسا نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وقوع میں نہیں آیا۔ اس سے ان کتابوں کا واجب العمل ہونا باطل ہوا۔

تیسری دلیل۔ اگر وہ کتابیں ہمارے لئے لائق دستاویز ہوتیں تو ان کتابوں کو یاد کرنا ہمارے لئے فرض کفایہ ہوتا۔ جیسا کہ قرآن و حدیث کا یاد کرنا فرض کفایہ ہے اور علماء باہمی اختلاف کے مواقع پر ان کتابوں کی طرف رجوع کرتے جبکہ ان کو بعض مسائل میں اشتباہ ہوا تھا۔ مثلاً فرائض کا مسئلہ عول اور جدہ و زن مفوضہ (یعنی وہ عورت جس کا مہر وقت نکاح مقرر نہ ہوا اور اس کے شوہر نے قبل ہم بستری وفات پائی) کی میراث اور ام ولد کی بیع اور شراب و زنا کی حد اور مخنث کی دیت اور زر خرید کنیز معیوب کا ہم بستری کے بعد واپس کرنا اور مباشرت بلا انزال سے غسل کا واجب ہونا وغیرہ ذالک۔ اور یہ امر کسی ایک سے بھی منقول نہیں کہ انہوں نے اپنی تمام عمر میں باوجود کثرت وقعات اور باہمی اختلافات کے توریت کی طرف

Marfat.com

رجوع کیا ہو خاص کر اس حالت میں جبکہ یہودیوں کے علماء مسلمان ہو گئے تھے جیسے عبد اللہ بن سلام اور کعب احبار اور وہب بن منبہ جن کے اقوال توریت کے متعلق مستند سمجھے جا سکتے تھے، ان کے ذریعہ سے یہ رجوع آسان تھا مگر نہ کیا۔ اور مسائل میں انہوں نے اپنے ہی قیاس کی طرف رجوع کیا۔ یہ بات کتاب اللہ سے مایوسی کے بعد جائز ہوتی ہے اور یہ مایوسی کتاب اللہ کو دیکھنے سے پہلے ہو نہیں سکتی۔ جب انہوں نے ان کتابوں کو دیکھا نہ ان کے احکام دریافت کئے تو معلوم ہوا کہ انہوں نے ان کتابوں کو قابل تمسک نہ سمجھا۔

چوتھی دلیل آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت معاذ کے اس قول کو کہ:۔

"میں کتاب اللہ اور سنت میں کوئی حکم نہ پاؤں گا تو اپنے اجتہاد سے فتویٰ دونگا"۔

پسند کیا اگر ان کو توریت کی پیروی کا حکم ہوتا تو ان کا اپنے اجتہاد پر عمل کرنا جائز نہ ہوتا تاوقتیکہ توریت و انجیل کو وہ دیکھ نہ لیتے۔ اس دلیل پر اگر یہ اعتراض ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے معاذ کو اسی صورت میں اجتہاد کی اجازت دی جبکہ کتاب اللہ میں انہیں کوئی حکم نہ ملے اور توریت بھی تو کتاب اللہ ہے۔ یا یہ اعتراض ہو کہ توریت کا صاف نام انہوں نے اس لئے نہیں لیا کہ توریت کی طرف رجوع کرنے کا حکم قرآن مجید میں آ چکا ہے لہٰذا قرآن کی طرف رجوع کرنا خود توریت کی طرف رجوع دلاتا ہے۔ تو پہلے اعتراض کا ایک جواب تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں اجب لفظ کتاب اللہ بے قید بولا جاتا ہے تو اس سے قرآن مراد ہوتا ہے لہٰذا اس سے توریت و انجیل بلا دلیل مراد نہیں ہو سکتیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل سے کہیں ثابت نہیں ہوا کہ انہوں نے توریت و انجیل کو سیکھا۔ یا ان کے معروف و غیر معروف احکام میں تمیز کی ہو۔ جیسا کہ قرآن کا پڑھنا اور سیکھنا اُن سے بخوبی ثابت ہے دوسرے اعتراض کا جواب بھی ادا ہو گیا۔ کہ موجودہ توریت و انجیل کی طرف

ہر بات میں رجوع کرنے کا قرآن میں حکم ہوتا تو حضرت معاذ ان کتابوں کو پڑھتے اور سیکھتے اور ان کی طرف کبھی تو رجوع کرتے۔"

اس بارہ میں جن لوگوں سے غلطی کھائی ہے انہوں نے غالباً ان آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے سمجھنے میں غلطی کی ہے جن میں بطور اجمال ان کتابوں کو نور ہدایت کہا گیا ہے اور بعض مواقع خاص میں ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ ان آیات و احادیث میں توریت و انجیل کی ہر بات کو ہدایت و نور نہیں کہا گیا۔ اور نہ ہر موقع و محل میں ان کتابوں کی طرف رجوع کرنے کا خدا و رسول نے حکم دیا ہے بلکہ ان کو بالاجمال ہدایت کہنے سے انہیں باتوں کا ہدایت ہونا مقصود ہے جن کا منجانب اللہ محفوظ و واجب العمل ہونا بشہادت قرآن و حدیث ثابت ہے۔ اور انہیں مواقع خاص میں ان کتابوں کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے جن میں اہل کتاب کے تصرف کا دخل نہیں ہونے پایا۔ کوئی مسلمان اس بات کو نہیں مان سکتا۔ کہ موجودہ توریت و انجیل میں جو کچھ لکھا ہے سب سچ ہے۔ مثلاً کوئی مسلمان اس بات کے ماننے کے لئے تیار نہیں کہ لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں کے ساتھ اور داؤد علیہ السلام نے اوریا کی جورو کے ساتھ (نعوذ باللہ) زنا کیا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ خدا کے بیٹے یا خود خدا یا تین خداؤں کی کمیٹی کے ممبر تھے۔ اور باوجود اس کے گنہگاروں کے بدلے معذب ہوئے۔ اللہ و رسول اس سے بری ہیں کہ مسلمانوں کو ان لغو اور بیہودہ باتوں پر ایمان لانے کا حکم دیں۔ بلکہ اللہ و رسول نے ان کتابوں کی بہت سی باتوں کو رد کر دیا ہے اور ان کو کفر و ضلالت قرار دیا ہے۔ مزید تفصیل و تشریح میں طوالت ہے اس لئے مندرجہ بالا اجمال ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

خلاصہ ان مضامین سے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی ہوگی۔ کہ مسلمانوں نے جتنا احترام انبیاء سابقین اور کتب منزل من اللہ کا کیا ہے۔ اتنا خود ان لوگوں سے بھی نہ ہو سکا۔ جو ان انبیاء کی امت میں اپنے کو شامل کرتے ہیں۔

محققین اہل کتاب نے جو کچھ اپنی تحقیقات سے ان کتابوں کی بابت لکھا ہے اس کی ایک مختصر سی جھلک مضامین سابقہ میں دکھلائی گئی ہے۔ اس سے ہر صحیح الدماغ شخص ان ہی نتائج پر آسکتا ہے کہ ان محققین کی تحقیقات کے بموجب :-

(۱) موجودہ توریت و انجیل از اوّل تا آخر بالکل قابل اعتبار نہیں۔

(۲) ان کے مصنفین و مؤلفین کا کچھ ٹھیک نہیں اور زمانۂ تصنیف و تالیف کی بھی کوئی صحیح تعین نہیں۔

(۳) ان مصنفین و مؤلفین کی اصلی عبارتیں بھی محفوظ نہیں رہیں۔

(۴) ان کتابوں پر اغیار کے بھی حملے ہوتے رہے ہیں اور احباب کے بھی جن کی وجہ سے اصلی اور ابتدائی نسخے مفقود ہو چکے ہیں۔ اور اب جو قدیم نقلیں پائی جاتی ہیں ان کے چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی سے قدیم تر ہونے پر عیسائی بھی متفق نہیں۔ پھر یہ نسخے بھی باہم مختلف ہیں اور اختلافات کی تعداد بقول اہل کتاب ہی کے لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ یہ سب قرأت یا کتابت ہی کے اختلاف نہیں بلکہ اہم اور اصولی امور میں بھی شدید اختلافات واقع ہو گئے ہیں۔ جن کا دور کرنا اصلی نسخوں کے فقدان کی وجہ سے اب محال ہے ان اختلافات نے ان بنیادی اصولوں ہی کو بدل ڈالا جن پر اصولاً مذاہبِ حقہ کی بنیاد رہا کرتی ہے

(۵) آج کل ان کتابوں کے ترجموں ہی سے سابقہ رہتا ہے اور ان ترجموں میں بھی بکثرت غلطیاں ہیں جن کی اصلاح اب بوجہ اصل کے ضائع ہو جانے کے ناممکن ہو گئی ہے۔

(۶) ان جملہ تغیرات کی بناء پر موجودہ توریت و انجیل کو وہ توریت و انجیل نہیں کہہ سکتے۔ جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائیں۔

باوجود ان تمام خرابیوں کے جن کے اعتراف پر علمائے اہل کتاب مجبور ہیں مسلمان علماء اس درجہ

Marfat.com

احتیاط سے کام لے رہے ہیں کہ وہ متفقہ طور پر یہ کہتے چلے آ رہے ہیں کہ:-

(۱) توریت و انجیل کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام پر جو اللہ کے پیغمبر تھے نازل فرمایا۔

(۲) موجودہ توریت و انجیل میں جتنا حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس پر ہم ایمان لائے اور اس کا سچا ہونا ہم تسلیم کرتے ہیں۔

(۳) ان میں جو کچھ قرآن و حدیث کے خلاف ہے ان کو بشہادت قرآن و حدیث ہم الحاقی سمجھتے ہیں۔ اور جن عبارتوں سے اللہ تعالیٰ کی توہین لازم آتی ہے یا انبیا علیہم السلام کی بے احترامی پائی جاتی ہے۔ یا ادیان حقہ کے بنیادی اصولوں میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ ان کو ہم توریت و انجیل سے خارج سمجھتے ہیں۔

(۴) ان کتابوں کی وہ باتیں جن پر قرآن و حدیث ساکت ہیں ہمارے لئے بھی سکوت کا مطالبہ کرتی ہیں۔ اس لئے ہم ان کی نہ تصدیق کرتے ہیں نہ تکذیب۔

گویا عیسائی تحقیقات پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ہماری کتابوں کی ایک بات بھی نہ مانو مگر اسلامی حق پسندی کہتی ہے کہ نہیں۔ ایسا نہ ہوگا۔ ان کتابوں میں جو باتیں قابل قبول ہیں انہیں ہم قبول کرتے ہیں اور جو باتیں قابل قبول نہیں ان سے ہم کنارہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

سلسلۂ مطبوعات اقبال اکیڈیمی

ہمارے ہندوستانی مسلمان - ولیم ہنٹر، آئی - سی - ایس ٢/١٢/٠

اقبال پر ایک نظر - مرتبہ سید محمد شاہ ایم - اے ٢/١٢/-

تعلیمات اقبال - پروفیسر سلیم چشتی، بی - اے ١/٨/-

شرح اسرار خودی پروفیسر سلیم چشتی بی اے ١/٦/٠

اقبال اور پیام حریت - پروفیسر سلیم چشتی بی - اے ٠/٨/-

اسلامی پارٹی کا آئین - مولانا عزیز ہندی .. ٠/٨/-

ہیگل کا فلسفہ - مولانا عزیز ہندی ٠/٤/٠

اقبال کا تصور زمان ومکان - ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی ایم - اے .. ٠/١٠/٠

موت وحیات اقبال کے کلام میں - ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی ٠/٤/٠

تعلیم کا مسئلہ - ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی ایم - اے - پی - ایچ - ڈی .. ٠/٨/٠

اقبال کے چند جواہر ریزے - خواجہ عبدالحمید ایم - اے ٠/١٠/٠

اشتراکیت اور اسلام - مولوی محمد مظہر الدین صدیقی بی - اے ٠/٦/٠

محمد عبدہٗ، از چارلس ایڈمز مترجمہ مولوی مظہر الدین صدیقی .. ١/٠/٠

علمائے کرام کا مستقبل - مولوی محمد مظہر الدین صدیقی ٠/٨/-

حقیقت نفاق - مولانا صدر الدین اصلاحی ٠/٨/-

افادات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مولانا صدر الدین اصلاحی ١/٣/-

معرکہ اسلام وجاہلیت از مولانا صدر الدین اصلاحی .. ١/٨/-

دربار رسول کے فیصلے مترجمہ ابو العرفان حکیم عبد الرشید ٣/٠/-

اقبال کا تصور خودی - ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے - پی - ایچ ڈی ٠/٦/-

المنبہات (عربی) حافظ ابن الحجر العسقلانی .. .. ٠/—/-

القول الجمیل (عربی) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی - ١/٨/-

قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں از مولانا مودودی صاحب ١/٨/-

اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر " ١/٠/-

انتخاب غالب از غالب ٠/٦/-

روح اقبال - از پروفیسر یوسف حسین خاں ایم اے - پی - ایچ ڈی - ٥/١٢/-

فکر اقبال مجموعہ مضامین -/١٢/٣ - آثار اقبال -/٤/- - فلسفۂ عجم از ڈاکٹر محمد اقبال ٣/٢/-

پتہ: اقبال اکیڈیمی - ٥٤ (الف) سرکلر روڈ بیرون موچی دروازہ لاہور -

Marfat.com

علامہ اقبالؒ کا کلام

بانگِ درا مجلد	۴؍۸
بالِ جبریل مجلد	۴؍۸
ضربِ کلیم مجلد	۳ ؍
ارمغانِ حجاز مجلد	۴؍۸
پیامِ مشرق	۴؍۸
مثنوی اسرار و رموز	۴؍۸
زبورِ عجم	۴؍۸
فلسفۂ عجم	۳ ؍
چھ لیکچر (انگریزی)	۴؍۸

ملنے کا پتہ

اقبال اکیڈمی

۵۴ - الف سرکلر روڈ - بیرون موچی دروازہ لاہور

علمائے کرام کا مستقبل۔ علماء کو کیا کرنا چاہئے اور وہ کیا کر رہے ہیں ۸ر
از
مولانا محمد مظہر الدین صدیقی بی اے

اشتراکیت اور اسلام۔ (ایک دلنشین موازنہ) ″ ″ ″ ۔ ۸ر

انتخاب غالب۔ غالب مرحوم کا اپنا انتخاب۔ ۶ر

باغی مسلمان یا ہمارے ہندستانی مسلمان { سید احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید کی تحریک مجاہدین کے بالکل صحیح اور سبق آموز حالات۔ انگریزی سے اردو ترجمہ از ڈاکٹر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر ایل ڈی آئی سی ایس بنگال } ۱۲ر

المنبہات { عربی کی مشہور کتاب جو نصائح و حکم کا ایک نادر مجموعہ ہے اور عربی پڑھنے والے بچوں کیلئے بالخصوص طبع کی گئی ہے شیخ ابن الحجر عسقلانی شارح بخاری شریف } ۴ر

اسلامی پارٹی کا آئین { مسلمانوں کی تنظیم نو کن خطوط پر ہونی چاہیئے۔ از مولانا عزیز ہندی } ۴ر

ہیگل کا فلسفہ (فلسفۂ اضداد کی تشریح)۔ از مولانا عزیز ہندی۔ ۴ر

ہندوستان کے مسلمان کا نصب کیا ہے۔ ″ ″ ″ ۔ ۴ر

القول الجمیل (عربی)۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ ۴ر

تقویۃ الایمان (اردو)۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید۔ ۴ر

جعفر منصور (خلیفہ جعفر منصور عباسی کے حالات)۔ ابوالقاسم رفیق دلاوری۔ ۴ر

سلسلۂ مطبوعات اقبال اکیڈمی

ہمارے ہندوستانی مسلمان—ولیم ہنٹر' آئی سی-ایس ...	۲/۱۲/-
اقبال پر ایک نظر—مرتبہ سید محمد شاہ' ایم اے ...	۲/۱۲/-
تعلیمات اقبال—پروفیسر سلیم چشتی' بی-اے ...	۱/۸/-
شرح اسرار خودی—پروفیسر سلیم چشتی' بی-اے ...	۱/۸/-
اقبال اور پیام حریت—پروفیسر سلیم چشتی' بی-اے ...	-/۸/-
اسلامی پارٹی کا آئین—مولانا عزیز ہندی	۱/۸/-
ہیگل کا فلسفہ—مولانا عزیز ہندی	-/۴/-
اقبال کا تصور زمان و مکان—ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی' ایم-اے	-/۱۰/-
موت و حیات اقبال کے کلام میں—ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی	-/۶/-
تعلیم کا مسئلہ—ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی' ایم-اے' پی ایچ-ڈی	۱/۸/-
اقبال کے چند جواہر ریزے—خواجہ عبدالحمید' ایم-اے ...	-/۱۰/-
اشتراکیت اور اسلام—مولوی محمد مظہرالدین صدیقی' بی-اے	-/۶/-
محمد عبدہ—از چارلس ایڈمز مترجمہ مولوی مظہر الدین صدیقی	۱/-
علمائے کرام کا مستقبل—مولوی محمد مظہرالدین صدیقی ...	-/۸/-
حقیقت نفاق—مولانا صدر الدین اصلاحی ...	۱/۸/-
افادات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی—مولانا صدر الدین اصلاحی	۱/۸/-
معرکہ اسلام و جاہلیت از مولانا صدرالدین اصلاحی ...	۱/۸/-
دربار رسول کے فیصلے مترجمہ ابوالعرفان حکیم محمد عبد الرشید	۴/-/-
اقبال کا تصور خودی ڈاکٹر سید عابد حسین' ایم-اے' پی-ایچ-ڈی	-/۸/-
المنبہات (عربی)—حافظ ابن الحجر العسقلانی ...	۱/-
القول الجمیل (عربی)—حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ...	۱/۸/-
قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں—از مودودی صاحب ...	۱/۸/-
اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر	۱/-/-
انتخاب غالب—از غالب	-/۶/-
روح اقبال—از ڈاکٹر یوسف حسین خاں ایم-اے' پی ایچ-ڈی	۵/۱۲/-
فلسفہ عجم—از ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ ...	۳/۲/-
فکر اقبال—مجموعہ مضامین	۴/-/-
آثار اقبال	۳/۱۲/-

اقبال اکیڈمی

۵۴ الف سرکلر روڈ' بیرون موچی دروازہ' لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاء الحق وزھق الباطل

قال النبی صلعم سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی

ترجمہ

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری امت میں تیس ۳۰ جھوٹے پیدا ہونگے جنمیں سے ہر ایک دعویٰ کریگا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں (رواہ مسلم والترمذی وابوداؤد وغیرہ عن ثوبان)

حقیقتِ مرزائیت مع ختمِ نبوت

بجواب

اجراءِ نبوت

جس میں

مرزائی مذہب کو ان کی کتابوں سے باطل ثابت کیا گیا ہے۔ اور ختم نبوت کو تحقیق والزام ہر دو طریق سے روشن کرکے دکھایا گیا ہے

مصنفہ

بندہ مسکین خادم المسلمین علم الدین ساکن خاص قادیان
حال خطیب جامع مسجد کیمبلپور

باہتمام قاضی محمد عرفان مطبع آمان سر ... پریس راولپنڈی سے
طبع کرایا

(بار اول)

قیمت ۵ / ... تعداد اشاعت ۱۰۰۰

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱	دیباچہ	۱
۲	باب الوہیت مرزا۔ خدائی دعویٰ	۳
۳	باب شرک مرزا۔ حیات مسیح مشرکانہ عقیدہ اور شرک عظیم ہے۔	۴
۴	باب شرک مرزا صاحب خود ۵۲ سال تک حیات مسیح کے قائل رہے۔	۵
۵	باب توہین عیسیٰ علیہ السلام	۸
۶	باب دعاوی مرزا	۱۸
۷	باب تصوف مرزا (الحاد کی بنیاد)	۲۱
۸	باب معیار مرزا (پہلا معیار پیشگوئی)	۲۲
۹	" (نکاح مرزا پہلی پیشگوئی)	۲۳
۱۰	" نکاح کا الہام تھا اور نکاح نہیں ہوا	۲۹
۱۱	" دوسری پیشگوئی محمدی بیگم کے خاوند کی موت کے متعلق	"
۱۲	" دوسرا معیار کذب مرزا	۳۳
۱۳	" الہام مرزا	۳۷
۱۴	باب حیض مرزا (کیا مرزا صاحب عورت تھے)	۴۱
۱۵	باب حمل مرزا	۴۲
۱۶	باب مخاض مرزا (درد زہ)	۴۳
۱۷	باب عیسیٰ اور مرزا کی تمثیل	۴۳
۱۸	باب اختلاف مرزا	۴۵
۱۹	باب باپ بیٹے کی لڑائی	۵۶
۲۰	باب امت مرزائیہ کا مذہب	۵۸
۲۱	ختم نبوت بجواب اجراء نبوت	۶۱
۲۲	خاتم النبیین یعنی آخر النبیین	۸۳
۲۳	حکمت نزول عیسیٰ ابن مریم	۱۰۶
۲۴	ختم نبوت اور شیخ محی الدین ابن عربی	۱۲۱
۲۵	شیخ عبدالوہاب شعرانی اور ختم نبوت	۱۲۷
۲۶	پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی اور ختم نبوت	۱۳۳
۲۷	قاضی عیاض اور ختم نبوت	۱۳۷
۲۸	علامہ ابن حجر مکی اور ختم نبوت	۱۳۹
۲۹	علامہ ابن کثیر اور ختم نبوت	۰
۳۰	مولانا محمد قاسم بانی دار العلوم دیوبند اور ختم نبوت	۱۴۰
۳۱	ختم نبوت اور قرآن شریف	۱۴۷
۳۲	ختم نبوت از حدیث شریف	۱۵۱
۳۳	ایک شبہ کا ازالہ	۱۵۴
۳۴	باب مسیح موعود عیسیٰ کون ہے	۱۵۷

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ

پہلے مجھے دیکھئے

صوبہ پنجاب کے ضلع گورداسپور قصبہ قادیان میں ایک صاحب مرزا غلام احمد صاحب پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ میں مسیح موعود مہدی مسعود و کرشن اور نبی و رسول وغیرہ وغیرہ ہوں۔ اور میرا منکر کافر ہے۔ علمائے اسلام سے آپ کی بحثیں بھی ہوئیں۔ اور ہر جگہ آپکو شکست فاش ہوئی۔ لیکن آپ نے باطل کا دامن نہیں چھوڑا۔ حالانکہ آپکے تمام مسیحیانہ دعاوی غلط ثابت ہوئے۔ تاہم آپ بولنے سے بند نہیں ہوئے۔ آپکی سیرت کے نمونہ ایک صاحب مسمی ابراہیم قادیانی مرزائی جو مولوی بھی کہلاتے ہیں۔ اور جناب مرزا صاحب کے مخلص مرید ہیں چند ماہ سے شہر کمبھپور میں تشریف فرما ہیں۔ اور لوگوں کو دھوکہ دیکر قادیانی مسیح کی نبوت منواتے ہیں۔ جناب کو قادیانی بھیڑوں کی طرح ممیلانے کی بہت عادت ہے۔ آپ نے جالی ہیں

ایک چہار ورقہ ٹریکٹ بنام اجرائے نبوت شایع کیا ہے جسمیں اپنے پیر کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جھوٹ اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ چونکہ آپ کے اس ٹریکٹ اور مباحث مجادلانہ سے مسلمانوں کے شبہ میں پڑنے کا احتمال تھا۔ کیونکہ اس علاقہ کے لوگ مرزائیوں کی چال سے ناواقف ہیں۔ بنابریں یہ چند اوراق ہدیہ ناظرین ہیں جنمیں اجراءِ نبوت کی قلعی کھولی گئی ہے اور شروع میں حقیقت مرزائیت کے نام سے چند ابواب درج کردیئے گئے ہیں جنمیں مرزائی مذہب پر لاینحل سوالات کئے گئے ہیں جنکا امت مرزائیہ قیامت تک جواب نہیں دے سکتی۔ ان ابواب میں مسیح قادیانی کی حقیقت کا پورا انکشاف کیا گیا ہے۔

مجموعہ کا نام حقیقت مرزائیت معہ ختم النبوت بجواب اجراءِ نبوت رکھتا ہوں۔ امید ہے۔ ناظرین اس رسالہ کو اس بحث میں اچھوتا پائینگے۔ اور اس سے خود واقف ہوکر سادہ لوح مسلمانوں کو مرزائیوں کی گمراہی سے بچانے کی کوشش کریں گے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

(نوٹ) مخالف کو منکر اور اپنے آپ کو مثبت سے تعبیر کرونگا۔

خادم المسلمین۔ علم الدین ساکن خاص قادیان حال خطیب جامع مسجد کیملپور شہر

حقیقتِ مرزائیت

باب الوہیتہ مرزا (خدائی دعویٰ)

جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں "میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ ہو بہو خدا ہوں۔ اور میں نے یقین کر لیا کہ بے شک میں خدا ہوں۔ اسی حالت میں میں کہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو پہلے تو میں نے آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی تفریق اور ترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے آسمانِ دنیا کو پیدا کیا۔ اور کہا۔ اِنَّا زَیَّنَّا السماء الدنیا بمصابیح۔ (بیشک ہم نے زینت دی ہے آسمانِ دنیا کو ستاروں سے) پھر میں نے کہا۔ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں۔ (آئینۂ کمالات اسلام صـ ۵۶۴ و ۵۶۵ و کتاب البریہ صـ ۷۹)

کیا کسی نبی نے خدا ہونے کا دعوے کیا۔ اگر نہیں کیا۔ تو کیا مرزا صاحب بقولِ خود کہ "بجز خدا تعالیٰ کے تمام انبیاء کے افعال اور صفات نظیر رکھتے ہیں۔ تاکہ کسی نبی کی خصوصیت منجر بہ شرک نہ ہو جائے"۔ (تحفہ گولڑویہ صـ ۶)

مشرک ہیں۔ کیونکہ خدائی دعویٰ مرزا صاحب ہی کی خصوصیت ہے۔ اور کسی نبی نے خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

تنبیہ ۔ حقیقت مرزائیت میں مرزا صاحب پر جو اعتراضات ہیں۔ ان کی نظیر کسی نبی میں دکھائی ہوگی۔ اولیاء کے اقوال اس بارے میں مسموع نہیں ہونگے۔ کیونکہ مرزا صاحب کو نبی ہونے کا دعوےٰ ہے۔ نہ کہ صرف ولی ہونے کا۔ اور نبیوں کو نبیوں پر قیاس کیا جاتا ہے۔ نہ اولیاء پر۔

(باب) شرکِ مرزا

حیاتِ مسیح مشرکانہ عقیدہ اور شرکِ عظیم ہے

مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

(۱) اس جگہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی کو ہمارے مقابلہ کے لئے خوب موقع مل گیا ہے۔ ہم نے سنا ہے۔ کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں تا کسی طرح مسیح ابن مریم کو موت سے بچالیں۔ اور دوبارہ اتار کر خاتم الانبیاء بنادیں بڑی جانکاہی سے کوشش کر رہے ہیں۔ (دافع البلاء صہ ۱۵)

(۲) فمن سوء الادب ان یقال ان عیسیٰ ما مات وان ھو الا شرک عظیم یاکل الحسنات (استفتاء ملحقہ حقیقۃ الوحی صہ ۳۹)

ترجمہ :- یہ بے ادبی ہے کہ کہا جائے کہ بے شک عیسیٰ نہیں مرے۔ اور یہ بہت بڑا شرک ہے جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔

(۳) اور درحقیقت صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے۔ اور ان کو کسی طرح یہ بات گوارا نہ تھی۔ کہ عیسیٰ جس کا وجود شرکِ عظیم کی جڑ قرار دیا گیا ہے
... (حقیقۃ الوحی صہ ۳۵)

(۴) کلا بل ھو میت ولا یعود الی الدنیا الی یوم یبعثون ومن قال منعماً خلاف ذالک فھو من الذین ھم بالقرآن یکفرون۔ (استفتا ص ۴۳)

ترجمہ۔ یاد رکھو۔ بلکہ وہ مرچکا ہے اور وہ قیامت تک واپس نہیں آئیگا اور جو شخص اس کے خلاف کہے۔ وہ ان لوگوں میں سے ہے۔ جو قرآن کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔

(۵) ولا شک ان حیات عیسیٰ وعقیدۃ نزولہ باب من ابواب الاضلال ولا یتوقع منہ الا انواع الوبال۔ (استفتا ص ۴۷)

ترجمہ:۔ اس میں شک نہیں۔ کہ حیات عیسےٰ اور ان کے نزول کا عقیدہ گمراہی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے! اور اس سے سوائے قسم قسم کی مصیبتوں کے اور کوئی امید نہیں کی جاسکتی۔

تصویر کا دوسرا رُخ

مرزا صاحب خود باون ۵۲ برس تک حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے قائل رہے

چنانچہ فرماتے ہیں:۔

(۱) جس زمانہ میں خدا نے براہین احمدیہ میں یہ فرمایا۔ اسوقت تو میں اس دقیقہ معرفت سے خود بے خبر تھا۔ جیسا کہ میں نے براہین احمدیہ میں اپنا عقیدہ بھی ظاہر کر دیا۔ کہ عیسیٰ آسمان سے آنیوالا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۳۸)

(۲) اور مجھے کب خواہش تھی۔ کہ مسیح موعود بنتا۔ اگر مجھے یہ خواہش ہوتی۔ تو میں براہین احمدیہ میں اپنے پہلے اعتقاد کی بنا پر کیوں لکھتا۔ کہ مسیح آسمان سے آئیگا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۲)

Marfat.com

(۳) مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا۔ اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسٰی آسمان پر سے نازل ہوں گے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹)

(۴) هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ط ۔ یہ آیت جسمانی اور سیاستِ ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے۔ اور جس غلبہ کاملہ دینِ اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئیگا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ تو اُن کے ہاتھ سے دینِ اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائیگا۔ (براہین احمدیہ ص ۴۹۸)

(۵) پھر میں تقریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے۔ بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا۔ کہ خدا نے مجھے بڑی شدّومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے۔ اور میں حضرت عیسٰی کی آمدِ ثانی کے رسمی عقیدے پر جما رہا جب بارہ برس گذر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔ تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے۔ کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔ (اعجاز احمدی ص ۷)

نتیجہ

مرزا صاحب چالیس برس کے تھے۔ جب آپ کو الہام ہونا شروع ہوا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:-

"یہ عجیب اتفاق ہوا۔ کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر اس صدی کا سر بھی آپہنچا تب خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ میرے پر ظاہر کیا۔ کہ تو اس صدی کا اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے۔ اور یہ اس طرف اشارہ تھا۔ کہ تو ہی مسیح موعود ہے" (تریاق القلوب ص ۶۸)

اور الہام شروع ہونے کے بعد بھی مرزا صاحب بارہ برس تک عیسٰی علیہ السلام کو زندہ مانتے رہے

بلکہ اس عقیدہ پر خوب جمے رہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ ماننا بقولِ مرزا صاحب مشرکانہ عقیدہ اور بہت بڑا شرک نیکیوں کو کھانے والا۔ گمراہی کا دروازہ۔ قرآن کا کفر وغیرہ وغیرہ ہے۔ تو پھر مرزا صاحب چالیس برس الہام سے پہلے اور بارہ برس الہام کے بعد باوجود نبی ہونے کے کیوں اس مشرکانہ عقیدہ اور شرکِ عظیم پر بڑی سختی کے ساتھ جمے رہے۔ اور چالیس ۴۰ اور بارہ ۱۲ گویا باون ۵۲ برس تک مشرک رہے۔ کیا کوئی نبی ایسا ہوا؟ جو باون ۵۲ برس تک ایسے عقیدے پر جما رہا ہو جس کو بعد میں شرکِ عظیم اور گمراہی بتلاوے؟ اور کیا وہ شخص نبی ہو سکتا ہے؟ جو زمانہ الہام میں بھی بارہ برس تک مشرک رہے؟ کیا اس کی نظیر بتلائی جا سکتی ہے؟ کہ ایک شخص باون ۵۲ برس تک ایک عقیدہ پر قائم رہے۔ اس کے بعد اس عقیدہ کو مشرکانہ عقیدہ اور شرکِ عظیم کہے اور وہ نبی بھی ہو؟

اگر اس کی نظیر سابق انبیاء میں نہیں۔ تو مرزا صاحب بقولِ خود "سچ کی یہی نشانی ہے۔ کہ اس کی کوئی نظیر بھی ہوتی ہے۔ اور جھوٹ کی یہ نشانی ہے۔ کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ہوتی"۔ (تحفہ گولڑویہ ص۶)

جھوٹے ثابت ہوئے۔ اور نیز بقولِ خود باون ۵۲ برس تک مشرک رہے۔ حالانکہ نبی کبھی مشرک نہیں ہوتا۔ نہ نبوت سے پہلے اور نہ نبوت کے بعد۔ اور مرزا صاحب نبوت ملنے کے بعد بھی بارہ برس تک مشرک رہے۔ پھر یہ کیسے نبی ہوئے؟

(باب) توہین عیسیٰ علیہ السلام

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:۔

(۱) اور نہایت شرم کی بات یہ ہے۔ کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے۔ یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے۔ اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے۔ کہ گویا میری تعلیم ہے۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ا صفحہ ۶)

اس عبارت میں عیسیٰ علیہ السلام پر چوری اور دھوکہ دہی کا الزام ہے۔

(۲) عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے۔ کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ (حاشیہ صفحہ ۶ ضمیمہ انجام آتھم)

(۳) آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ (حاشیہ صے ضمیمہ انجام آتھم)

(۴) آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو۔ کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا۔ کہ وہ اس کے سر پر ناپاک ہاتھ لگائے۔ اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔ اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں۔ کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔ (حاشیہ صے ضمیمہ انجام آتھم)

اِن عبارات میں مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کو گندی گالیاں دی ہیں۔ ان گالیوں کی نسبت مرزا صاحب کا عذر لنگ یہ ہے:۔

"اور مسلمانوں کو واضح رہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی

کہ وہ کون تھا۔ اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ اور حضرت موسےٰ کا نام ڈاکو اور بٹمار رکھا۔ اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا۔ کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئینگے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلامانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ اسکو نبی قرار دیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صہ ۹)

حاصل یہ ہے۔ کہ گالیاں عیسےٰ علیہ السلام کو نہیں دیگئیں۔ بلکہ یسوع کو۔ اور یسوع ایسا شخص تھا۔ کہ اسکو بھلامانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ اسکو نبی قرار دیں۔ **تصویر کا دُوسرا رُخ۔**

حالانکہ مرزا صاحب خود توضیح مرام میں صہ۳ فرماتے ہیں۔ کہ دوسرے مسیح ابن مریم جسکو عیسےٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ اور تحفہ قیصریہ کے صنہ ۲۱ میں فرماتے ہیں۔ (اس خدا) نے مجھے اس بات پر بھی اطلاع دی ہے کہ درحقیقت یسوع مسیح خدا کے نہایت پیارے اور نیک بندوں میں سے ہے۔ اور ان میں سے ہے۔ جو خدا کے برگزیدہ لوگ ہیں۔ اور ان میں سے ہے جن کو خدا اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنے نور کے سایہ کے نیچے رکھتا ہے۔ خدا نہیں۔ مگر خدا سے واصل ہے۔ اور ان کاملوں میں ہے جو تھوڑے ہیں۔ انتہی۔ اور تحفہ قیصریہ کے صفحہ ۲۳ پر فرماتے ہیں۔ اس جگہ اسقدر لکھنے کی میں نے اس لئے جرأت کی۔ کہ حضرت یسوع مسیح کی سچی محبت اور سچی عظمت جو میرے دل میں ہے۔ اور نیز وہ باتیں جو میں نے یسوع مسیح کی زبان سے سنیں۔ اور وہ پیغام جو اس نے مجھے دیا۔ ان تمام امور نے مجھے تحریک کی کہ میں جناب ملکہ معظمہ کے حضور میں یسوع کی طرف سے ایلچی ہوکر باادب التماس کروں۔ پہلے جس کو گالیاں دیں۔ اس کی محبت وعظمت اور ایلچی پن کا اظہار نہایت تملق سے کر رہے ہیں

اور تحفہ کے صہ ۲۴ پر فرماتے ہیں۔ یسوع مسیح کا پیغام ... جو مجھ پہنچتا ہوا

Marfat.com

اسی کے صفحہ ۲۱ پر فرماتے ہیں۔ اور میری سفارت جو یسوع مسیح کی طرف سے ہے۔ اس کے موافق ملک میں عملدرآمد کرایا جائے (بہت اچھا) اسی تحفہ کے صفحہ ۲۵ پر فرماتے ہیں، اس وقت ہم یسوع مسیح کی عزت کیلئے ہر ایک خطرہ کو قبول کرتے ہیں۔ (کیوں نہ ہو) اور محض اس کی طرف سے رسالت لیکر بحیثیت ایک سفیر کے اپنے عادل بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہیں۔ (کیا کہنا) لیکن باوجود سفیر محض ہونے کے پھر بھی عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونیکا دعوے کردیا ؎

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے (دافع البلاء صفحہ ۲۰)

علاوہ اس کے پادری لوگ جسکو خدا مانتے ہیں۔ وہ تو عیسےٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ جیساکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ عیسائی مشنریوں نے عیسیٰ ابن مریم کو خدا بنایا (دافع البلاء صفحہ ۱۳) پھر یسوع کوئی جدا شخص نہیں ہوسکتا۔ اور پادریوں کا یسوع کی طرف غلط باتیں نسبت کرنا اس سے یسوع پر کوئی الزام نہیں آسکتا۔ یوں کہنا چاہیے تھا۔ کہ یہ امور ان کی طرف غلط نسبت کیئے گئے ہیں۔ نہ کہ خود یسوع کو گالیاں دینا۔ جن کی نبوت یقینی طور پر قرآن شریف سے ثابت ہے۔

جب مرزائیوں نے دیکھا۔ کہ مرزا صاحب کا جواب انہیں کے اقوال سے غلط ہوگیا تو یہ جواب دینا شروع کیا۔ کہ جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا گیا ہے۔ وہ الزامی طور پر عیسائیوں کے مقابلہ میں فرضی عیسیٰ کو لکھا گیا ہے۔ نہ واقعی طور پر حقیقی عیسےٰ علیہ السلام کو۔ مگر یہ جواب بالکل غلط ہے۔ کیونکہ شدید ترین فحش گالی، جو مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کو عبارت نمبر ۲۴ میں دی ہے۔ اسی فحش اور شنیع امر کو مرزا صاحب عیسیٰ علیہ السلام کی طرف دافع البلاء کے اخیر صفحہ میں نسبت کرکے قرآن مجید کی آیت کی تفسیر ... فرمایا کہ ان زنا و بدات کو غلط فرما... گئے ... پادری

مخاطب ہیں اور نہ یسوع کا نام ہے۔ سنئے فرماتے ہیں :۔
"ہم مسیح ابن مریم کو بے شک ایک راستباز آدمی جانتے ہیں۔ کہ اپنے زمانے کے لوگوں سے البتہ اچھے تھے۔ واللہ اعلم" ۔ دافع البلاء صفحہ آخیر اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں :۔

"یاد رہے۔ کہ یہ جو ہم نے کہا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے کے بہت لوگوں کی نسبت اچھے تھے۔ یہ ہمارا بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے۔ ورنہ ممکن ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں خدا تعالےٰ کی زمین پر بعض راستباز اپنی راستبازی اور تعلق باللہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل اور اعلیٰ ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت فرمایا ہے۔ وجیہاً فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین ۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ اس زمانے کے مقربوں میں سے یہ بھی ایک تھے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ سب مقربوں سے بڑھ کر تھے۔ بلکہ اس بات کا امکان نکلتا ہے۔ کہ بعض مقرب اُن کے زمانہ کے ان سے بہتر تھے ظاہر ہے۔ کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے آئے تھے۔ اور دوسرے ملکوں اور قوموں سے اُن کو کچھ تعلق نہ تھا۔ پس ممکن بلکہ قریب قیاس ہے۔ کہ بعض انبیاء جو لم نقصص میں داخل ہیں۔ وہ ان سے بہتر اور افضل ہونگے اور جیسا کہ حضرت موسے کے مقابل پر آخر ایک انسان نکل آیا جس کی نسبت خدا نے علمناہ من لدنا فرمایا۔ تو پھر حضرت عیسے کی نسبت جو موسے سے کمتر اور اس کی شریعت کے پیرو تھے۔ اور خود کوئی کامل شریعت نہ لائے تھے۔ اور ختنہ اور مسائل فقہ اور وراثت اور حرمت خنزیر وغیرہ میں حضرت موسیٰ کی شریعت کے تابع تھے۔ کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ بالاطلاق اپنے وقت کے تمام راستبازوں سے بڑھ کر تھے۔ جن لوگوں نے انہیں خدا بنایا۔ عیسے عیسا[illegible]

یا وہ جنہوں نے خواہ مخواہ خدائی صفات انہیں دی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف اور خدا کے مخالف نام کے مسلمان وہ اگر ان کو اوپر اٹھانے اٹھانے آسمان پر چڑھاویں یا عرش پر بٹھا دیں۔ یا خدا کی طرح پرندوں کا پیدا کرنے والا ٹھہرا دیں تو ان کو اختیار ہے۔ انسان جب حیا اور انصاف کو چھوڑ دے۔ تو جو چاہے کہے۔ اور جو چاہے کرے لیکن مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب[۱] نہیں پیتا تھا۔ اور کبھی[۲] نہیں سنا گیا۔ کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا۔ یا ہاتھوں[۳] اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا۔ یا کوئی[۴] بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور (معصوم) رکھا۔ مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔ اور پھر[۵] یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ کے ہاتھ پر جس کو عیسائی یوحنا کہتے ہیں۔ جو پیچھے ایلیا بنایا گیا۔ اپنے گناہوں سے توبہ کی تھی۔ اور ان کے خاص مریدوں میں داخل ہوئے تھے۔ اور یہ بات حضرت یحییٰ کی فضیلت کو بداہت ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ بمقابل اس کے یہ ثابت نہیں کیا گیا۔ کہ یحییٰ نے بھی کسی کے ہاتھ پر توبہ کی تھی۔ پس اس کا معصوم ہونا بدیہی امر ہے۔ اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے۔ کہ عیسیٰ اور اس کی ماں مس شیطان سے پاک ہیں۔ اس کے معنی نادان لوگ نہیں سمجھتے اصل بات یہ ہے۔ کہ پلید یہودیوں نے حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں پر سخت ناپاک الزام لگائے تھے۔ اور دونوں کی نسبت نعوذ باللہ شیطانی کاموں کی تہمت لگاتے تھے سو یہ رفع تہمت کا تذکرہ ضروری تھا۔ پس اس حدیث کے اس سے زیادہ کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ الزام جو حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں پر لگائے گئے تھے۔

یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ان معنوں کر کے وہ مس شیطان سے پاک نہیں۔ ا
اس قسم کے ایک [illegible] ی اور نبی کو کبھی پیش نہیں آیا۔ (دافع البلاء
حاشیہ صفحہ آخیر)

ناظرین خط کشیدہ عبارت پر غور کریں۔ مرزا صاحب یحییٰ علیہ السلام کو عیسیٰ علیہ السلام سے افضل قرار دیتے ہیں اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ (۱) شراب خوری (۲) بے تعلق جوان عورت سے (۳) تعلق فاحشہ عورت کی کمائی سے عطر کا استعمال (۴) فاحشہ عورت کا اپنے ہاتھوں یا سر کے بالوں سے اُس کے بدن کو چھونا۔ (۵) اپنے گناہوں سے کسی کے ہاتھ پر توبہ کرنا وغیرہ سے پاک اور بری تھے۔ تو اس سے صاف معلوم ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب کے نزدیک یہ تمام بُرے کام عیسیٰ علیہ السلام میں نعوذ باللہ موجود تھے۔ اور اگر عیسیٰ علیہ السلام بھی یحییٰ علیہ السلام کی طرح مرزا صاحب کے نزدیک اِن بُرے کاموں سے بری ہیں۔ جیسا کہ واقع میں ایسا ہی ہے۔ تو پھر یحییٰ علیہ السلام ان بُرے کاموں سے بری اور پاک ہونے کی وجہ سے افضل کیسے ہوئے؟ اور پھر مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ علیہ السلام کا نام حصور (معصوم و پاکدامن) رکھا۔ مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔ صاف بتلا رہا ہے۔ کہ مرزا صاحب کے نزدیک یہ سب برے کام عیسیٰ علیہ السلام میں موجود تھے۔ کیونکہ بقول مرزا صاحب خدا نے ان برے قصوں کا اعتبار کر کے مسیح کا نام حصور (معصوم) نہیں رکھا۔ اور خدا جھوٹے قصوں کا اعتبار نہیں کیا کرتا۔ اور مرزا صاحب کا یحییٰ علیہ السلام کے متعلق یہ فرمانا۔ کہ ان کا معصوم (پاک ہونا) بدیہی امر ہے۔ صاف بتا رہا ہے۔ کہ مرزا صاحب کو عیسیٰ علیہ السلام کے پاک ہونے میں شک ہے۔ حالانکہ کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک ہر ایک نبی کو معصوم تسلیم نہ کرے۔

اور یہ بڑے کام مرزا صاحب ہی کے نزدیک یحییٰ علیہ السلام میں موجود نہیں بلکہ بقول مرزا خدا بھی ان قصوں کو صحیح اور حق جانتا ہے جن کی بنا پر عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن میں حصور (معصوم) نہ کہا۔ اس میں مرزا صاحب نے عیسےٰ علیہ السلام کو تو گالی دی ہی ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کی جناب اقدس پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔ یعنی ایسے لوگ بھی جو رنڈیوں سے ایسا میل جول رکھیں۔ جو مرزا صاحب کے نزدیک بھی کوئی پرہیزگار آدمی نہ رکھے۔ وہ لوگ اللہ تعالےٰ کے نزدیک نبی بھی ہوتے ہیں۔ اور رسول بھی۔ اور مقرب بھی۔ اور وجیھا فی الدنیا والاخیرۃ بھی۔ اس سے نہ کوئی نبی قابل اعتبار رہتا ہے۔ اور نہ قرآن اور نہ معاذ اللہ خود خدا۔ تو پھر احادیث کی کیا حقیقت ہے۔ اور مرزا صاحب کا یہ فرمانا۔ کہ مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے۔ کہ عیسیٰ اور اس کی ماں مس شیطان سے پاک ہیں۔ ان کے معنے نادان لوگ نہیں سمجھتے۔ صاف تصریح ہے۔ کہ مرزا صاحب عیسیٰ علیہ السلام کو مذکورہ امور شنیعہ سے بری نہیں سمجھتے۔ ورنہ مسلمانوں کا خیال جو حدیث پر مبنی ہے۔ اس کے رد کی ضرورت نہ تھی۔ فافہم۔

مرزا صاحب کی پیشنگوئیاں جب جھوٹی نکلیں۔ تو کہدیا کہ اور انبیاء کی پیشینگوئیاں بھی تو غلط نکلی ہیں۔ چنانچہ عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں۔

"اور اس سے زیادہ تر قابل افسوس امر یہ ہے۔ کہ جسقدر حضرت مسیح کی پیشنگوئیاں غلط نکلیں۔ اسقدر صحیح نہیں نکل سکیں۔ (ازالہ کلاں ص ۳)

اس کے ساتھ اگر کشتی نوح کی یہ عبارت بھی ملائی جائے۔" اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشینگوئیاں ٹل جائیں۔ کشتی نوح ص ۵۔ تو نتیجہ بالکل صاف ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی نہیں کیونکہ ان کی پیشینگوئیاں ٹلیں اور غلط نکلیں۔ اور نبی کی پیشنگوئی کا غلط ہونا ناممکن ہے۔ تو عیسےٰ علیہ السلام کا نبی ہونا بھی ناممکن ہے۔

Marfat.com

(۶) ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔ (نعوذ باللہ) اور آج کون زمین پر ہے۔ جو اس عقدہ کو حل کر سکے (آپ جو ہیں) اعجاز احمدی صفحہ ۱۴

(۷) کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس ۲۲ سال کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں (ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۵)

اس عبارت میں عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ثابت کیا ہے۔ جو صریح قرآن شریف کے برخلاف ہے۔ مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کی بہت کچھ توہین کی ہے۔ لیکن ہم بوجہ اختصار اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اب ہمارا سوال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کے زمانے میں عیسائی لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں مانتے تھے؟ پھر کیا محمد رسول اللہ صلعم نے بھی مرزا صاحب کی طرح عیسائیوں کو الزام دینے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام پر ایسے ایسے اتہامات لگائے ہیں؟ کیا امت مرزائیہ ثابت کر سکتی ہے؟ کہ محمد رسول اللہ صلعم نے کسی مناظرہ میں عیسائیوں کو یہ کہا ہو۔ کہ اے عیسائیو! جس کو تم خدا یا خدا کا بیٹا مانتے ہو۔ وہ تو تمہاری ہی کتابوں اور تعلیم کی رو سے چور، جھوٹا، فریبی، مکار، بدمعاش، متکبر، راستبازوں کا دشمن۔ اس کی تین دادیاں زناکار، زنا کی کمائی کا عطر ملنے والا۔ بے تعلق عورتوں سے تعلق رکھنے والا، موٹی عقل والا۔ گندی گالیاں دینے والا، شیطان کے پیچھے جانے والا۔ لڑکیوں پر عاشق ہونے والا، ثابت ہوتا ہے۔ تو کیا ایسا شخص خدا یا خدا کا بیٹا ہو سکتا ہے؟

اے امت مرزائیہ! اگر ایک شخص اپنے حقیقی بھائی کو ماں کی گالی دے۔ اور اس کو کہا جائے۔ کہ تو تو اپنی ہی ماں کو گالی دے رہا ہے۔ کیونکہ تیری ماں ہی تیرے حقیقی بھائی کی ماں ہے۔ اور وہ ملامت سے بچنے کے لئے عذر لنگ پیش کرے۔

Marfat.com

سے کہ وہ میری ماں ہے۔ تو کیا اس نالائق کا یہ عذر قبول ہوگا؟ ہرگز نہیں۔
اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دیتا ہے۔ کیونکہ وہ صرف عیسائیوں ہی
کے بزرگ نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے بھی بزرگ ہیں۔ اور تمام پیغمبروں کی تعظیم و عزت
مسلمانوں پر فرض ہے۔

محمد رسول اللہ صلعم کے عیسائیوں کے ساتھ بہت مناظرے ہوئے ہیں۔
اُن میں سے ایک مناظرہ ہم نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے۔ کہ محمد
رسول اللہ صلعم عیسائیوں کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی طرح عیسےٰ علیہ السلام
کو گالیاں نہیں دیا کرتے تھے۔

تفسیر دُرِ منثور میں سورہ آل عمران کے شانِ نزول میں امام جلال الدین سیوطی
رحمۃ اللہ نے نقل کیا ہے۔ کہ نجران کے نصاریٰ کی ایک جماعت آنحضرت صلعم کی
خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے خدا اور خدا کا بیٹا ہونے پر اُن معجزات
سے استدلال کیا۔ جو قرآن شریف میں مذکور ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام باذن الٰہی مُردوں کو
زندہ کرتے تھے۔ اور مادر زاد اندھوں کو اچھا کرتے تھے۔ اور غیب کی خبریں دیتے تھے۔
اور مٹی سے پرندوں کی شکل بنا کر اس میں پھونک مارتے تھے۔ تو وہ باذن الٰہی اڑنے لگتا تھا۔
نیز عیسائیوں نے کہا۔ کہ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں ہے۔ لہٰذا وہ خدا کے
بیٹے ہیں۔ تو آنحضرت صلعم نے عیسائیوں کے جواب میں نہ تو عیسےٰ بن مریم کے بلا باپ پیدا
ہونے سے انکار کیا۔ اور نہ مرزا صاحب کی طرح اُن کے معجزات سے انکار کیا۔ اور نہ مرزا
صاحب کی طرح ان معجزات کو مسمریزم۔ لہو و لعب۔ کھیل کی قسم۔ مشرکانہ خیال۔ مشابہات
شعبدہ بازی۔ مردُ نادان لوگ وغیرہ وغیرہ کہا۔ بلکہ ان عیسائیوں کو فرمایا:۔
کہ کیا تمہیں علم نہیں۔ کہ بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا بیشک۔ آپ نے
فرمایا [illegible] کبھی نہیں مرے گا اور عیسےٰ یاتی علیہ الفناء

Marfat.com

اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی۔ انہوں نے کہا۔ ہاں تو آپ نے فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ ہمارا رب ہر ایک چیز کی حفاظت کرتا ہے۔ اور رزق دیتا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اختیار ان میں سے کسی پر ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان میں کوئی چیز مخفی نہیں۔ انہوں نے کہا۔ بے شک۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ کیا عیسےٰ علیہ السلام بھی اس میں سے کچھ جانتے ہیں۔ سوائے اس کے جو اللہ نے ان کو بتا دیا۔ انہوں نے کہا۔ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ پس ہمارے رب نے عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ان کی والدہ کے رحم میں جیسی چاہی۔ بنا دی۔

(یعنی بلا باپ پیدا ہونے سے ان کا خدا یا خدا کا بیٹا ہونا لازم نہیں آتا)

آپ نے فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ پروردگار عالم نہ کھاتا ہے۔ نہ پیتا ہے۔ نہ پیشاب پاخانہ وغیرہ کرتا ہے۔ انہوں نے کہا۔ بے شک۔ تو آپ نے فرمایا۔ کیا تمہیں علم نہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو عیسیٰ علیہ السلام کا حمل ہوا۔ جیسا کہ عورت کو حمل ہوتا ہے۔ پھر اس نے عیسیٰ کو جنا جسطرح عورت اپنے بچے کو جنتی ہے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو غذا دی گئی جس طرح عورت اپنے بچے کو غذا دیتی ہے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کھانا بھی کھاتے تھے۔ اور پانی بھی پیتے تھے۔ اور پیشاب پاخانہ بھی کرتے تھے۔ انہوں نے کہا بے شک۔ تو آپ نے فرمایا۔ پھر یہ تمہارا دعوےٰ (عیسیٰ علیہ السلام کے خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا) کسطرح صحیح ہو سکتا ہے۔ (درمنثور جلد دوم ص۳)

کیونکہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام میں خدا کی کوئی صفت بھی نہیں۔ پھر خدا کا بیٹا کیسا؟

دیکھیے اس مناظرہ میں آنحضرت صلعم نے عیسائیوں کے [illegible]

Marfat.com

وابن اللہ کو جڑھ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ اور کیسی جامع مانع تقریر ہے۔ مرزا صاحب کی طرح گالیاں نہیں ہیں۔ اور نہ لمبی چوڑی تقریر کی ہے۔ بلکہ ہر ایک لفظ گوہر نایاب ہے۔

باب دعاوی مرزا

مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

(۱) انبیا گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم زکسے
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں
ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں
نزول المسیح صہ ۹۹

ترجمہ

انبیاء گرچہ بہت ہوئے ہیں۔
لیکن میں بھی معرفت میں کسی سے کم نہیں ہوں۔
یقیناً میں ان تمام انبیاء سے کم نہیں ہوں۔
جو شخص کہے تو جھوٹا ہے اور وہ لعنتی ہے۔

(۲) جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء کا مظہر ٹھہرایا ہے۔ اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کیے ہیں۔ میں آدم ہوں۔ میں شیث ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں۔ اسحٰق ہوں۔ میں اسمٰعیل ہوں میں یعقوب ہوں۔ میں یوسف ہوں میں موسےٰ ہوں۔ میں عیسیٰ ہوں۔ اور آنحضرت صلعم کے نام کا مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلّی طور پر محمد اور احمد ہوں۔ (حقیقۃ الوحی صہ ۷۲ کا حاشیہ)

(۳) میں کبھی آدم کبھی موسےٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
} (درثمین اردو صہ ۱۲۹)

(۴) مرزا صاحب کا یہ قول بھی ہے :-

دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صہ ۸۴)

نیز فرماتے ہیں :-

(۵) کربلائیست سیر ہر آنم ۔ صد حسین است در گریبانم
آدمم نیز احمد مختار ۔ در برم جامۂ ہمہ ابرار
آنچہ داد است ہر نبی را جام ۔ داد آں جام را مرا بتمام

در ثمین فارسی صـ ۲۸۷

ترجمہ :- میں ہر وقت کربلا میں سیر کرتا ہوں ۔ سو امام حسین تو میری جیب میں ہیں میں آدم ہوں ۔ حضرت احمد ہوں ۔ تمام نیکوں کے لباس میں ہوں ۔ خدا نے جو پیالہ ہر نبی کو دی ہیں ۔ ان پیالیوں کا مجموعہ مجھے دیا ہے ۔

مسیح قادیانی فرماتے ہیں :-

(۶) میرا کام جس کے لیے میں اس میدان میں کھڑا ہوں ۔ یہی ہے ۔ کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں ۔ اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں ۔ اور آنحضرت صلعم کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کروں ۔

پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں ۔ اور یہ علتِ غائی ظہور میں نہ آئے ۔ تو میں جھوٹا ہوں ۔ دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے ۔ وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی ۔ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا ۔ جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو کرنا چاہیئے تھا ۔ تو پھر میں سچا ہوں ۔ اور اگر کچھ نہ ہوا ۔ اور میں مر گیا ۔ تو پھر سب گواہ رہیں ۔ کہ میں جھوٹا ہوں ۔ (اخبار بدر ۱۹ر جولائی ۱۹۰۶ء)

نتیجہ :- مرزا صاحب کے یہ دعاوی ان کے اصلی الفاظ میں پیش کر کے ہم اپنے ناظرین سے عموماً اور امتِ مرزائیہ سے خصوصاً سوال کرتے ہیں ۔ کہ کیا عیسیٰ پرستی کا ستون ٹوٹ گیا ؟ کیا بجائے تثلیث کے توحید پھیل گئی ؟ کیا تمام مشرق و مغرب میں اسلام پھیل گیا ؟ کیا مرزا صاحب ابھی مرے نہیں ؟

ان سوالوں کا جواب ...

اور صلیب پرستی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اگر شک ہو تو سنئے۔ لاہوری احمدی جماعت کا اخبار پیغام صلح لکھتا ہے:۔

آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے ہندوستان میں عیسائیوں کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ آج پچاس لاکھ کے قریب ہے۔ (پیغام صلح ۷ مارچ ۱۹۲۸ء)

اور سنئے:۔ ۱۹۲۷ء میں عیسائیوں نے ۱۹ لاکھ ۸ ہزار نسخے ہندوستان کی مختلف زبانوں میں بائیبل کے شائع کئے ہیں۔ (پیغام صلح ۱۳ مارچ ۱۹۲۸ء)

اور سنئے اور دل لگا کر سنئے۔ تاکہ آپکو معلوم ہو۔ کہ عیسائی پرستی کا ستون کہاں تک گڑا ہے۔ یا گڑا ہے پیغام صلح بتاتا ہے:۔

مسیحی انجمنیں } اسوقت دنیا میں مسیحیت کی اشاعت کے لیے جو بڑی بڑی انجمنیں سرگرمی اور مستعدی سے کام کر رہی ہیں ان کی تعداد ساتسو ہے۔

اور یہ صرف انگلیکن اور پروٹسٹنٹ سوسائیٹیاں ہیں۔ رومن کیتھولک کلیسیا کی جمعیتیں ان کے علاوہ ہیں۔

۱۹۲۳ء میں جن ممالک نے اول الذکر انجمنوں کو مالی امداد دی ان کی فہرست حسب ذیل ہے:۔

امریکہ۔	۷۹ لاکھ	۳۶ ہزار	۴۸ پونڈ	
کینیڈا۔	۷ لاکھ	۲۲ "	۹۴ "	
برطانی جماعتیں۔	۴۷ "	۶۹ "	۳ سو	۵۳ پونڈ
ناروے۔ سویڈن	۷ "	۸۰ "	۹ "	۲۰ "
ہالینڈ۔ سوئٹزرلینڈ۔ جرمنی	۶ "	۳ "	۹۵ "	

(پیغام صلح ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۸ء)

اسی طرح تمام ممالک میں تثلیث پھیلتی جاتی ہے۔ اور یہ مرزا صاحب کے وجود کی برکت ہے۔

احمدی دوستو! غدارانہ باتوں اور لچھے دار تقریروں کو چھوڑ کر دل میں سوچو۔ کہ کیا مرزا صاحب نے جو کام اپنا بتلایا تھا۔ وہ کر گئے؟ مرزا صاحب کا نامرادی اور ناکامی کی حالت میں تشریف لے جانا بہت بڑا صدمہ ہے۔ اور اس صدمے کی وجہ سے ہم کہتے ہیں۔ ؎

کوئی بھی کام مسیحا ترا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے ترا آنا جانا

باب تصوّفِ مرزا

(الحاد کی بنیاد)

جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

شرعی و الہامی امور الگ رہتے ہیں۔ اس لئے کشفی یا الہامی امور کو شریعت کے تابع نہیں رکھنا چاہیے۔ وحی الٰہی کا معاملہ اور ہی رنگ کا ہوتا ہے۔ اسکی ایک دو نظیریں نہیں۔ بلکہ ہزاروں نظائر موجود ہیں۔ بعض وقت مُلہم کو الہام کی رو سے ایسے احکام بتلائے جاتے ہیں۔ کہ شریعت کی رُو سے ان کی بجا آوری درست نہیں ہوتی۔ مگر مُلہم کا یہ فرض ہوتا ہے۔ کہ ان کی بجا آوری میں ہمہ تن مصروف رہے۔ ورنہ گنہگار ہوگا۔ حالانکہ شریعت اسے گنہگار نہیں ٹھہراتی۔ یہ تمام باتیں محض الحاد علا [illegible]

مگر یہ اس کی اپنی جہالت و کور باطنی ہے ۔ کہ ان باتوں کو خلاف شریعت سمجھے ۔ دراصل اہلِ باطن کے لئے وہ بھی ایک شریعت ہوتی ہے جس کی بجاآوری ان پر فرض ہوتی ہے ۔ ابتداءِ دنیا سے یہ باتیں دوش بدوش چلی آتی ہیں ۔

(اخبار الحکم ۲۴ر جون ۱۹۰۳ء مندرجہ خزینۃ العرفان ص ۵۸۲)

ناظرین! کیا اچھا عارفانہ و متصوفانہ نکتہ ہے ۔ جسکو ہر ایک ملحد زندیق سامنے رکھ کر خلافِ شرع امور کو رواج دے سکتا ہے ۔ جیسے کہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ ایسے ہیں ۔ کہ جب ان کو خلاف شرع امور سے روکا جائے ۔ تو وہ صاف جواب دیتے ہیں ۔ کہ تم کو حقیقت و معرفت و باطن کا علم نہیں ۔

حضرات! یہ ہیں مسیح موعود اسلام کے مصلح اعظم ؎

دوست ہی دشمنِ جاں ہو گیا اپنا حافظ
نوش دارو نے کیا ۔ کیا اثرِ سم پیدا

بابِ معیارِ مرزا

پہلا معیارِ پیشگوئی

جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

ہمارے صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا ۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام ص ۲۸۸)

مطلب بالکل صاف ہے ۔ کہ مرزا صاحب کا سچ جھوٹ پرکھنے کے لئے ان کی پیشگوئیوں سے بڑھ کر کوئی کسوٹی نہیں ۔ سو جناب مرزا صاحب کے فرمان کے مطابق ہم آپ کی پیشگوئیوں

پر غور کرتے ہیں ۔

نکاح مرزا

(پہلی پیشگوئی)

مرزا صاحب نے اپنی صداقت کے لئے ایک پیشگوئی فرمائی تھی۔ جس کی وجہ یہ پیش آئی تھی۔ کہ جناب مرزا صاحب نے اپنے قریبی رشتہ میں ایک نو عمر لڑکی سے نکاح کا پیغام دیا جس کی بابت لکھتے ہیں :۔

"وھی حدیثۃ السنّ وانا متجاوز علی الخمسین"

ترجمہ :۔ (یعنی وہ لڑکی ابھی چھوکری ہے۔ اور میں پچاس سال سے زیادہ ہوں)

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۴)

اس لڑکی کے والد نے رشتہ کرنے سے انکار کر دیا۔ تو مرزا صاحب نے اعلان پر اعلان اور اشتہار پر اشتہار دینے شروع کر دیئے۔ اور کہا کہ اس لڑکی کا نکاح خدا نے میرے ساتھ کر دیا ہے۔ اور خدا نے مجھے بذریعہ الہام فرمایا ہے۔ کہ اگر یہ لڑکی کسی اور جگہ بیاہی گئی۔ تو تین سال کے عرصہ میں اسکا خاوند مر جائیگا۔ اور وہ بیوہ ہو کر میرے ساتھ بیاہی جائیگی چنانچہ فرماتے ہیں :۔

دعوت ربی بالتضرع والابتہال ومددت الیہ ایدی السوال فالھمنی ربی وقال ساریھم۔ آیۃ من انفسھم واخبرنی وقال انی ساجعل بنتا من بناتھم۔ آیۃ لھم فسماھا (اصل دیکھیے) بعد ھو تمھا سولا یکون احد ھما من الحاصمین

سرورق کتاب کرامات الصادقین صفحہ اخیر۔

ترجمہ :۔ میں (مرزا) نے بڑی بڑی عاجزی سے دعا کی۔ تو اس نے مجھے الہام کیا۔ کہ

[illegible]

خدا تعالیٰ نے ایک لڑکی (محمدی بیگم) کا نام لیکر فرمایا۔ کہ وہ بیوہ کی جائیگی۔ اسکا خاوند اور باپ نکاح کے دن سے تیسرے سال تک فوت ہو جائیں گے۔ پھر ہم اس لڑکی کو تیری طرف لائینگے اور کوئی اسکو روک نہیں سکیگا۔

بظاہر تو یہ ایک پیشگوئی ہے۔ لیکن اس کے اندر کئی پیشگوئیاں ہیں۔ جیساکہ خود مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد (محمدی بیگم کے خاوند) کی مدت کی نسبت پیشگوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے ہیں۔ (یعنی اگست ۱۸۹۴ء تک اس کی زندگی کا خاتمہ ہے۔ اس سے آگے نہیں۔ حالانکہ وہ اب تک زندہ ہے) یہ تمام امور جو انسانی طاقت سے بالکل بالاتر ہیں۔ ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔

ذرا آگے چلکر فرماتے ہیں :۔

وہ پیشگوئی جو مسلمانوں کی قوم سے تعلق رکھتی ہے۔ بہت ہی عظیم الشان ہے۔ کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں۔

(۱) کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

(۲) اور پھر داماد اسکا جو اس کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کا شوہر ہے۔ اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

(۳) اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

صاحب سے ہونا تھا) فوت نہ ہو۔

(۵) اور پھر یہ عاجز (مرزا صاحب) بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

(۶) اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔ (شہادت القرآن صنـ۸۰)

اس عبارت میں مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کو بہت ہی عظیم الشان تبلایا ہے اور اس کے اجزاء بھی تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں۔

مرزا صاحب نے اس پیشگوئی پر اتنا زور دیا ہے۔ کہ اگر تمام عبارات متعلقہ پیشگوئی ہذا جمع کی جائیں۔ تو ایک کتاب بن جائیگی۔ لیکن ہم مختصراً چند عبارتیں بطور نمونہ پیش کرتے ہیں جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

(۱) سچ ہے۔ وہ عورت (محمدی بیگم) میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی۔ مگر میرے ساتھ اسکا بیاہ ضرور ہوگا۔ الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء

(۲) وہ عورت (محمدی بیگم) ابتک زندہ ہے۔ میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی۔ (پھر کیا ہوا) حوالہ بالا

مرزا صاحب ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

(۳) خدا تعالے نے پیشگوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا۔ کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہوشیارپوری کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئیگی۔ اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے۔ اور بہت مانع آئینگے۔ اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو۔ لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا۔ اور فرمایا۔ کہ خدا تعالے ہر طرح سے اسکو تمہاری طرف لائیگا۔ باکرہ ہونیکی حالت میں یا بیوہ کر کے اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھا دیگا۔ اور اس کام کو ضرور پورا کریگا۔ کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔ (ازالہ اوہام صـ۳۹۶)

جب مسماۃ مذکورہ کی شادی ہو گئی۔ اور بعض مخالفین نے اعتراض کیے۔ تو مرزا صاحب نے جواب دیا۔

(۴) **الجواب:-** وحی الٰہی میں یہ نہیں تھا۔ کہ دوسری جگہ بیاہی نہیں جائے گی۔ بلکہ یہ تھا۔ کہ ضرور کہ اول دوسری جگہ بیاہی جائیگی۔ سو یہ ایک پیشگوئی کا حصہ تھا کہ دوسری جگہ بیاہی جانے سے پورا ہوا۔ الہام الٰہی کے یہ لفظ ہیں۔ سیکفیکہم اللہ ویردھا الیک۔ یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا۔ اور وہ جو دوسری جگہ بیاہی جائیگی۔ خدا پھر اسکو تیری طرف لائیگا۔ (آخر میں فرماتے ہیں) پھر وہ چلی گئی۔ اور قصبہ پٹی میں بیاہی گئی۔ اور وعدہ یہ ہے۔ کہ پھر نکاح کے تعلق سے واپس آئیگی۔ سو ایسا ہی ہوگا۔ (کیا ہوا؟) (الحکم ۳۰ر جون ۱۹۰۵ء)

اس عبارت سے مرزا صاحب کے عزم و استقلال کا کمال ثبوت ملتا ہے۔ کہ باوجودیکہ منکوحہ دوسری جگہ بیاہی گئی تھی۔ تاہم مرزا صاحب امید لگائے بیٹھے ہیں۔ کیا سچ ہے۔

سنبھلنے دے ذرہ اے نا امیدی کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے۔ مجھ سے

ناظرین! کیا ان عبارات کو دیکھ کر اس نکاح کے یقینی ہونے میں کسی قسم کا شبہ رہ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ تاہم مرزا صاحب نے اس نکاح کو رجسٹری بھی کرایا۔ اور رجسٹری بھی کسی انگریزی محکمہ میں نہیں۔ بلکہ محکمہ محمدیہ۔ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اسکی تصدیق کرائی۔ تاکہ کسی مسلمان کو چون و چرا کرنیکی گنجائش نہ رہے۔

پس اس رجسٹری کی عبارت سنئے۔ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں:-

(۵) اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے۔ **یتزوج ویولد لہٗ** یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا۔ اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے۔ کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے۔ جو بطور نشان ہو

Marfat.com

سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں۔ کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳ کا حاشیہ)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے۔ کہ مرزاجی کا یہ آسمانی نکاح مدینہ طیبہ کی عدالت عالیہ میں رجسٹری ہو چکا ہے۔ اس لئے ممکن نہیں۔ کہ ظہور پذیر نہ ہو۔ بہت خوب۔ مگر کیا ہوا۔ آہ اسکا جواب بڑا دلفگار ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے۔ سے

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

مرزا صاحب نے اس نکاح کے لئے لالچ دیا۔ دھمکی بھی دی۔ اور ہر ایک تدبیر کو کام میں لائے۔ لیکن خدا کی مرضی سے نامراد ہی رہے۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

(۶) اس خدائے قادر مطلق نے مجھے فرمایا۔ کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے۔ کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط پر کیا جاوے گا۔ اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے۔ جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہے۔ (یہ لالچ ہے) لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا۔ تو اس لڑکی کا انجام بہت ہی برا ہوگا۔ (یہ دھمکی ہے)

(اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء مندرجہ آئینہ کمالات اسلام ص۲۸۶)

اس پیشگوئی نے امت مرزائیہ کو سخت پریشان کر رکھا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کچھ فرماتا ہے لیکن جناب مرزا صاحب نے ان سب کا جواب دینے سے ہم کو سبکدوش فرما دیا ہے کیونکہ آپ بذات خود اس پیشگوئی کے متعلق ایک اعلان دے چکے ہیں جس کے سامنے اور کسی کی چل نہیں سکتی۔ امت مرزائیہ اللہ تعالےٰ کو حاضر ناظر جانکر حضرت مرزا صاحب

کافرمان سنیں۔

حضرت موصوف فرماتے ہیں :۔

"نفس پیشگوئی اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز (مرزا صاحب) کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم (اٹل) ہے۔ جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی ہیں۔ یہ فقرہ موجود ہے۔ لا تبدیل لکلمات اللہ۔ یعنی میری (اللہ کی) یہ بات نہیں ٹلیگی۔ پس اگر ٹل جائے۔ تو خدا تعالےٰ کا کلام باطل ہوتا ہے۔ (اشتہار ۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء مندرجہ کتاب تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۱۱۵)

ناظرین! اس سے بڑھ کر بھی کوئی صاف گوئی ہوگی۔ جو حضرت مرزا صاحب نے اس عبارت میں فرمائی ہے۔ بات بھی صحیح ہے۔ کہ خدا جس امر کی بابت خبر دے۔ پھر اس کی تائید کے لئے لا تبدیل فرمائے۔ پھر وہ تبدیل ہو جاوے۔ تو خدائی کلام کے جھوٹ ہونے میں کچھ شک رہتا ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ نکاح مرزا صاحب سے ہوگیا۔ آہ! اسکا جواب بڑی حسرت اور افسوس کے ساتھ دیا جاتا ہے۔ کہ نکاح نہیں ہوا۔ یہانتک کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے دن بیچارے اس حسرت کو اپنے ساتھ قبر میں لیگئے۔ اب ان کی قبر سے گویا یہ آواز آتی ہے۔ ؎

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا،
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

کیا کسی نبی کی ایسی حتمی اور قطعی پیشگوئی جھوٹی نکلی؟

جسکو اس نبی نے اپنے صدق یا کذب کا معیار ٹھہرایا ہو۔ اور خدا نے بار بار اس کے پورا ہونے کی تاکید فرمائی ہو۔ تو پھر خدا کا کیا اعتبار رہا؟ جو انسان سے بھی زیادہ جھوٹا ہو۔ وہ خدا کیسا؟ کیونکہ اچھے سمجھدار وعدہ کا تو انسان بھی کچھ پاس کرتا ہے۔ خدا تو خدا ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب

فرماتے ہیں۔ وہ (خدا) ہر بات پر قادر ہے۔ مگر اپنی صفات قدیمہ اور اپنے عہد اور وعدے کے برخلاف نہیں کرتا۔ اور سب کچھ کرتا ہے۔ (ازالہ اوہام صہ ۳۸۷)

اور توضیح مرام کے صہ ۸ پر فرماتے ہیں۔ کیا ایسے بزرگ اور حتمی وعدہ کا ٹوٹ جانا خدا تعالیٰ کے تمام وعدوں پر ایک سخت زلزلہ نہیں لاتا؟ ان لغو باتوں سے خدا تعالیٰ کی کسرِ شان اور کمال درجہ کی بے ادبی نہیں ہوگی؟" (ضرور ہوگی)

نکاح کا الہام تھا اور نکاح نہیں ہوا

(مولوی محمد علی ایم۔ اے امیر جماعتِ احمدیہ لاہور کا قول)

شہد شاہد من اہلہا

مولوی محمد علی صاحب لاہوری احمدی جماعت کی ایک شاخ کے امیر ہیں۔ آپ اس پیشگوئی کی نسبت جو رائے رکھتے ہیں۔ وہ قابل دید و شنید ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ سچ ہے کہ مرزا صاحب نے کہا تھا۔ کہ نکاح ہوگا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ نہیں ہوا۔

(اخبار پیغام صلح لاہور ۱۶ جنوری ۱۹۲۱ء)

دوسری پیشگوئی

داماد احمد بیگ سلطان محمد خاوندِ محمدی بیگم کی موت کے متعلق

جناب مرزا صاحب اس کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"میں بار بار کہتا ہوں۔ کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ (سلطان محمد) کی تقدیر مبرم (ان ٹل) ہے اس کی انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں۔ تو یہ پیشگوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی۔"

انجام آتھم صہ ۳۱

اس میں مرزا صاحب صاف فرما رہے ہیں۔ کہ اگر سلطان محمد کی موت کی پیشگوئی جسکی میعاد اگست ۱۸۹۴ء تک ہے۔ کماحقہ پوری نہ ہوئی۔ یعنی وہ اس میعاد کے اندر نہ مرا تو میں جھوٹا ہوں۔ پھر کیا ہوا؟ مرزا صاحب انتقال فرما گئے۔ اور سلطان محمد اب تک زندہ ہے۔

اب ہم ایک آخری فیصلہ سناتے ہیں۔ جو مرزا سلطان محمد (رقیب خاص) کے نہ مرنے کی صورت میں مرزا قادیانی نے اپنے حق میں کیا ہوا ہے۔ رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں اس پیشگوئی پر بحث کرتے ہوئے اس کے دو جز قرار دیئے ہیں۔ ایک مرزا احمد بیگ والد منکوحہ کی موت۔ دوسرا سلطان محمد کی موت اس دوسرے جزو کی بابت فرماتے ہیں۔ یاد رکھو کہ اس پیشگوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی۔ تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرونگا۔

اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں۔ نہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار ہے۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴)

بالکل ٹھیک ہے۔ خدا کی باتیں نہیں ٹلتیں اور جو ٹل جائیں۔ وہ خدا کی باتیں نہیں

امنا وصدقنا۔

اب ہم مرزا صاحب کا آخری نوٹس ان کے مریدوں کو سنا کر ایک سوال کرتے ہیں۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ "چاہیئے تھا کہ ہمارے **نادان مخالف** اس پیشگوئی کے انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بد گوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہو جائینگی۔ تو کیا اسدن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہینگے۔ اور کیا اسدن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائینگے۔ ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہ رہیگی۔ اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی۔ اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دینگے۔ (آغا تلوار میان کن)

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳)

Marfat.com

احمدی دوستو! سنتے ہو مرزا جی کیا فرماتے ہیں؟ آپ کا مطلب یہ ہے نہ کہ اس پیشگوئی کے خاتمہ پر ایسا ہوگا کہ کچھ ایسے خفی پیشگوئی کرنیوالا واقعہ جس کے خلاف ہوگا۔ پھر کیا ہوا؟ بس تم خود سمجھ لو

ع اگر گویم زباں سوزد۔ آہ! مرزا جی اس حسرت کو دل ہی میں لے گئے۔ بلکہ آج اُن کی قبر سے گویا آواز آرہی ہے کہ اسکا نتیجہ ہے انفعال۔ اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو۔

(۳) تیسری پیشگوئی ڈاکٹر عبدالحکیم کے متعلق۔ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں:—

ہاں آخری دشمن ایک اور پیدا ہوا ہے جسکا نام عبدالحکیم خان ہے۔ اور وہ ڈاکٹر ہے۔ اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے جسکا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴؍ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہوجاؤنگا۔ اور یہ اُس کی سچائی کے لئے ایک نشان ہوگا۔ یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھے دجّال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۱ حصہ دوم) چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مرزا صاحب عبدالحکیم کی پیشگوئی کے مطابق ۲۶؍ مئی ۱۹۰۸ء کے دن دارفانی سے کوچ کر گئے۔ عبدالحکیم کی پیشگوئی کے مقابل مرزا صاحب نے بھی عبدالحکیم کی ہلاکت کی پیشگوئی کی تھی۔ لیکن وہ صاف طور پر جھوٹی نکلی۔ پیشگوئی کی عبارت سنئے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"مگر خدا نے اس کی پیشگوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ اور خدا اُسکو ہلاک کریگا۔ اور میں اس کے شر سے محفوظ رہونگا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جسکا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بلاشبہ یہ بات سچ ہے۔ کہ جو شخص خداتعالےٰ کی نظر میں صادق ہے خدا اُس کی مدد کریگا۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۲ حصہ دوم)

معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کاذب تھے۔ ورنہ خدا اُن کی مدد کرتا۔ اور ان کے دشمن عبدالحکیم کو ان کے سامنے ان کی پیشگوئی کے مطابق ہلاک کرتا۔ باوجودیکہ مرزا صاحب نے یہ دعا الہی کی رب فرق بین صادق و کاذب انت تری کل مصلح و صادق

بیٹنے اے خدا صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھا۔ تو جانتا ہے۔ کہ صادق اور مصلح کون ہے۔ (اور عبدالحکیم کو یہ پیشگوئی بھی سنائی) کہ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ (دیکھو اشتہار ملحقہ حقیقۃ الوحی ص ۳۹۲)

مگر نہ دعا ہی قبول ہوئی۔ اور نہ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار نے عبدالحکیم کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔

مرزا صاحب کی بہت سی پیشگوئیاں اور الہامات اور دعائیں غلط اور جھوٹی ثابت ہوئی ہیں۔ مثلاً منشی عبداللہ آتھم والی پیشگوئی جو صاف طور پر جھوٹی نکلی۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم و ملا محمد بخش مالک اخبار جعفر زٹلی لاہور اور مولوی ابوالحسن تبتی کے متعلق پیشگوئی کی۔ جو سراسر جھوٹی نکلی۔ حفاظت قادیان از طاعون والی پیشگوئی بھی غلط نکلی۔ مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے ساتھ آخری فیصلہ جس میں مرزا صاحب صاف صریح کاذب ٹھہرے۔ اپنی عمر کا الہام بالکل جھوٹا نکلا۔ مکہ یا مدینہ میں مرنے کا الہام بھی غلط نکلا۔ غرضیکہ بہت سے الہامات و پیشگوئیاں اور دعائیں اور مکاشفات جھوٹے ثابت ہوئے۔ جن کی اگر تفصیل کی جائے۔ تو ایک بہت بڑی ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔ لیکن ہمیں چونکہ اختصار مطلوب ہے۔ لہٰذا یہ سلسلہ ہم اس شعر پر ختم کرتے ہیں۔

کوئی بھی کام مسیحا ترا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے ترا آنا جانا

اور ناظرین کے سامنے دوسرا معیار پیش کرتے ہیں۔

Marfat.com

دوسرا معیار کذب مرزا

جھوٹ جو بولیگا وہ پچھتائیگا سچ بھی اسکا جھوٹ سمجھا جائیگا

جناب مرزا صاحب نے بھی جھوٹ کی بہت مذمت کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

(۱) جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں کوئی گناہ نہیں۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۶)

(۲) ظاہر ہے جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے۔ تو پھر دوسری باتوں پر بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔ (چشمہ معرفت ص ۲۲۲)

(۳) جو لوگ دنیا کی اصلاح کیلئے آتے ہیں۔ ان کا فرض ہوتا ہے۔ کہ سچائی کو زمین پر پھیلادیں اور جھوٹ کی بیخکنی کریں۔ وہ سچائی کے دوست اور جھوٹ کے دشمن ہوتے ہیں۔ (ریویو جلد ۲ ص ۴۰۹)

لیکن جسطرح ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں۔ اور دکھانے کے اور۔ مرزا صاحب کی تحریروں میں بھی جھوٹ کی بہت ملاوٹ پائی جاتی ہے۔ بطور نمونہ ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

پہلا جھوٹ ۔ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

(۱) اگر حدیث کے بیان پر اعتماد ہے۔ تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہیے۔ جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے۔ خاصکر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے۔ کہ آسمان سے اس کے لیئے آواز آئیگی ھٰذا خلیفۃ اللّٰہ المھدی۔

اب سوچو یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے۔ جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ مرزا صاحب نے یہ بالکل جھوٹ بطور دھوکہ دہی لکھا ہے۔ کہ هذا خلیفة الله المهدی۔ بخاری کی حدیث ہے۔ امتِ مرزائیہ ہمت کر کے بخاری میں یہ حدیث دکھائیں۔ اور اپنے مرشد کو جھوٹ سے بری ثابت کریں۔

دوسرا جھوٹ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں :۔

(۲) ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے ملکوں کے انبیاء کی نسبت سوال کیا گیا۔ تو آپ نے یہی فرمایا۔ کہ ہر ایک ملک میں خدا تعالےٰ کے نبی گذرے ہیں۔ اور فرمایا۔ کہ کان فی الهند نبیاً اسود اللون اسمہ کاهنا۔ یعنی ہند میں ایک نبی گذرا ہے جو سیاہ رنگ تھا۔ اور نام اسکا کاہن تھا یعنی کنھیا جسکو کرشن کہتے ہیں۔ (تتمہ چشمہ معرفت ص۱۰)

یہ بھی مرزا صاحب کا جھوٹ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے کسی حدیث میں یہ نہیں فرمایا۔ کہ کان فی الهند نبیاً اسود اللون اسمہ کاهنا۔ اگر امتِ مرزائیہ مرزا صاحب کو جھوٹ سے بری سمجھتی ہے۔ تو کسی حدیث کی کتاب سے کان فی الهند نبیاً نکال کر دکھائے۔ ورنہ اپنے پیر کے کذب کا اقرار کرے۔ درحقیقت یہ جھوٹ خود کرشن بننے کے لئے گھڑا گیا ہے۔ پہلے کرشن جی مہاراج کو جھوٹ بولکر نبی ثابت کیا۔ اور پھر خود کرشن بن بیٹھے۔ جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

"ہر ایک نبی کا نام مجھے دیا گیا ہے چنانچہ جو ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گذرا ہے جسکو رذر گوپال بھی کہتے ہیں یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا۔ اسکا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں۔ اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے۔ کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا۔ وہ تو ہی ہے

Marfat.com

آریوں کا بادشاہ۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۸۵)

مرزا صاحب نے لوگوں کو جس چیز کا انتظار کرتے ہوئے دیکھا اسی کا دعوی کر دیا۔ ہندوؤں کو کرشن کے ظہور کا منتظر دیکھا۔ تو کہدیا۔ کہ میں کرشن ہوں مسلمانوں کو امام مہدی علیہ السلام کا منتظر دیکھ کر فرمایا۔ کہ عیسیٰ و مہدی سب کچھ میں ہی ہوں۔ اگر آپ کرشن ہیں۔ تو گوپیاں کہاں ہیں؟

تیسرا جھوٹ:۔

(۳) مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی محمد اسمٰعیل علیگڈھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا۔ کہ اگر وہ کاذب ہے۔ تو ہم سے پہلے مرے گا۔ اور ضرور ہم سے پہلے مریگا۔ کیونکہ کاذب ہے۔ مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے۔ تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے۔ (اربعین ۳ ص۱۱)

امت مرزائیہ بتلائے۔ کہ ان دونوں صاحبان نے کہاں ایسا لکھا ہے بالکل مرزا صاحب کا سفید جھوٹ ہے۔ کہ مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی محمد اسمٰعیل علیگڈھی نے ایسا لکھا ہے۔ اگر بقول مرزا صاحب ان کی تصانیف دنیا میں شائع ہو چکی ہیں۔ تو کوئی مرزائی بتلائے۔ کہ وہ کونسی کتابیں ہیں۔ اور ان میں وہ مضمون کہاں لکھا ہے جسکو مرزا صاحب ان صاحبان کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ ورنہ اپنے مسیح کے کذب کا اقرار کر لیجیے۔ کہ آپ کو جھوٹ بولکر اپنی صداقت ثابت کرنے کی بھی عادت تھی۔ اس جگہ تو کہتے ہیں۔ "کہ جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے" اور حقیقۃ معرفت میں فرماتے ہیں۔ ایسا ہی مسلمانوں میں سے ایک شخص جو قصور ضلع لاہور کا رہنے والا تھا۔ اٹھا اور نام اسکا غلام دستگیر تھا۔ اور مولوی کہلاتا تھا اس نے مجھے کاذب ٹھہرا کر دعا کے ذریعہ میری ہلاکت چاہی اور جھوٹے پر عذاب مانگا۔ اور اس بارہ میں ایک رسالہ بھی لکھا۔ مگر اس رسالہ کو ابھی شائع نہ کرنے پایا تھا۔ کہ وہ اپنی اسی

بددعا کے اثر سے ہلاک ہوگیا۔ (چشمہ معرفت صٓ۳۲۰ حصہ دوم)

اس جگہ اقرار ہے۔ کہ وہ رسالہ شایع نہیں ہوُا۔ اور اربعین کے حوالہ گذشتہ اور حقیقۃ الوحی و اعجاز احمدی وغیرہ میں صاف تصریح ہے کہ رسالہ شایع ہو چکا تھا۔ اور حقیقۃ الوحی وغیرہ میں اسکا نام فتح الرحمانی بتایا ہے۔ اور اس کے صفحات کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ حالانکہ یہ سب کچھ جھوٹ ہے۔ جناب مرزا صاحب کو ایک جھوٹ بولنے کے لیے دوسرا جھوٹ اور دوسرے کے لیئے تیسرا جھوٹ گھڑنا پڑا ہے۔ اور حقیقت میں کوئی ایسا رسالہ شایع ہوُا۔ اور نہ اس میں ایسا لکھا گیا جس کو مرزا صاحب ان دونوں صاحبوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیا نبی اسی طرح جھوٹ بولا کرتے ہیں جسطرح مرزا صاحب؟ اور باوجود اس کے پھر بھی قمر الانبیاء اور مرسل ربانی نبی حقانی مسیح قادیانی محمد ثانی خلیفہ رحمانی آنی یانی ثانی وغیرہ کی گردان پڑھی جاتی ہے۔

چوتھا جھوٹ :-

(۴) لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوتیں۔ جن میں لکھا تھا۔ کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا۔ تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائیگا وہ اُس کو کافر قرار دیں گے۔ اور اُس کے قتل کے لیئے فتوے دیئے جائیں گے۔ اور اس کی سخت توہین کیجائے گی۔ اور اسکو دایرہ اسلام سے خارج اور دینا کا تباہ کرنیوالا خیال کیا جائیگا۔ (اربعین ع۳ صٓ۲۰-۲۱)

یہ مرزا صاحب کا بالکل سفید جھوٹ ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کے ساتھ اسلامی علماء ایسا کریں گے۔ امت مرزائیہ بتائے۔ کہ یہ قرآن کی کس آیت کا ترجمہ ہے۔ اور کس حدیث میں ایسا آیا ہے۔ کوئی ایک ہی حدیث بتادی جاوے۔ مرزا صاحب یہ محض دھوکہ دہی کے لیئے جھوٹ بول رہے ہیں۔ تاکہ مسلمان علمائے اسلام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے میرے جھوٹ افتراء۔ غلط گوئی تحریف قرآنی تفسیر نفسانی پر ایمان لے آئیں۔

Marfat.com

جناب مرزا صاحب کے دھوکے اور جھوٹ تو بہت ہیں۔ لیکن بوجہ اختصار بطور نمونہ چند ذکر کر دیئے گئے ہیں ؛

تیسرا معیار الہام مرزا

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں :-

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ -

ترجمہ :" اور ہم نے ہر ایک رسول کو اس کی قوم کی زبان میں الہام دیکر بھیجا ہے تاکہ وہ اُن کو سمجھا سکے"۔

اس آیت کا مطلب بالکل صاف ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی و رسول کو اسی زبان میں الہام کیا ہے۔ جو زبان اس نبی کی قوم کی تھی۔ جیسا کہ محمد رسول اللہ صلعم کو عربی زبان میں قرآن مجید دیا گیا۔ کیونکہ آپ کی قوم کی زبان عربی تھی۔ اسی طرح ہر ایک نبی کو اُس کی قوم کی زبان میں اللہ تعالےٰ نے احکام دیے ہیں۔

باوجودیکہ محمد رسول اللہ صلعم تمام دنیا کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور دنیا میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ لیکن آپ کو اللہ تعالےٰ کا کلام عربی زبان میں دیا گیا۔ کیونکہ آپ کی قوم کی زبان عربی تھی۔ اور اس معیار کا خلاف ثابت نہیں۔

یہ تو ہوا قرآنی معیار لیکن مرزائی آیات کی گردن مروڑ کر اپنے توہمات کے موافق بنانے کے چونکہ عادی ہیں۔ اسلئے ممکن ہے۔ کہ اس کی بھی کوئی باطل تاویل کریں۔ لہذا ان کے لئے جناب مرزا صاحب کا فرمان پیش کیا جاتا ہے۔ حضور مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

(۱) اور یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے۔ کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو۔ اور الہام اُس کو کسی اور زبان میں ہو جسکو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اسمیں تکلیف مالا یطاق ہے

اور ایسے الہام سے فایدہ کیا ہوا۔ جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہے (چشمۂ معرفت صفحہ ۲۰۹ حصّہ دوم)

نیز فرماتے ہیں :۔

"پس یاد کرنا چاہیے۔ کہ قدیم سنت اللہ کے موافق یہی عادت رہی ہے۔ کہ وہ ہر ایک قوم کے لیئے اسی زبان میں ہدایت کرتا ہے۔ (چشمۂ معرفت صہ ۲۰۹ و ۲۱۰ حصّہ دوم)

جناب مرزا صاحب کے نزدیک کسی انسان کو ایسی زبان میں الہام ہونا جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے۔ اور سنت اللہ بھی ہے۔ کہ ہر قوم کو اس کی زبان میں ہدایت کیجائے۔ ہم مرزا صاحب ہی کے مقرر کردہ معیار کو لیکر ان کے الہامات کو پرکھتے ہیں۔ سو جناب حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں :۔

"میں انگریزی سے بالکل بے بہرہ ہوں۔ تاہم خداتعالےٰ نے بعض پیشگوئیوں کو بطور موہبت انگریزی میں جبر بر ظاہر فرمایا ہے۔ (حقیقۃ الوحی صہ ۳۰۳۔ اور اسی حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۰۴ پر فرماتے ہیں۔

"میں انگریزی خواں نہیں ہوں۔ اور بکلی اس زبان سے ناواقف ہوں" مرزا صاحب تسلیم کرتے ہیں۔ کہ میں انگریزی زبان سے بالکل بے بہرہ اور ناواقف ہوں۔ باوجود اس کے مرزا صاحب کو انگریزی میں الہامات ہوئے ہیں۔ سنیئے فرماتے ہیں :۔

God is coming by his army. He is with you to kill enemy.

(تلفظ اردو میں) گاڈ اِز کمنگ بائی ہز آرمی ہی از وِد یُو ٹو کل اینیمی ؛

(ترجمہ از مرزا صاحب) خدا تمہاری طرف ایک لشکر کے ساتھ چلا آتا ہے۔ وہ دشمن کو ہلاک کرنے کے لیئے تمہارے ساتھ ہے۔

Marfat.com

انگریزی اور تلفظ اردو ہیں اور ترجمہ سب کچھ مرزا صاحب کا ہے۔ دیکھو حقیقۃ الوحی ص۳۰۳ و ۳۰۴۔

مرزا صاحب کو اور بھی انگریزی میں بہت الہام ہوئے ہیں۔ بوجہ اختصار نمونہ نقل کر دیا گیا ہے۔

(۲) ہوشعنا نعسا یہ الہام شاید عبرانی ہے۔ جس کے معنے نہیں کھلے۔ (البشریٰ صفحہ ۴۳ جلد اول)

دیکھیے مرزا صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ یہ الہام کس زبان کا ہے۔ فرماتے ہیں۔ شاید عبرانی ہو۔ واہ رے رسول قادیانی۔

پھر فرماتے ہیں۔ جس کے معنے نہیں کھلے پھر الہام کس واسطے ہوا؟ یہ کوئی متشابہات میں سے تو نہیں ہے۔

(۳) ایلی آوس۔ بباعث سرعت درود مشتبہ رہا ہے۔ اور نہ اس کے کچھ معنی کھلے ہیں۔ بشریٰ صفحہ ۳۶ ج ا

جبرائیل کو کہا ہوتا۔ کہ اتنی جلدی نہ کرتے۔

(۴) پریشن۔ عمر براطوس۔ یا پلاطوس

(نوٹ) آخری لفظ پڑطوس ہے۔ یا پلاطوس ہے۔ بباعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا۔ اور نمبر ۲ میں عمر عربی لفظ ہے اس جگہ براطوس اور پریشن کے معنے دریافت کرنے ہیں۔ کہ کیا ہیں۔ اور کس زبان کے یہ لفظ ہیں۔ البشریٰ ص۵۱ ج ا)

سبحان اللہ! یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ یہ کس زبان کے لفظ ہیں معنی معلوم ہوتا تو کجا۔

اب ہمارا سوال یہ ہے۔ کہ ایسی زبان میں الہام کرنا جسکو رسول قادیان بالکل نہیں

جانتے تھے۔ جیسے انگریزی یا ایسی زبان میں الہام کرنا جس کی قمر الانبیاء سے تعیین بھی نہ ہو سکی۔ جیسا ہو شعنا نعسا۔

یا ایسا الہام نازل کرنا جس کے متعلق مسیح قادیانی کو یہ بھی علم نہیں۔ کہ یہ کس زبان کے الفاظ ہیں جیسے پریشن۔ براطوس وغیرہ۔ تو اس قسم کے الہامات کا فائدہ ہی بقول مرزا صاحب کیا ہوا؟

اور پھر بقولِ مرزا صاحب۔ کیا یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر نہیں؟ کہ مرزا صاحب کی اصل زبان تو اور ہو۔ اور الہام ان کو اور زبانوں میں ہو۔ جن کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتے جیسا کہ خود تسلیم کرتے ہیں۔ پھر کیا جس کو غیر معقول اور بیہودہ الہام ہو۔ وہ نبی ہو سکتا ہے۔ نبی کیا۔ ایسا شخص تو ولی بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مسلمان بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ غیر معقول اور بیہودہ الہام کو خدا کی طرف منسوب کرنا افتراء علی اللہ ہے۔ اور افتراء علی اللہ کفر ہے۔ فافہم

جب مرزا صاحب کی اصل زبان پنجابی تھی۔ تو ان کو پنجابی میں تمام الہام کیوں نہ ہوئے؟ سوائے چند الہاموں کے باقی تمام الہامات دوسری زبانوں مثلاً انگریزی۔ فارسی عربی۔ سنسکرتی۔ عبرانی وغیرہ زبانوں میں کیوں ہوئے؟ کیا کوئی ایسا نبی ہوا ہے؟ جس کو اُس کی اصلی زبان میں صرف چند الہام ہوئے ہوں۔ اور باقی تمام الہامات دوسری مختلف زبانوں میں ہوئے ہوں۔ نظیر پیش کرو۔ ورنہ مرزا صاحب کے کذب کا اقرار کرو۔ بتاؤ کیوں مرزا صاحب کو قرآنی معیار کے برخلاف الہام ہوئے۔ کیا اب بھی مرزا صاحب کو نبی مانو گے؟

مرزا صاحب کے مقرر کردہ معیار اور بھی ہیں جن پر مرزا صاحب جھوٹے ثابت ہوتے ہیں لیکن اختصار کی وجہ سے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اب ہم ناظرین کو دوسرے عالم کا سیر کراتے ہیں ؎

Marfat.com

کیا مرزا صاحب عورت تھے؟

باب حیض مرزا

یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّرَوۡا طَمۡثَکَ (یعنی وہ تیرا حیض دیکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں)

مرزا صاحب خود اس کی تشریح فرماتے ہیں۔ "یعنی بابو الہٰی بخش چاہتا ہے۔ کہ تیرا حیض دیکھے۔ یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔ مگر خدا تعالےٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہونگے۔ اور تجھ میں حیض نہیں۔ بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے۔ ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳)

مرزا صاحب کا مطلب ہے۔ کہ اب حیض نہیں۔ اب بچہ بن گیا ہے معلوم ہوا کہ پہلے مرزا صاحب میں حیض تھا۔ کیا ایسا الہام کسی نبی کو ہوا ہے؟ اور اگر حیض سے مراد پلیدی اور ناپاکی روحانی ہے۔ یعنی گناہ۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مرزا صاحب گنہگار تھے۔ اور نبی گنہگار نہیں ہوتا۔ بلکہ معصوم ہوتا ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب نبی نہ ہوئے۔

(۲) مرزا صاحب کے ایک مرید قاضی یار محمد صاحب بی۔ او۔ ایل۔ پلیڈر اپنے ٹریکٹ نمبر ۳۴ موسومہ بہ اسلامی قربانی مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر میں لکھتے ہیں:-

"جیسا کہ حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا صاحب) نے ایک موقعہ پر اپنی حالت ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اسطرح طاری ہوئی۔ کہ گویا آپ عورت ہیں۔ اور

اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار کیا۔" سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے۔ (استغفراللہ)

باب حمل مرزا

(۳) جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور کئی مہینوں کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں (یعنی حمل کی مدت کے قریب قریب) بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ (کشتی نوح صہ ۴۷)

مرزا صاحب نے کتنا بڑا کمال کیا ہے۔ کہ پہلے مریم بنے حاملہ ہوئے۔ پھر عیسیٰ بن گئے۔ حقیقۃ الوحی صہ ۷۲ کے حاشیہ میں اس کو ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"کہ پہلے خدا نے میرا نام مریم رکھا۔ اور بعد اس کے ظاہر کیا۔ کہ اس مریم میں خدا کی طرف سے روح پھونکی گئی ہے۔ اور پھر فرمایا۔ کہ روح پھونکنے کے بعد مریمی مرتبہ عیسوی مرتبہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور اسطرح مریم سے عیسیٰ پیدا ہو کر ابن مریم کہلایا"۔

؎ خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ

مداری کی طرح بہت تھوڑی مدت میں غلام احمد سے مریم اور مریم کو حمل۔ اور حمل سے عیسیٰ مسیح قادیانی پیدا ہوئے۔ لہٰذا مرزا صاحب ابنِ مریم ہیں۔ اب کسی کو حق نہیں۔ کہ یہ اعتراض کرے۔ کہ آنیوالا مسیح تو ابنِ مریم ہے۔ آپ کیسے مسیح بن گئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام تو چراغ بی بی ہے۔ (عوام میں جو گھسیٹی مشہور ہے۔ وہ غلط ہے) کیونکہ نحو مذکورہ سے آپ ابنِ مریم بن گئے ہیں۔ ابنِ مریم بننے کے لیے مرزا صاحب نے بہت ہی مشقت اٹھائی ہے۔ ہم ان کی محنت کی داد دیتے ہیں۔

Marfat.com

باب مخاضِ مرزا (دردِ زہ)

جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

"اور پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے۔ دردِ زہ تنہ کھجور کی طرف لے آئی۔
(کشتی نوح صفحہ ۴۷)

کیا کسی اور نبی نے بھی دوسرے نبی کا لقب حاصل کرنے کے لئے یہ تجویز نکالی تھی۔ کہ میں فلاں نبی کی والدہ ہوں۔ اور پھر اس والدہ کو جس سے مراد میں ہوں۔ حمل ہوا۔ پھر وہ نبی یعنی میں پیدا ہوا۔ لہٰذا میں فلاں نبی ہوں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو خصوصاً اس تجویز کی بہت ضرورت تھی۔ کیونکہ یہودی بقولِ مرزا صاحب اسی واسطے عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے۔ کہ ان کے گمان میں عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے الیاس نبی کا دوبارہ آسمان سے نازل ہونا ضروری ہے۔ پھر کیا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی مرزا صاحب کی طرح حاملہ ہو کر الیاس بننے کی کوشش کی تھی؟

؎ ماں بنے! بچے بنے!! پھر باپ بچے کے بنے!!!

باب عیسیٰ علیہ السلام اور مرزا صاحب کا تعلق

جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

(۱) میری مشابہت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایسی ہے۔ کہ ملاءِ اعلیٰ میں دونوں میں تمیز مشکل ہے (گویا کہنا)۔ (براہین احمدیہ جلد چہارم)

اور تبلیغ کے صہ ۷۹ و صہ ۸۰ میں اس سے بھی بڑھ کر انصال ثابت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ وہ تخیل سے بڑھ کر ہے۔ اور کشتی نوح میں فرماتے ہیں۔

(۲) "یورپ کے لوگوں کو جسقدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب یہ تھا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے"۔ (حاشیہ کشتی نوح صہ ۶۵)

جب عیسیٰ علیہ السلام بقول مرزا صاحب شراب خور تھے۔ اور وہ عیب بھی عیسیٰ علیہ السلام میں بقول مرزا صاحب نعوذ باللہ موجود تھے جن کا ذکر باب توہین عیسیٰ علیہ السلام میں گذر چکا ہے۔ اور مرزا صاحب اور عیسیٰ علیہ السلام کا ایسا تعلق اور اتصال ہے۔ کہ دونوں میں تمیز مشکل ہے۔

(۱) تو کیا مرزا صاحب بھی شراب پیا کرتے تھے؟ (۲) کیا مرزا صاحب کی پیدائش ناجائز طریق سے تھی؟ (۳) کیا مرزا صاحب بھی ناپاک خیال۔ متکبر۔ راستبازوں کے دشمن تھے؟ (۴) کیا مرزا صاحب بھی کسی لڑکی پر عاشق ہوتے تھے؟ (۵) کیا آپ کسی جوان بے تعلق عورت سے تعلق رکھتے تھے؟ (۶) کیا زنا کی کمائی کا عطر ملوایا کرتے تھے؟ (۷) کیا جھوٹ بولنے کی آپ کو اکثر عادت تھی؟

الغرض عیسیٰ علیہ السلام پر جو جو الزامات مرزا صاحب نے لگائے ہیں۔ وہ سب مرزا صاحب میں موجود تھے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام اور مرزا صاحب کا وجود بقول مرزا صاحب ایک ہی ہے۔ اور مرزا صاحب ابن مریم کے وجود کے ٹکڑے ہیں۔

باب اختلافِ مرزا

ویسے تو ناظرین کو گذشتہ ابواب سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ مرزا صاحب کے کلام میں کتنا بڑا اختلاف ہے۔ اب ہم خصوصیت سے ایک باب میں مرزا صاحب کے اختلاف کا نمونہ دکھاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں :-

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۔	ترجمہ : یعنی یہ کلام اللہ کے سوائے اور کسی کی طرف سے ہوتا۔ تو ضرور اس میں بہت سے اختلاف پائے جاتے۔

اللہ تعالےٰ نے اس آیت کریمہ میں سچے اور جھوٹے مدعیان الہام کی شناخت کا ایک عظیم الشان معیار بتایا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اگر یہ قرآن شریف ہماری طرف سے نہ ہوتا۔ تو اس میں بہت سا اختلاف پایا جاتا۔ معلوم ہوا کہ جو الہام خدا کی طرف سے ہو۔ اس میں اختلاف نہیں ہوتا۔ اور جو خدا کی طرف منسوب کیا جائے اور درحقیقت خدا کی طرف سے نہ ہو۔ اس میں اختلاف ہوتا ہے۔ پس جس کلام میں اختلاف ہو گا۔ وہ خدائی کلام نہیں کہلا سکتا۔

جناب مرزا صاحب نے بھی اس معیار کو چشمہ معرفت حصہ دوم کے صفحہ ۱۹۰ میں تسلیم کیا ہے۔ اور ست بچن میں فرماتے ہیں "جو پرلے درجے کا جاہل ہو۔ جو اپنے بیانوں میں متناقض بیانوں کو جمع کرے۔ اور اس پر اطلاع نہ رکھے"۔ (حاشیہ ست بچن صفحہ ۳۲)

اسی کتاب ست بچن کے صفحہ ۳۰ و ۳۱ میں فرماتے ہیں "ظاہر ہے کہ سچیار اور عقلمند صاف دل انسانوں کی کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کوئی پاگل اور مجنون اور ایسا منافق ہو۔ الخ

اب ان حوالوں کی رُو سے دیکھئے۔ مرزا صاحب بقول خود کیسے پرلے درجے کے جاہل۔ مجنون۔ بے عقل۔ پاگل اور منافق ثابت ہوتے ہیں۔

مرزا صاحب کی تصانیف و تالیفات کا ایک خاص پہلو یہ ہے۔ کہ وہ ہمیشہ وقت اور موقع کی مناسبت دیکھ کر لکھتے اور کہتے رہے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے کلام میں کثرت سے اختلاف پائے جاتے ہیں۔ اور اختلافات بھی معمولی نہیں۔ بلکہ اصولی۔ اس سخن آرائی کی بدولت جناب مرزا صاحب کی حالت ان اشعار کی مصداق تھی۔

(اشعار) ہے مرد سخن ساز بھی دنیا میں عجب چیز
پاؤ گے کسی فن میں کہیں بند نہ اُس کو
موجود سخن گو ہیں جہاں ہاں ہیں طبیب آپ
اور جاتے ہیں بن آپ طبیبوں میں سخن گو
دونوں میں سے کوئی نہ ہو تو آپ ہیں سب کچھ
پرہیچ ہیں جس وقت کہ موجود ہوں دونو

اور اس ضرب المثل کے آپ پورے مصداق تھے۔

پیش ملّا طبیب۔ و پیش طبیب ملّا۔ و پیش ہر دو ہیچ۔ و پیش ہیچ ہر دو۔

اب مرزا صاحب کی متناقض باتیں اور اختلافات سنیئے۔

(۱) دعویٰ محدثیت اور نبوت کا انکار و اقرار

(الف) مرزا صاحب سے سوال ہوا۔ کہ آپ نے فتح اسلام میں دعوئے نبوت کیا ہے۔

جواب دیا کہ نبوت کا دعوےٰ نہیں۔ بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ (ازالہ اوہام صث ۲۴۷)

(ب) توضیح مرام صث ۴۷ میں بھی جو الہامی کتاب ہے۔ اپنا محدث ہونا درج کیا ہے

(ج) حمامۃ البشریٰ میں بھی محدثیت کا ہی اقرار ہے۔ دیکھو صث ۷۹

جب نبی بننے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ تو مذکورہ بالا تحریروں کو جھلا کر لکھتے ہیں۔

"اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا۔ تو پھر بتلاؤ کہ کس نام سے اُس کو پکارا جائے۔

اگر کہو کہ اسکا نام محدث رکھنا چاہیئے۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ تحدیث کے معنی لغت کی کسی کتاب میں اظہار غیب نہیں۔ (دیکھو اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

حوالہ :۔ الف میں محدثیت کا اقرار ہے۔ اور نبوت کا انکار۔ مگر عبارت ایک غلطی کا ازالہ میں نبوت کا دعوےٰ ہے۔ اور محدثیت سے انکار۔ پس بقول خود نہ آپ محدث ہیں۔ نہ نبی۔ کیا کوئی ایسا نبی ہوا ہے جس نے پہلے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا ہو۔ پھر محدث ہونے کا۔ پھر تدریجاً نبی بن گیا ہو۔ اگر سابق انبیاء میں اس کی نظیر نہیں۔ تو مرزا صاحب بقولِ خود جھوٹے ثابت ہوئے۔

(۲) متعلق کفر و اسلام محمدیاں

(الف) مرزا صاحب فرماتے ہیں "یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ اپنے دعوےٰ کا انکار کرنیوالے کو کافر کہنا۔ یہ صرف اُن نبیوں کی شان ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکامِ جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحبِ شریعت کے ماسوا جسقدر مُلہم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسی ہی جنابِ الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں۔ اور خلعتِ مکالمۂ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ اُن کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ (تریاق القلوب حاشیہ صث ۱۳۰)

(ب) جو شخص ایک نبی متبوع (محمد) علیہ السلام کا متبع ہو۔ اور اُس کے فرمودہ پر اور کتاب اللہ پر ایمان لاتا ہے۔ اُس کی آزمایش انبیاء کی آزمایش کی طرح کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے۔ کیونکہ انبیاء اس لئے آتے ہیں۔ کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں۔ اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرائیں بعض احکام کو منسوخ کریں۔ اور بعض نئے احکام لادیں۔ لیکن اس جگہ تو ایسے انقلاب کا دعوے نہیں۔ وہی اسلام ہے۔ جو پہلے تھا۔ وہی نمازیں ہیں۔ جو پہلے تھیں۔ وہی رسول مقبول صلعم ہیں۔ جو پہلے تھے۔ اور وہی کتاب کریم ہے۔ جو پہلے تھی۔ اصل دین میں سے کوئی بات چھوڑنی نہیں پڑی۔ جس سے اس قدر حیرانی ہو۔ مسیح موعود کا دعویٰ اُس حالت میں گراں اور قابل احتیاط ہوتا۔ کہ جب کہ اس کے ساتھ نعوذ باللہ کوئی دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی۔ اور ہماری عملی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی۔ (فرق آگے آتا ہے)

دعوے مسیح موعود کا اسلامی اعتقادات پر کچھ اثر نہیں (پھر اپنے منکروں پر کفر کا فتوے کیوں دیا)۔ آئینہ کمالات اسلام مــــ ۳۳۹)

مذکورہ بالا زمیوں کو دیکھو۔ جو ایک نئے دوکاندار کے لیے لازمی ہیں۔ اس کے بعد جب ذرا دوکان جمی اور خریداروں کی تعداد بڑھی۔ پھر تو وہ گرم مزاجیاں دکھائیں کہ جو قابل دید و شنید ہیں۔

ان دونوں حوالوں کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ اب وہ گرم مزاجیاں ملاحظہ فرمایئے۔ جو بعد میں ظہور پذیر ہوئیں۔ چنانچہ جناب حضرت مرزا صاحب ارشاد فرماتے ہیں:۔

(ج) جو شخص تیری (مرزا صاحب کی) پیروی نہ کریگا۔ اور بیعت میں داخل نہ ہوگا اور تیرا مخالف رہیگا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے ۱۵

Marfat.com

(الہام مندرجہ معیار الاخیار ص۳)

(د) (انجمن حمایت الاسلام لاہور کے علماء کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ تمہاری دعائیں قبول نہ ہونگی۔ کیونکہ تمہارے حسب حال اللہ تعالےٰ فرماتا ہے)

وما دعاء الکافرین الا فی ضلال (دافع البلاء ص۱۱)

اس میں صاف تصریح ہے۔ کہ جو مرزا صاحب کو نہ مانے۔ وہ کافر ہے۔

(ھ) قطع دابر القوم الذین لا یومنون (یعنی جو قوم مرزا صاحب پر ایمان نہیں لائیگی۔ اس کی جڑ بنیاد کاٹ دی جائے گی)

الہام مندرجہ بدر ۱۹ر جنوری ۱۹۰۶ء

(ز) مرزا صاحب کا الہام نص صریح ہے۔ اور نص صریح کا منکر کافر ہے (الحکم ۲۴ر اکتوبر ۱۸۹۹ء)

(س) اب ظاہر ہے۔ کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے۔ اس پر ایمان لاؤ۔ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔ (انجام آتھم ص۶۲)

(ص) پس یاد رکھو۔ کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام ہے۔ اور قطعی حرام ہے۔ کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے۔ کہ تمہارا وہی امام ہو۔ جو تم سے ہو۔ (اربعین نمبر ۳ ص۳۴ کا حاشیہ)

لاہوری احمدی بتلائیں۔ کہ اگر مرزا صاحب نے رسول ہونے کا دعوےٰ

Marfat.com

نہیں کیا۔ اور اُن کے انکار سے کوئی کافر نہیں بنتا تو منزّد کے پیچھے نماز پڑھنا مرزا صاحب نے کیوں قطعی حرام قرار دیا ہے؟

لاہوری اور قادیانی دونو جواب دیں۔ کہ مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ میں کوئی نیا حکم نہیں لایا کسطرح صحیح سمجھا جاسکتا ہے؟ جبکہ مرزا صاحب کی رسالت میں شک کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی حرام ہوگیا۔ حالانکہ مرزا صاحب سے پہلے ۱۳ سو سال تک اسلام کا یہ حکم تھا۔ صلّوا خلف کلِ برٍّ وفاجرٍ (مشکوٰۃ) یعنے ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ مرزا صاحب نے اس حکم کو منسوخ کردیا۔

دوسرے تیرہ سو سال تک اسلام کا یہ حکم تھا۔ کہ کسی مجدد۔ محدّث ولی۔ قطب۔ غوث کے انکار سے مسلمان کافر نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ مرزا صاحب خود اسکو تسلیم کرتے ہیں۔ (کمامرہ)

لیکن مرزا صاحب ایسے محدث ہوئے۔ کہ اس حکم کو بھی منسوخ کرکے اپنے منکرین کو کافر قرار دیا۔

تیسرے جہاد کو حرام قرار دے کر جہاد کی فرضیت کو قیامت تک کیلئے منسوخ کردیا۔ حالانکہ احادیث میں صاف تصریح ہے۔ کہ جہاد قیامت تک رہیگا۔ اگر اس کو نسخ نہیں کہتے۔ تو نسخ کس بلا کا نام ہے؟

(ط) بہرحال خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے۔ کہ ہر شخص جسکو میری دعوت پہنچی ہے۔ اور اُس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں۔ اور خدا کے نزدیک قابلِ مواخذہ ہے۔ (مرزا صاحب کا خط مندرجہ الذکر الحکیم نمبر ۴ صفہ ۲۳)

Marfat.com

(ع) خلیفۂ اول مولوی نورالدین صاحب مرزا صاحب کے متعلق فرماتے ہیں

اسم او اسم مبارک ابن مریم مے نہند
آں غلام احمد است و میرزائے قادیان
گر کسے آرد شکے در شانِ او آں کافر است
جائے او باشد جہنم بیشک و ریب و گماں

(الحکم [illegible])

خلیفہ صاحب کے کلام کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کے دعوے میں شک کرنے والا کافر اور جہنمی ہے۔ اور جو مرزا صاحب کا صاف انکار کرنے والے ہیں۔ وہ تو ضرور ہی کافر ہوں گے

(ف) ایک دوسری جگہ خلیفہ صاحب نے بالکل صاف فیصلہ کر دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ میں اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر اعلان کرتا ہوں۔ کہ میں مرزا صاحب کے تمام دعاوی کو دل سے مانتا اور یقین کرتا ہوں۔ اور اُن کے معتقدات کو مدارِ نجات ماننا میرا ایمان ہے۔ (بدر ۔ ۱۴ مئی ۱۹۱۲ء)

جناب مرزا صاحب ایک سائل کا سوال نقل کر کے جواب دیتے ہیں۔

(ق) سوال نمبر ۱۔ حضورِ عالی (مرزا صاحب) نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ علاوہ اُن مومنوں کے جو آپ کی تکذیب کر کے کافر بن جائیں صرف آپ کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا۔ لیکن عبدالحکیم خان کو آپ لکھتے ہیں۔ (وہ خط جو حوالہ میں گذرا) کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے۔ اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں ہے

اس بیان اور پہلی کتابوں کے بیان میں "تناقض ہے۔ یعنی پہلے آپ تریاق القلوب وغیرہ میں لکھ چکے ہیں۔ کہ میرے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ اور اب آپ لکھتے ہیں۔ کہ میرے انکار سے کافر ہو جاتا ہے۔

الجواب - یہ عجیب بات ہے۔ کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھیراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔ حقیقۃ الوحی صـ۱۶۳) اس عبارت میں مرزا صاحب نے صاف فرما دیا ہے۔ اور تسلیم کر لیا ہے۔ کہ بے شک میرے نہ ماننے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ مرزا صاحب کو کافر بھی نہ کہے۔ اور "تناقض کا کوئی جواب نہیں دیا۔ معلوم ہوا کہ تناقض کو خود بھی تسلیم کر لیا۔

(ل) علاوہ اس کے جو مجھے (مرزا صاحب کو) نہیں مانتا۔ وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا (حقیقۃ الوحی صـ۱۶۳)

(م) چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔ اس لئے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ مواخذہ سے بری ہے۔ اور کافر منکر کو ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابلے پر ہے۔ اور کفر دو قسم پر ہے۔

(اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔

(دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً مسیح موعود (مرزا صاحب) کو نہیں مانتا۔ اور اس کو باوجود تمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے۔ اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید

پائی جاتی ہے +

پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے۔ کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔

حقیقۃ الوحی ص ۱۷۹

مرزا صاحب کو مجدد و محدث ماننے والے اس عبارت کو غور سے پڑھیں کہ مرزا صاحب اپنے منکرین کو کافر قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ تریاق القلوب میں تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ مجدد و محدث خواہ کتنی ہی جناب الہٰی میں اعلےٰ نشان دکھتے ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ کیا گذشتہ مجددین و محدثین نے بھی یہ کہا ہے۔ کہ چونکہ خدا اور رسول نے اس امت میں مجدد و محدث پیدا ہونے کی خبر دی ہے۔ اور ان کے ماننے اور ان کو سچا جاننے کی تاکید کی ہے۔ لہٰذا جو شخص ہمارے مجدد و محدث ہونے سے انکار کرتا ہے۔ چونکہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے۔ کافر ہے۔ جب مرزا صاحب کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ تو دعوے رسالت و نبوت میں کیا شبہ مرزا صاحب کو نبی و رسول ماننے والے یہ فرمائیں۔ کہ مرزا صاحب کے تریاق القلوب وغیرہ کے بیانات اور ان بیانات میں تناقض ہے۔ جس کو مرزا صاحب نے خود بھی تسلیم کر لیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"رہی یہ بات کہ ایسا کیوں لکھا گیا۔ اور کلام میں تناقض کیوں پیدا ہو گیا سو اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو۔ (بہت اچھا) کہ یہ اس قسم کا تناقض ہے۔ کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا۔ کہ مسیح ابن مریم آسمان سے

نازل ہوگا۔ مگر بعد میں یہ لکھا۔ کہ آنے والا مسیح میں ہوں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۸-۱۴۹)

دیکھئے! مرزا صاحب نے تسلیم کرلیا ہے۔ کہ بیشک میرے کلام میں تناقض ہے۔ ہمارا سوال یہ ہے۔ کہ کیا نبی کے کلام میں تناقض ہوجاتا ہے؟ تو پھر "ولو کان من عند غیر اللہ الخ" کا کیا مطلب ہے۔ کیا کوئی ایسا رسول یا نبی ہوا ہے۔ جس کو خدا نے بذریعہ الہام کہا ہو۔ کہ تو نبی و رسول ہے لیکن وہ لوگوں کو کہے۔ کہ نہیں میں مجازی معنوں میں نبی و رسول ہوں۔ اور میرے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ بلکہ میں مجدد و محدث ہوں۔ اور کچھ مدت کے بعد کہے۔ جس کو میری دعوت پہنچی۔ اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ کافر ہے۔ اسکا تو یہ مطلب ہوگا۔ کہ خدا ایسے شخص کو بھی نبی بنا دیتا ہے۔ جس کی طرف بارہ برس تک خدائی الہام آئے۔ اور اس کو اس الہام میں نبی و رسول کا خطاب دیا جائے۔ لیکن وہ ایسا غبی ہے۔ کہ اس کو معلوم ہی نہیں۔ کہ میں لغوی نبی و رسول ہوں یا شرعی۔ اور میرا منکر کافر ہے یا نہیں۔ اگر اس کی نظیر پیش نہ کرسکو۔ تو مرزا صاحب کے کذب کا اقرار کرو۔

دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ جب مرزا صاحب کو الہام ہونا شروع ہوا۔ اور ان کو نبی و رسول کا خطاب دیا گیا۔ تو کیا اس وقت آپ نبی و رسول تھے یا نہیں اگر آپ اس وقت بھی نبی تھے۔ تو پھر کیوں اپنے آپ کو مجدد و محدث قرار دیتے رہے۔ اور عیسےٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے مشرکانہ عقیدہ پر جمے رہے۔ اور یہ فرماتے رہے۔ کہ میرے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ اور اگر آپ اس وقت

نبی نہیں تھے۔ تو پھر کیوں جابجا اُس وقت کے الہامات کو دعوٰے رسالت کے ثبوت میں پیش کیا ہے"؟ پس معلوم ہوا۔ کہ یہ ایک منافقانہ چال ہے۔ پہلے اُن الہامات کی تاویلیں کرتے رہے۔ جب کچھ دکان جم گئی۔ تو صاف اعلان کر دیا کہ میرا منکر کافر ہے۔ نبی ایسا نہیں کیا کرتے۔ اُن کو جب خدا کہتا ہے۔ کہ تم نبی ہو۔ تو وہ دنیا کو صاف کہدیتے ہیں۔ کہ ہم کو خدا نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ وہ یہ نہیں کرتے۔ کہ لوگوں کی مخالفت کے ڈر سے خدائی الہام کی تاویلیں کریں اور جب ذرا معتقدین زیادہ ہو جائیں۔ تو کہدیں۔ کہ ان الہامات کا وہ مطلب نہیں۔ جو پہلے بیان کیا گیا۔ بلکہ یہ ہے ؎

ہم بھی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے
او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

(۳) حضرت عیسٰے علیہ السلام کی قبر کے متعلق لکھتے ہیں

(الف) یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا۔ لیکن یہ ہرگز سچ نہیں۔ کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا پھر زندہ ہو گیا۔ (ازالہ اوہام ص۴۷۳)

(ب) ہاں بلاد شام میں حضرت عیسیٰ ع کی قبر کی پرستش ہوتی ہے۔ اور مقررہ تاریخوں پر ہزارہا عیسائی سال بسال اس قبر پر جمع ہوتے ہیں۔ (ست بچن حاشیہ ص۱۶۴)

(ج) اور حضرت مسیح اپنے ملک سے نکل گئے۔ اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ کشمیر میں جا کر وفات پائی۔ اور اب تک کشمیر میں اُن کی قبر موجود ہے۔ (ست بچن حاشیہ ص۱۶۴)

ناظرین! ان تینوں قولوں پر غور کرکے خود ہی نتیجہ نکال لیں۔ کہ مرزا صاحب کی کونسی بات کو سچ مانا جائے۔ پہلے مسیح کی قبر ان کے وطن گلیل میں بتلاتے ہیں۔ پھر بلاد شام ہیں اور پھر ان دونوں مقامات کو چھوڑ کر سری نگر کشمیر میں۔ کیا ایک عیسیٰ علیہ السلام تین جگہ مرے؟ اور تین مقامات پر دفن ہوئے؟ یہ مختلف باتیں الہامی دماغ سے نکلی ہیں یا خلل دماغ کا نتیجہ ہے؟ سچ ہے۔ دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔ چنانچہ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ "حافظہ اچھا نہیں۔ یاد نہیں رہا"۔ (رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۵۳ کا حاشیہ)

(باب) باپ بیٹے کی لڑائی

جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی پیدا ہوئے۔ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

(۲) صاحب نبوت ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے۔ اس کا دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی

میاں بشیر الدین صاحب خلیفہ ثانی فرماتے ہیں:۔

(۱) اور سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی اس شان کا نہیں گذرا کہ اس کے اتباع میں ہی انسان نبی بن جائے۔ (القول الفصل صفحہ ۱۴)

(۲) بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ نبی دوسرے کا متبع نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول

رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے:۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں۔ کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ (ازالہ کلاں صـ ۲۳۵ جلد دوم)	الا لیطاع باذن اللہ (حقیقۃ النبوۃ صـ ۱۵۵) (پھر نادان کون ہوا؟)
(۳) الٰہی الٰہی لما سبقتنی کر رہائی تو مار اکر دو گستاخ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ تیری بخششوں نے ہم کو گستاخ کر دیا۔ براہین احمدیہ صـ ۲۵۵-۲۵۶ و لشبری صـ ۴۳	(۳) نادان ہے وہ شخص جس نے کہا (وہ کون ہے؟) ۵ کہ رہائی تو مار اکر دو گستاخ کیونکہ خدا کے فضل انسان کو گستاخ نہیں کرتے۔ اور سرکش نہیں کر دیا کرتے۔ بلکہ اور زیادہ شکر گذار اور فرمانبردار بناتے ہیں (ملفوظات خلیفہ صاحب از الفضل ۲۳ فروری سنہ)

بتلایئے۔ سچا کون ہے؟ مسیح قادیانی یا خلیفہ ثانی

(باب) اُمّتِ مرزائیہ کا مذہب

اسلام میں تفرقہ کا باعث کون ہے؟

خلیفہ قادیانی کے فتوے

(۱) تمام اہلِ اسلام کافر خارج از دائرہ اسلام ہیں۔

"سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سُنا۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔

میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ میرے یہ عقائد ہیں۔ (آئینہ صداقت ص۳۵)

(۲) کسی مسلمان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

" ہمارا یہ فرض ہے۔ کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں۔ اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ وہ خدا تعالے کے ایک نبی (مرزا غلام احمد) کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اپنا کچھ اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔ (انوار خلافت ص۹۰)

(۳) جائز نہیں! جائز نہیں!! جائز نہیں!!!

"باہر سے لوگ بار بار پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے۔ اتنی دفعہ میں یہی جواب دونگا۔ کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں جائز نہیں۔ جائز نہیں۔ (انوار خلافت ص۸۹)

(۴) غیر احمدی کافر ہے۔ لہذا اسکا جنازہ جائز نہیں۔

"غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق ہم نے محکمات کو دیکھنا ہے۔ محکم کیا ہے حضرت مسیح موعود نبی ہیں۔ بلحاظ نفس نبوت یقیناً ایسے جیسے ہمارے آقا سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم محکم کیا ہے۔ نبی کا منکر۔ اولئک ہم الکافرون حقا کے فتوے کے نیچے ہے محکم کیا ہے۔ کافر کا جنازہ جائز نہیں" (الفضل جلد ۱۲۲ و ۱۲۳ مورخہ ۴ و ۶ اپریل ۱۵ء)

(۵) ہر ایک جو مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہیں ہو چکا۔ کافر ہے جو حضرت صاحب کو نہیں مانتا۔ اور کافر بھی نہیں کہتا۔ وہ بھی کافر ہے" رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۶ صفہ ۱۴۰

غیر احمدی کے بچہ کا بھی جنازہ مت پڑھو

(۶) "پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہی ہوا۔ اسلئے اُسکا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے"۔ (انوار خلافت صفہ ۹۳)

(۷) غیر احمدی ہندو اور عیسائیوں کیطرح کافر ہیں۔

"جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے۔ وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں سمجھتا۔ اور نہ یہ جانتا ہے۔ کہ احمدیت کیا چیز ہے؟ کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے۔ جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دیدے ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو۔ مگر وہ تم سے اچھے رہے۔ کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے۔ مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو" (ملائکۃ اللہ صفہ ۴۶)

(۸) مسلمانوں سے رشتہ وناطہ جائز نہیں

"غیر احمدیوں کو لڑکی دینے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ اور علاوہ اس کے کہ وہ نکاح جائز ہی نہیں۔ لڑکیاں چونکہ طبعاً کمزور ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ جس گھر میں بیاہی جاتی ہیں۔ اس کے خیالات و اعتقادات کو اختیار کر لیتی ہیں۔ اور اسطرح اپنے دین کو تباہ کر لیتی ہیں"۔ (برکات خلافت صـ۷۳)

(۹) ختم نبوت اور خلیفہ قادیان

"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دیجائے۔ اور مجھے یہ کہا جائے۔ کہ تم کہو۔ کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ تو میں اسے کہونگا۔ تو جھوٹا ہے۔ کذاب ہے"۔ (انوار خلافت صـ۶۵)

(۱۰) ہزاروں نبی آسکتے ہیں

"ایک نبی کیا میں تو کہتا ہوں۔ کہ ہزاروں نبی ہوں گے"۔

(انوار خلافت صـ۶۲)

تلک عشرۃ کاملۃ

ختم نبوت بجواب اجراء نبوت

(منکر) واقع یہ ہے۔ کہ میں چند دن ہوئے۔ مولوی صاحب کے مکان پر گیا۔ وہاں باتوں ہی باتوں میں خاتم النبیین کے معنی کے متعلق بات شروع ہوگئی۔ مولوی صاحب نے میرے دریافت کرنے پر اس کے معنی نبیوں کا بند کرنے والا کئے۔

(اجراء نبوت صلا)

(مثبت) چھپتی نہیں ہے بات بناوٹ کی بال بھر
آخر کو کھل ہی جاتی ہے رنگت خضاب کی

مخالف نے اصل واقعہ کو بالکل حذف کر دیا ہے۔ اور اپنی جانب آرائیوں سے صداقت کو چھپانے کی بے سود کوشش کی ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے۔ کہ منکر صاحب ایک دن حافظ خدا بخش صاحب امام مسجد پولیس لائن کی معیت میں میرے پاس آئے۔ حافظ صاحب نے کہا۔ کہ یہ صاحب (منکر) خاتم النبیین کے کچھ اور ہی معنے کرتے ہیں۔ میں نے منکر صاحب سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ فرمایئے۔ آپ کیا معنے کرتے ہیں۔ تو آپ نے کہا۔ کہ ہم خاتم النبیین کے معنی "نبی گر" کرتے ہیں۔ یعنی آئندہ نبی بنانے والا۔ خاکسار نے کہا۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے۔ جو صحیح مسلم میں موجود ہے کہ چھ چیزیں مجھ کو دیگئی ہیں۔ جن کی وجہ سے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت ہے ان چھ میں سے ایک یہ ہے۔ "ختم بی النبیون" ترجمہ۔ مجھ پر پیغمبروں کا

سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صاف تشریح فرما رہے ہیں۔ کہ ختم نبوت میرا خاصہ ہے۔ اور یہ عہدہ صرف مجھے ہی عنایت کیا گیا ہے۔

اور یہ عہدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اسی صورت میں مخصوص ہو سکتا ہے۔ کہ آپکو آخری نبی تسلیم کیا جائے اگر خاتم النبیین بمعنی "نبی گر" ہو۔ تو نبی بنانیکا کام تو بقول مرزا صاحب قادیانی اور نبی بھی کرتے رہے ہیں۔ تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت اور فضیلت ہوئی۔ حالانکہ حضور صلعم فرماتے ہیں۔ کہ یہ فضیلت و خصوصیت مجھے ہی بخشی گئی ہے۔ پس خاتم النبیین کے معنے آخری نبی ہونگے۔ اس پر منکر صاحب نے کہا۔ کہ پہلے انبیاء یہ کام نہیں کر سکتے تھے۔ یہ صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا کام ہے۔ لہذا آپ کی خصوصیت ثابت ہو گئی۔ میں نے عرض کیا۔ کہ مرزا صاحب کو آپ نبی مانتے ہیں۔ اور اُن کی ہر ایک بات آپ کے لئے واجب التسلیم ہے۔ اگر میں مرزا صاحب کا لکھا ہوا دکھا دوں۔ کہ پہلے انبیاء بھی نبی گری کا کام کرتے تھے۔ تو پھر یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تو نہ رہیگی۔ اور ہمارا معنیٰ آخر النبیین صحیح ہو جائیگا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اچھا دکھائیے۔ میں نے مرزا صاحب کا یہ فرمان اُن کی کتاب چشمہ مسیحی سے نکال کر اُن کے سامنے رکھدیا:۔

فرمان مرزا صاحب قادیانی۔ "ظاہر ہے کہ زبان عرب میں لکن کا لفظ استدراک کے لئے آتا ہے۔ یعنی جو امر حاصل نہیں ہو سکا اُسکے

حصول کی دوسرے پیرایہ میں خبر دیتا ہے۔ جس کی رُو سے اس آیت کے یہ معنی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی۔ مگر روحانی طور پر آپ کی اولاد بہت ہوگی۔ اور آپ نبیوں کے لئے مہر ٹھہرائے گئے ہیں۔ یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ کی پیروی کی مہر کے کسی کو حاصل نہ ہوگا۔ غرض اس آیت کے یہ معنے تھے۔ جن کو اُلٹا کر نبوت کے آئندہ فیض سے انکار کر دیا گیا۔ حالانکہ اس انکار میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سراسر مذمت اور منقصت ہے۔ کیونکہ نبی کا کمال یہ ہے۔ کہ دوسرے شخص کو ظلّی طور پر نبوّت کے کمالات سے متمتع کر دے اور روحانی امور میں اُن کی پوری پرورش کر کے دکھاوے۔ اسی پرورش کی غرض سے نبی آتے ہیں۔ اور ماں کی طرح حق کے طالبوں کو گود میں لیکر خداشناسی کا دُودھ پلاتے ہیں۔ پس اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ دودھ نہیں تھا۔ تو نعوذ باللہ آپ کی نبوّت ثابت نہیں ہو سکتی۔ مگر خدا تعالے نے قرآن شریف میں آپ کا نام سراج منیر رکھا ہے۔ جو دوسروں کو روشن کرتا ہے۔ اور اپنی روشنی ڈال کر دوسروں کو اپنی مانند بنا دیتا ہے۔ اور اگر نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں فیضِ روحانی نہیں۔ تو پھر دُنیا میں آپ کا مبعوث ہونا ہی عبث ہُوا۔ اور دوسری طرف خدائے تعالے بھی دھوکہ دینے والا ٹھہرا۔ جس نے دعا یہ سکھائی۔ کہ تم تمام نبیوں کے کمالات طلب کرو۔

(چشمہ مسیحی مصنفہ مرزا صاحب قادیانی ص۴۶)

Marfat.com

رسالہ چشمہ مسیحی منکر صاحب کے ہاتھ میں دیدیا گیا۔ آپ آٹھ بجے سے ۱۲ بجے تک اُسکو لیکر بیٹھے رہے۔ کبھی اس عبارت کو دیکھتے تھے۔ اور کبھی کاغذ قلم لے کر کچھ لکھتے تھے۔ جیسے کہ ضرب تقسیم کے سوال حل کر رہے ہیں۔ کبھی رسالہ کی ورق گردانی کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ غرضیکہ عجیب عالم حیرانی و پریشانی میں مبتلا تھے۔ حافظ خدابخش صاحب پندرہ منٹ کے بعد کہدیتے کہ کیوں صاحب اب جواب کیوں نہیں دیتے؟ پہلے تو بڑے اچھلتے تھے۔ لیکن آپ فرماتے۔ نہیں یہ معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔ بڑا مشکل سوال ہے۔ سوچ سمجھ کر جواب دوں گا۔ اسی طرح آپ بارہ بجے تک سوچتے رہے۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔ دوسرے دن پھر تشریف لائے۔ اور اس کی مہمل تاویلیں کرنی شروع کیں۔ میں نے کہا یہ تاویلیں یہاں نہیں چل سکتیں۔ بیفائدہ وقت ضایع نہ کیجئے۔

"ناظرین کرام موٹے الفاظ کو غور سے پڑھیں"

مرزا صاحب فرما رہے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبیوں کے لئے مُہر ٹھیرا گئے ہیں۔ یعنی آئندہ آپ نبی بنائینگے۔ کیونکہ نبی کا کمال یہ ہے۔ کہ وہ دوسرے شخص کو ظلی طور پر نبوت کے کمالات سے متمتع کردے یعنی ظلی نبی یا بروزی نبی بنادے۔ اور اسی قسم کی نبوت کو مرزا صاحب نے اپنے لئے ثابت کیا ہی اور فرماتے ہیں۔ کہ اسی غرض کے لئے نبی آتے ہیں۔

دیکھئے مرزا صاحب کے یہ الفاظ کہ نبی کا کمال یہ ہے۔ اور اسی غرض کے لئے نبی آتے ہیں صاف بتلا رہے ہیں۔ کہ نبی گری تمام انبیا کرتے چلے

Marfat.com

آئے ہیں۔ تو پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت ہوئی ؟

(منکر) میں مولنا سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جو شخص کسی کے جواب سے عاجز آجاتا ہے۔ کیا وہ دوسرے کے مکان پر جا کر حملہ کیا کرتا ہے ؟ ص

(مثبت) واہ واہ! کیا خوب حملہ کیا۔ کہ خود اپنے ہی حملہ کی ضرب سے ۱۲ بجے تک بیہوش پڑے رہے۔ ع

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

خدا آپ کو حق گوئی کی توفیق عطا کرے۔

(منکر) کیا آپ کے پاس محاوراتِ عرب کی کوئی مثال ہے۔ جس میں لفظ خاتم مضاف ہو۔ اور اسکا مضاف الیہ جمع ہو اور اس کے معنے بند کرنے والا کے ہوں۔

(مثبت) (۱) سنئے لسان العرب میں ہے خَاتِمُھُم وخَاتَمُھُم آخِرُھُم یعنی خاتم خواہ زیر سے ہو یا زبر سے دونوں کے معنے آخری کے ہیں۔

(۲) قاموس میں ہے۔ والخاتِم آخر القومِ کالخاتَم ومنہ قولہ تعالیٰ خاتم النبیین ای آخرھم۔ یعنی خاتَم کا معنی خاتِم کی طرح آخری کے ہیں۔ اور اسی معنی سے ہے خاتم النبیین۔ یعنی انبیاء میں سے آخری۔

(۳) ابو البقاء نے کلیات میں کہا ہے۔ وتسمیتہ نبینا خاتم الانبیاء لان الخاتم آخر القوم

ترجمہ:۔ ہمارے نبی کا نام خاتم الانبیاء اس لئے ہے۔ کہ خاتم قوم کے

آخری شخص کو کہتے ہیں۔ دیکھیئے ان تینوں حوالوں میں آئمہ لغت نے کیسے صاف تصریح کر دی ہے کہ خاتِم ہو یا خاتَم جب جمع کی طرف مضاف ہو۔ تو اس کے معنے آخری کے ہوتے ہیں۔ اور کسی نوع کا آخری فرد وہی کہلائے گا جس کے بعد اُس نوع کا دوسرا فرد اُس وصف کے ساتھ موصوف نہ ہو۔ جس وصف کے ساتھ پہلے افراد موصوف ہیں۔ مثلاً آخرالاولاد اُس کو کہیں گے جس کے بعد دوسرا لڑکا پیدا نہ ہو۔ اسی طرح آخرالنبیین اُس کو کہیں گے جس کے بعد دوسرا نبی پیدا نہ ہو۔ فلاں آخرالاولاد کا یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ اور سب مر چکے ہیں۔ اور یہی باقی ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ صفتِ ولد کے ساتھ موصوف ہوئے ہیں۔ یہ سب سے آخری ہے۔ اس کے بعد صفتِ ولد کے ساتھ کوئی دوسرا موصوف نہیں ہوا۔ بعینہٖ آخرالنبیین اُسی کو کہیں گے۔ جو سب انبیاء کے بعد صفتِ نبوت کے ساتھ موصوف ہوا ہو۔ اور اُس کے بعد کوئی دوسرا صفتِ نبوت حاصل نہ کر سکے۔ جو پہلے اس صفت سے موصوف ہو چکے وہ ہو چکے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام۔ عیسےٰ علیہ السلام وغیرہم انبیاء علیہم السلام۔ جیسے آخرالاولاد کی موجودگی یا عدم موجودگی سے باقی اولاد کا مرنا لازم نہیں آتا۔ اسی طرح خاتم النبیین کی موجودگی یا عدم موجودگی سے باقی انبیاء علیہم السلام کا مرنا لازم نہیں آتا۔ گو واقع میں خواہ وفات پا گئے ہوں۔ یا کوئی اُن میں سے زندہ ہو۔

علیٰ ہذا القیاس۔ آخرالجالسین۔ آخرالراحلین۔ آخرالذاھبین وغیرہ

ہیں بھی یہی مراد ہوتی ہے۔ کہ مضاف الیہ کی وصف آخر پر ختم ہے۔

کیا آپ کا مطالبہ پورا ہوا یا نہیں۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ۔

(منکر) میرا یہ سوال سنتے ہی مولوی صاحب کے حواس باختہ ہو گئے

صلا اور سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ دے سکے۔

(مثبت) ہاں ہاں فرمایئے ۱۲ بجے تک کیا قصّہ ہوا تھا؟

(منکر) میں کئی مرتبہ مولوی صاحب کے ہاں جا چکا ہوں۔ مگر مولوی

صاحب اس کی ایک مثال پیش کرنے پر قادر نہیں ہو سکے۔

(مثبت) ۱۲ بجے کیطرح!

(مُنکر) دان لم تفعلوا ولن تفعلوا۔

(مثبت) فعلنا ولکنّکم قومٌ تجہلُوْن۔

(منکر) علاوہ اس کے فیصلہ کا آسان طریقہ یہ ہے۔ کہ ہم قرآن

کریم و حدیث اور اقوالِ سلف صالحین کی طرف رجوع کریں۔ جیسا کہ

خدا تعالےٰ فرماتے ہیں۔ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

ترجمہ۔ جب کوئی جھگڑا ہو تو قرآن اور حدیث اور مسلّمہ بزرگوں کے سامنے

اُس کو پیش کرو۔

(مثبت) ؎ ہم بھی قائل تری نیرنگی کے ہیں یاد رہے

او زمانے کیطرح رنگ بدلنے والے

آپ نے مرزا صاحب کے برخلاف اولی الامر منکم کا ترجمہ مسلّمہ بزرگ

کیوں کیا ہے۔ یوں کیوں نہ فرمایا۔ کہ قرآن اور حدیث اور انگریزی

حکومت کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کیا جائے۔ پھر سر مسلکم ہیلی اور مسٹر
جی۔بی لیبرٹ وغیرہ اساطین دین جو فیصلہ صادر فرمائیں۔ وہی تمام
مسلمانوں کیلئے اسلام کا بنیادی پتھر قرار دیا جائے۔
جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں :۔ " میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے
کہ وہ انگریزی حکومت کی بادشاہت کو اپنے اولی اولی الامر میں داخل کریں
(ضرورۃ الامام مصنفہ مرزا صاحب صـ ۲۳)
اسی واسطے جناب مرزا صاحب انگریزوں کی غلامی اور خدمتگذاری کو اپنا
مقصد وحید ظاہر کرتے رہے۔ چنانچہ اس خدمتگذاری کو بڑے فخر سے بیان
کرتے ہیں۔" میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت
میں گذرا ہے۔ اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں
اسقدر کتابیں لکھی ہیں۔ اور اشتہار شایع کئے ہیں۔ کہ اگر وہ رسایل
اور کتابیں اکٹھی کیجائیں۔ تو پچاس ۵۰ الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں میں
نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا
دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے۔ کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیرخواہ
ہو جائیں۔ اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روائتیں اور جہاد کے
جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں۔ اُن کے
دلوں سے معدوم ہو جائیں۔ (تریاق القلوب مصنفہ مرزا صاحب صـ ۱۵)
اسی کا نتیجہ ہے کہ جنگ عظیم میں جب ترکوں کی اسلامی حکومت بغداد
سے اُٹھی۔ اور انگریزی حکومت غالب آئی۔ تو قادیانی اخبار میں یہ نوٹ نکلا۔

Marfat.com

"میں اپنے احمدی بھائیوں کو جو ہر بات میں غور اور فکر کرنے کے عادی ہیں۔ ایک مژدہ سناتا ہوں۔ کہ بصرہ اور بغداد کی طرف جو اللہ تعالےٰ نے ہماری محسن گورنمنٹ کے لئے فتوحات کا دروازہ کھولدیا ہے۔ اس سے ہم احمدیوں کو معمولی خوشی حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں برسوں کی خوشخبریاں جو الہامی کتابوں میں چھپی ہوئی تھیں۔ آج ۱۳۳۵ھ میں وہ ظاہر ہوکر ہمارے سامنے آگئیں۔ (اخبار الفضل مورخہ ۱۲/۱ اپریل ۱۹۱۷ء صہ ۳/۴)

اس سے مرزا صاحب کی پولٹیکل پوزیشن بھی کلیر ہوجاتی ہے۔ کہ آپ مسلمانوں کے بڑے زبردست دشمن تھے۔ جناب مرزا صاحب کا فرمان بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ امیر امان اللہ خان خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ کو اولی الامر میں داخل کرنے سے اپنے مصنوعی مذہب کا خاتمہ ہوتا ہے۔ صاحب آپ کا مذہب تو یہ ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث مرزا صاحب کے الہام کے مخالف ہو۔ اُسکو ردّی کی ٹوکری میں پھینکدیا جائے۔ نعوذ باللہ من ھذا الکفر۔ پھر آپ مسلمہ بزرگوں کا نام کس منہ سے لیتے ہیں جب آپ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کی حدیث خواہ وہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ کی ہو۔ بڑی دلیری اور جرأت کے ساتھ ردی کی ٹوکری میں پھینکدیتے ہیں۔ تو بزرگ بچارے آپکے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ یہ باتیں محض سادہ لوح مسلمانوں کو بہکانے کی ہیں۔ کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں حدیث کو مانتے ہیں۔ بزرگوں کو مانتے ہیں۔

درحقیقت آپ مرزا صاحب کی بات کے سوا قرآن کو مانتے ہیں۔ نہ حدیث کو اور نہ سلف صالحین اور بزرگانِ دین کے اقوال کو۔ جو بات مرزا صاحب کی تعلیم کے برخلاف ہو۔ خواہ وہ صحیح حدیث ہو۔ یا صحابہ کا اجماع ہو۔ یا بزرگانِ دین کا عقیدہ ہو۔ آپ اس کو ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں۔ سنئے ؟ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"میرے اس دعوے کی حدیث بنیاد نہیں۔ بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے۔ جو میرے پر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں۔ جو قرآن شریف کے مطابق ہیں۔ اور میری وحی کے معارض نہیں۔ اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں"۔ (اعجاز احمدی مصنفہ مرزا صاحب صٓ۳۰)

احادیث میں جو علامات مسیح موعود کے لئے مقرر ہیں۔ جب آپ میں وہ نہ پائی گئیں۔ تو تنگ آکر کہدیا۔ کہ حدیثوں پر ہمارے دعوے کی بنیاد نہیں۔ حدیث کی علامات خواہ ہم میں پائی جائیں یا نہ پائی جائیں۔ بس ہم مسیح موعود ہیں۔ تمہیں اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔

جو حدیث قرآن شریف کے مطابق نہیں اُس کو نہ ماننا تو درست اگرچہ اس میں بھی تفصیل ہے۔ کیونکہ فرقِ باطلہ پہلے قرآن شریف کا ایک معنی اپنی خواہش و شیطانی الہام کے مطابق گھڑ لیتے ہیں۔ اور اس من گھڑت معنی کے برخلاف اگر صحیح حدیث پیش کی جاوے۔ تو کہدیتے ہیں۔ کہ یہ حدیث قرآن کے برخلاف ہے۔ لہذا مقبول نہیں۔ لیکن

یہ فرمایا کہ جو حدیث میری وحی کے معارض ہو۔ اُسکو بھی ردّی کی طرح پھینک دیا جائیگا۔ اسکا تو صاف مطلب یہ ہُوا۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دنیا سے نیست و نابود کر دیا جائے۔ کیونکہ ہر ایک ملحد قرآن کا معنی اپنی خواہش کے مطابق گھڑ کر حدیث کو یہ کہکر کہ یہ قرآن کے برخلاف ہے۔ ٹال دیگا۔ آپکے لئے تو راستہ بالکل صاف ہے۔ جو بات مرزا صاحب کی تعلیم کے برخلاف کوئی مسلمان بھولکر پیش کرے۔ تو آپ اُسکو فرما دیجئے۔ کہ صاحب یہ مرزا صاحب کی وحی کے برخلاف ہے۔ لہذا مردود ہے۔ اگر وہ کہے۔ کہ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضو یا بزرگانِ سلف نے فرمائی ہے۔ تو آپ یوں فرما دیا کریں۔ کہ بہت سی چیزوں کی حقیقت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی نہیں سمجھی۔ اور اسی طرح صحابہ رضو وغیرہم نے۔ یہ حقیقت صرف مرزا صاحب پر ہی منکشف ہوئی ہے۔

بزرگوں کا نام محض آپ دہوکہ دہی کے لئے لے رہے ہیں۔ ھداک اللہ ورنہ آپکو بزرگوں سے کیا تعلق۔

(مُنکم) اور میں نے ثابت کیا۔ کہ جو معنی انہوں نے کئے ہیں۔ وہ عقل و نقل کے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ یہ معنی زیر بحث آیت میں لگ نہیں سکتے۔ ان معنے کو لینے سے آیت کا مطلب خبط ہو جاتا ہے۔ کفار نبی کریم صلعم کو نعوذ باللہ ابتر کہا کرتے تھے۔ اور ابتر اُسے کہتے ہیں جس کی کوئی نرینہ اولاد نہ ہو۔ اس لئے وہ آپ کی ذات پر طعن کرتے تھے۔ کہ یہ کہتا ہے۔

کہیں خدا کی طرف سے ہوں۔ مگر خدا نے اسے نرینہ اولاد ہی نہیں دی۔ ان کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی۔ اس صورت میں یہ معنی بن جائیں گے۔ کہ محمد صلعم بے شک کسی مرد کے باپ نہیں۔ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور نبیوں کے بند کرنیوالے ہیں۔ کیا کوئی عقلمند اس کو تسلیم کر سکتا ہے۔ کہ یہ ان کے اعتراض کا جواب ہے۔ اسکا تو دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہوا۔ کہ جسطرح نبی کریم صلعم جسمانی اولاد سے محروم ہیں۔ اسی طرح آپ روحانی اولاد سے بھی محروم ہیں۔

یہ کفار کے اعتراض کا جواب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ تو نبی کریم صلعم کی پرلے درجے کی مذمت ہے۔ یہ آپ کی مدح نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس سے تو کفار کا اعتراض اور بھی پختہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اسکا یہ مطلب لیا جائے۔ کہ آپ کی پیروی سے آئندہ نبی بن سکتے ہیں۔ تو کفار کا اعتراض بھی دور ہو جاتا ہے۔ اور نبی کریم صلعم کی مدح بھی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اسی میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اے کفار جسمانی اولاد کچھ چیز نہیں ہوتی۔ کیونکہ جسمانی اولاد تو منکر بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ نوح کا بیٹا تھا۔ اور وہ گمراہ ہی رہا۔ تم کہتے ہو۔ کہ یہ رسول نہیں۔ یہ رسول ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ نبی گر ہے۔ کہ اس کی پیروی سے آئندہ نبی پیدا ہوں گے۔ یہ استاد کامل ہے۔ اس جسمانی نرینہ اولاد کے بدلے ہم نے اسکو روحانی اولاد عطا کی ہے۔ جو نہ صرف ہدایت یافتہ ہوگی۔

بلکہ دوسروں کی ہدایت کا ذریعہ بھی ہوگی۔ صـ۳

امشتبت) ناظرین کرام! یہ ہے وہ دلیل جس کو امتِ مرزائیہ بڑے فخر اور دعوے کے ساتھ خاتم النبیین کے معنی حل کرنے میں پیش کیا کرتی ہے۔ اور مرزا صاحب نے اس کو اپنی کتابوں میں متعدد مواضع میں پیش کیا ہے۔ اور منکرینِ ختمِ نبوت کو اس پر بڑا ناز ہے۔

اگرچہ آپ کا اس طویل عبارت کے پڑھنے میں تھوڑا سا وقت تو خرچ ہُوا ہوگا۔ لیکن میں نے اس طویل عبارت کو آپ کے سامنے اس واسطے نقل کیا ہے۔ کہ آپ امتِ مرزائیہ کی مایہ ناز دلیل کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑتی ہوئی دیکھیں۔ آپ ذرا خط کشیدہ الفاظ کو غور سے پڑھیں۔ منکر صاحب فرماتے ہیں:- کہ اگر خاتم النبیین کے معنی نبیوں کے بند کرنے والا کئے جائیں۔ (جیسا کہ تمام مسلمان کرتے ہیں) تو اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ جس طرح نبی کریم صلعم جسمانی اولاد سے محروم ہیں۔ اسی طرح آپ روحانی اولاد سے بھی محروم ہیں۔ یعنی منکر صاحب کے نزدیک اگر آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو۔ تو آنحضرت روحانی اولاد سے محروم ہو جاتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ منکر صاحب فرمائیں۔ کہ گذشتہ تیرہ سو سال میں کون نبی ہوا ہے۔ اگر کوئی نہیں ہوا جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیا اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔

بس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔ اور اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں"۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

(۱)۔ تو کیا تیرہ سو سال تک آنحضرت صلعم (فداہ ابی وامی) روحانی اولاد سے محروم ہی رہے۔ اور آج مرزا صاحب کے پیدا ہونے سے صاحب اولاد ہوئے؟

(۲) پھر تیرہ سو سال کے کفار کے لئے کیا جواب ہوا؟

(۳) کیا صحابہ رضؓ یا تابعین نے کفار کے اعتراض کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ اے کفار! اگرچہ بالفعل آپ روحانی اولاد سے بھی محروم ہیں۔ لیکن جب تیرہ سو سال کے بعد رئیس قادیان کی برکت سے آپ صاحب اولاد ہونگے تو اُس وقت تم کیا منہ دکھاؤ گے۔ جو ابتر کا اعتراض کرتے ہو؟

(۴) کیا صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین آنحضرت صلعم کی روحانی اولاد نہیں ہیں؟ جن کے بارہ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

" آنحضرت صلعم کی جماعت نے اپنے رسول مقبول کی راہ میں ایسا اتحاد اور ایسی روحانی یگانگت پیدا کر لی تھی۔ کہ اسلامی اخوت کی رو سے سچ مچ عضوِ واحد کی طرح ہو گئے تھے۔ ان کے روزانہ برتاؤ اور زندگی اور ظاہر و باطن میں انوار نبوت ایسے رچ گئے تھے۔ کہ گویا وہ آنحضرت کی عکسی تصویریں تھیں۔ (فتح اسلام" ۱۸،۱۷) اور سنئیے "کیونکہ حضرت عمر رضؓ کا وجود ظلی طور پر گویا آنحضرت صلعم کا ہی وجود تھا" (سر الخلافت ص ۳۲)

" اور آپ (یعنی ابوبکر صدیق) کتاب نبوت کے اجمالی نسخہ تھے۔ (حوالہ بالا)

جب صحابہ رضؓ آپ کی عکسی تصویریں تھیں اور اُن کے ظاہر و باطن میں انوارِ نبوت رچے ہوئے تھے۔ اور حضرت عمر رضؓ کا وجود ظلی طور پر آنحضرت کا ہی وجود تھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نبوت کے اجمالی نسخہ تھے (یعنی نبوت کا نچوڑ و خلاصہ) تو پھر یہ آنحضرت صلعم کی روحانی اولاد کیوں نہیں ہو سکتے؟

اور اگر صحابہ رضؓ، تابعین و تبع تابعین و بزرگانِ دین و آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالےٰ آنحضرت صلعم کی روحانی اولاد ہیں۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور آپ کو مجبوراً ماننا پڑیگا۔ تو پھر خاتم النبیین کے معنی نبیوں کا ختم کرنے والا کرنے سے یہ کیسے لازم آیا۔ کہ آپ روحانی اولاد سے محروم ہیں؟

کیا جس شخص کی لاکھوں، کروڑوں جانباز روحانی اولاد صحابہ رضؓ و بزرگانِ دین جیسی ہو۔ اسکو اولاد سے محروم کہا جائیگا؟

خدا آپ کو عقلِ صحیح عنایت فرمائے۔

جب حضرت عمرؓ کا وجود ظلی طور پر آنحضرت کا ہی وجود تھا۔ تو کیوں انہوں نے نبوت کا دعویٰ نہ کیا۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُن کے نبی بننے کی صلاحیت ان لفظوں سے بیان فرما دی۔

کہ لو کان بعدی نبی لکان عمر رضؓ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا ہوتا۔ تو عمر رضؓ ہوتے۔ اور مرزا صاحب بھی یہی کہتے ہیں کہ میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ (دیکھو ایک غلطی کا ازالہ مصنفہ مرزا صاحب)

پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت عمر رضؓ ظلی طور پر عین محمد صلعم ہوتے ہوئے

ظلی نبوت کا دعوے نہ کریں۔ اور نہ کسی کو یہ کہیں کہ جو مجھے نبی نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ اور اُس کی نجات نہیں ہوگی۔ لیکن مرزا صاحب ظلی طور پر عین محمد صلعم کے ادعاء کی بنا پر نبوت کا دعویٰ کریں۔ اور اپنے منکرین کو کافر کہیں وجہ فرق معقول بیان فرمائیے۔ ورنہ مسلمان ہو جائیے۔ یہ مہمل عذر مسموع نہیں ہوگا۔ کہ خدا نے جس کو چاہا نبی بنا دیا۔ کیونکہ اس کا تو بقول مرزا یہ مطلب ہوگا۔ کہ خدا نے پہلے وعدہ کیا۔ کہ تم نبوت کے کمالات حاصل کرو۔ اور دعا کرو۔ ہم تم کو نبی بنا دیں گے۔ لیکن جب حضرت عمر نے نبوت کے کمالات حاصل کر لئے۔ فنافی الرسول ہو کر عین محمد صلعم ہو گئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نبی ہونے کی صلاحیت بھی بیان فرما دی۔ وہ پانچ نمازوں کے اندر نبی بننے کی دعا بھی کرتے رہے۔ خدا نے وعدہ بھی کیا۔ کہ تم کو نبی بنا دیں گے۔ مگر پورا کرنے کا ارادہ نہ کیا۔

اور جب بقول مرزا صاحب صحابہ رضہ آنحضرت کی عکسی تصویریں تھیں۔ تو کیوں وہ مرزا صاحب کی طرح اس عبارت کا مصداق بن کر نبی نبوت نہ ہوئے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو۔ (دیکھو ایک غلطی کا ازالہ)

پس صحابہ رضہ کا باوجود آنحضرت صلعم کی عکسی تصویریں اور ظلی طور پر عین محمد ہونے کے نبوت کا دعویٰ نہ کرنا انقطاع نبوت حقیقیہ و ظلیہ و بروزیہ وغیرہ پر زبردست عملی ثبوت ہے۔ فافہم فانہ عزیز۔ اب ذرا گوش ہوش

سے سنئے۔ کہ خاتم النبیین کا معنی نبی گر کیوں غلط ہے۔ اور اس میں کیا کیا خرابیاں مضمر ہیں۔ پہلے چند کلمات تمہیدیہ سنئے۔ جو کہ مرزا صاحب آنجہانی کے ہیں فرماتے ہیں:-

وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ۔

یعنی کوئی قوم نہیں جس میں ڈرانے والا نبی نہیں بھیجا گیا۔ یہ اس لیے کہ ہر قوم میں ایک گواہ ہو کہ خدا موجود ہے۔ اور وہ اپنے نبی دنیا میں بھیجا کرتا ہے۔ پھر جب ان قوموں میں ایک مدت دراز گذرنے کے بعد باہمی تعلقات پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ اور ایک ملک کا دوسرے ملک سے تعارف اور شناسائی اور آمدورفت کا کسی قدر دروازہ بھی کھل گیا۔ اور دنیا میں مخلوق پرستی اور ہر ایک قسم کا گناہ بھی انتہا کو پہنچ گیا۔ تب خدا تعالےٰ نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا۔ تا کہ بذریعہ اس تعلیم قرآنی کے جو تمام عالم کی طبائع کے لئے مشترک ہے۔ دنیا کی تمام متفرق قوموں کو ایک قوم کی طرح بنا دے۔ اور جیسا کہ وہ واحد لاشریک ہے۔ ان میں بھی ایک وحدت پیدا کر دے۔ تا کہ وہ سب مل کر ایک وجود کی طرح اپنے خدا کو یاد کریں۔ اور اُس کی وحدانیت کی گواہی دیں۔ اور تا کہ پہلی وحدت قومی جو ابتدائے آفرینش میں ہوئی۔ اور آخری وحدت اقوامی جس کی بنیاد آخری زمانہ میں ڈالی گئی۔ یعنی جس کا خدا نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے وقت میں ارادہ فرمایا۔ یہ دونوں قسم کی وحدتیں خدائے واحد لاشریک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر بڑی شہادت ہو۔ کیونکہ وہ واحد ہے۔ اس لئے اپنے تمام نظام جسمانی اور روحانی میں وحدت کو دوست رکھتا ہے۔

(چشمہ معرفت مصنفہ مرزا صاحب حصہ اول ص۸۲)

ایک دوسری جگہ اسی کے قریب قریب لکھتے ہیں۔ کہ "جب دنیا نے پھر اتحاد اور اجتماع کے لئے پلٹا کھایا۔ اور ایک ملک کو دوسرے ملک سے ملاقات کرنے کے لئے سامان پیدا ہو گئے۔ اور باہمی تعارف کے لئے انواع اقسام کے ذرائع اور وسائل نکل آئے۔ تب وہ وقت آ گیا۔ کہ قومی تفرقہ درمیان سے اٹھا دیا جائے۔ اور ایک کتاب کے ماتحت سب کو کیا جائے۔ تب خدا نے سب دنیا کے لئے ایک ہی نبی بھیجا تا وہ سب قوموں کو ایک مذہب پر جمع کرے۔ اور تا وہ جیسا کہ ابتدا میں ایک قوم تھی۔ آخر میں بھی وہ ایک قوم بنا دے۔ (چشمہ معرفت ص۱۳۶ حصہ دوم)

میں نے مختصراً نقل کیا ہے۔ مرزا صاحب اس کو بڑی تفصیل اور زور کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ قرآن کریم کا نزول اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی اصلی غرض اور مقصد وحید تمام اقوام دنیا کو ایک مرکز اسلام پر جمع کرنا ہے۔

آمدم برسر مطلب۔ پس اگر ہم خاتم النبیین کے معنی نبی گر یعنی نبی بنانیوالا کریں۔ تو نزول قرآن و بعثت محمدیہ کی اصلی غرض

بالکل مفقود ہو جائے گی۔ اور بجائے اتحاد کے اختلاف اور بجائے اسلام کے کفر سے دنیا بھر جائیگی۔ کیونکہ جب نبیوں کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے۔ اور ہر ایک نبی پر قرآن کی طرح قطعی اور یقینی وحی بھی نازل ہوگی۔ اور ہر ایک نبی اور اس پر نازل شدہ وحی پر ایمان لانا بھی ضروری ہوا۔ اور ان کا انکار یا تکذیب یا ان کی رسالت و نبوت میں تردد کفر ہوا۔ تو قیامت تک کروڑوں کافر قومیں بن جائینگی۔

مثلاً اب دنیا میں چالیس کروڑ مسلمان ہیں۔ مرزا صاحب کی نبوت کے انکار سے سوائے مرزائیوں کے اور سب کافر ہو گئے۔ اس طرح مرزا صاحب کے بعد عبد اللطیف گناچوری اور نبی بخش مہاراج کے اور مولوی چراغ الدین جموی اور عبد اللہ تیماپوری وغیرہم مریدان مرزا صاحب مدعیان نبوت کے انکار سے مرزائی بھی کافر ہو گئے۔ اور اسی طرح چند نبی اور آگئے۔ جیسا کہ جناب مرزا بشیر الدین صاحب خلیفہ ثانی مرزا صاحب قادیانی کے فرمان عالیشان سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دیجائے۔ کہ تم یہ کہو۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ تو میں اُسے کہوں گا۔ کہ تو جھوٹا ہے۔ کذاب ہے"۔ (انتہا غصہ) (انوار خلافت ص ۶۵)

(۲) "ایک نبی کیا۔ میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی اور ہونگے"۔ (تناپاش) (انوار خلافت مصنفہ خلیفہ صاحب ص ۶۲)

تو پھر اسلام کی خیر نہیں۔ ہزاروں نبی ہوں گے۔ اور ہزاروں تو میں

مسلمان ان کے انکار سے کافر ہو جائیں گی۔

واضح رہے کہ مرزا صاحب کے بعد بقول مرزا صاحب وہی نبی ہو سکتا ہے۔ جو مرزا صاحب کو نبی مانتا ہو۔ اور جو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے ان میں سے قیامت تک کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

اسی واسطے امتِ مرزائیہ سے ہر سال کیڑوں کی طرح نبی ظاہر ہو رہے ہیں۔ پس چالیس کروڑ مسلمان تو مرزا صاحب کی نبوت کے انکار سے کافر ہو گئے۔ اور اب نئے نبیوں سے جو کافر بنیں گے۔ وہ صرف مرزائی ہی ہوں گے۔

الحاصل یہودیوں عیسائیوں۔ ہندوؤں وغیرہ کا مسلمان ہونا اور تمام کا ایک ہی مذہب اسلام پر ہو جانا اور ایک ہی وجود کی طرح ہو کر خدا کی عبادت کرنا تو درکنار سابق مسلمان بھی کافر ہو جائیں گے۔ اور آنے والے نبی ایک ایک کو چن چن کر کافر بنائینگے۔ اور چند ہی دنوں تک دنیا سے مسلمانوں کا بیج ختم ہو جائیگا۔

آنیوالے نبی ایسے برخوردار ہیں۔ کہ بجائے اس کے کہ یہودیوں عیسائیوں وغیرہ کو مسلمان بنائیں۔ اور ان میں اپنی پیری مریدی جمائیں۔ بچارے مسلمانوں کو ہی کافر بنائیں گے۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے کیا۔ الغرض ایک نبی اور ایک قرآن کا مقصود تو یہ تھا۔ کہ تمام اقوام دنیا کو ایک مرکز پر جمع کیا جائے۔ لیکن جریانِ نبوت سے خود قرآن کے اور محمد رسول اللہ کو رسول ماننے والے بھی کافر ہو کر ہزاروں جماعتوں میں منقسم ہوئے جاتے ہیں

تو اوروں کو کیا مرکز اسلام پر جمع کرینگے۔ یہ ساری خرابی اس سے پیدا ہوئی کہ خاتم النبیین کے معنی نبی گر کئے۔ اور قرآن و محمد الرسول اللہ کے علاوہ آنے والے نبیوں اور ان کی وحی پر ایمان لانا ضروری قرار دیا۔ اور پھر وہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر عیسٰے علیہ السلام تک تھا۔ پھر ساری دنیا کی طرف ایک قرآن اور ایک رسول بھیجنے کا کیا فائدہ ہوا؟ اگر قرآن شریف قیامت تک کے لئے کافی ہے۔ تو پھر آئندہ وحی پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر آئندہ وحی و رسول پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ تو پھر محمد رسول اللہ اور قرآن پر ایمان لانا تو کافی نہ ہوا۔ حالانکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ قرآن اور محمد رسول اللہؐ پر ایمان لانے سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے۔

جب آنے والی وحی بھی قرآن کی طرح قطعی ہے۔ اور ان کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ تو نبوت ظلیہ۔ بروزیہ براز یہ وغیرہ مخترعات کیا بلا ہیں۔ اگر مرزا صاحب تشریعی نبی ہوں۔ تب بھی مسلمان کافر۔ اگر مستقل نبی ہوں۔ تب بھی کافر۔ اگر ظلی بروزی ہوں تب بھی کافر کیا جریان نبوت کا عقیدہ اسلام کو نیست و نابود کرنے کا ہم معنی نہیں ہے؟

یاد رکھئے۔ ہمارے نزدیک قرآن کریم پر ایمان لانے کے علاوہ اور کسی نئی چیز پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے۔ خواہ کسی بزرگ کا الہام ہو۔ یا کشف ہو یا خواب ہو۔ پیشگوئی ہو یا امر ہو یا نہی ہو۔

قرآن پر ایمان لانے میں خدا تعالےٰ کی ذات و صفات اور تمام پیغمبر و مبدء و معاد داخل ہیں۔ شاید آپ کو شبہ ہو۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے۔ تو اُن پر ایمان لاؤ گے یا نہیں۔ کان کھول کر سن لیجئے:۔

کہ تمام مسلمان اس وقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو رسول مانتے ہیں۔ اگر اس وقت کوئی شخص عیسےٰ بن مریم علیہ السلام کو رسول نہیں مانتا۔ تو وہ کافر ہے۔ اسی طرح ان کے نزول کے وقت اگر کوئی شخص اُن کو رسول تسلیم نہیں کریگا۔ تو وہ کافر ہوگا۔

نہ بایں معنی کہ ایمانیات اسلام میں عیسےٰ علیہ السلام پر ایمان لانا اضافہ کیا جائیگا۔ بلکہ بایں معنی کہ جیسا اب حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی طرح اُس وقت ہوگا۔ الغرض ایمانیات اسلام میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوگا۔ بلکہ جتنی چیزوں پر اب ایمان لانا ضروری ہے۔ اتنی ہی چیزوں پر اُس وقت ایمان لانا ضروری ہوگا۔ برخلاف مرزا صاحب کی وحی کے کہ پہلے اس پر ایمان لانا ضروری نہیں تھا۔ کتب شریعت خصوصاً کتب عقائد اٹھا کر دیکھئے۔ آپ کو یہ کہیں نہیں ملیگا کہ قرآن کے بعد آنے والی وحی پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ جب تیرہ سو سال کے مسلمانوں کے ایمانیات میں نہیں ہے۔ تو پھر نئی وحی پر ایمان لانا شریعت محمدیہ پر اضافہ ہوا۔ اور یہی تشریع ہے۔ پھر کس منہ سے آپ کہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب صاحب شریعت نبی نہیں ہیں۔

Marfat.com

ناظرین کرام! یہ ہے مرزائیوں کی مایۂ ناز دلیل جریانِ نبوت پر جس کے پول کو کھول کر آپ کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ انصاف آپ پر ہے۔

ہم بھی اس دلیل میں غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔

شعر:- ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

خاتم النبیین بمعنے آخر النبیین

مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ سورۂ احزاب ع ۵

ترجمہ:- محمد صلعم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ کے رسول ہیں۔ اور تمام انبیاء میں سے آخری ہیں۔

شانِ نزول زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی۔ کہ اپنے منہ بولے بیٹے (متبنیٰ) کو تمام احکام میں بیٹے کی طرح سمجھتے تھے حتّٰے کہ میراث میں بھی جب اسلام آیا۔ تو اس نے بہت سی خرابیوں کی وجہ سے جو اس رسم میں تھیں۔ اس کو مٹانے کا حکم دیا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی:-

وما جعل ادعیاءکم ابناءکم ذٰلکم قولکم بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ادعوھم لاٰباءھم ھو اقسط عند اللہ۔

(سورۂ احزاب ع ۱)

ترجمہ:۔ اور خدا نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنا دیا۔ یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے۔ اور اللہ تعالےٰ حق بات فرماتے ہیں۔ اور وہی سیدھا راستہ بتلاتے ہیں۔ تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے پہلے زید بن حارثہ کو اپنا متبنےٰ (منہ بولا بیٹا) بنایا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ اُن کو زید بن محمدؐ کہہ کر بلایا جاتا تھا۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان کو زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔ پھر چونکہ رسوم باطلہ جو کہ قوم میں رائج تھیں۔ ان کی مخالفت بہت بڑا دشوار امر تھا۔ بوجہ اس کے کہ مخالفت کرنے والا طعن و تشنیع و ملامت کا نشانہ بن جاتا تھا۔ اور ان کی مخالفت پر وہی شخص جرأت کر سکتا تھا۔ جو خدا کے حکم میں سوائے خدا کے کسی طعن و ملامت کی پرواہ نہ کرے۔ تو خدا تعالےٰ نے اپنے رسول صلعم کو زینب بنت جحش کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم دیا۔ جو کہ اس سے پہلے حضرت زید بن حارثہ آنحضرت صلعم کے متبنےٰ کے نکاح میں تھیں۔ اور زید بن حارثہ نے ان کو طلاق دیدی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فلما قضیٰ زید منہا وطراً زوجنکہا لکی لا یکون علی المومنین حرج فی ازواجِ ادعیائہم اذا قضوا منہن وطراً (سورۂ احزاب ع ۵)

ترجمہ:- پھر جب زید نے اسکو طلاق دیدی۔ ہم نے آپ سے اس کا نکاح کردیا۔ تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے۔ جب وہ اُن کو طلاق دیدیں۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زینب سے نکاح فعلی تبلیغ تھی تاکہ مسلمان منہ بولے بیٹے کی بیوی کو حرام نہ سمجھیں۔ اور اس سے نکاح کرنے سے نفرت نہ کریں۔ جب رسول نے نکاح کیا۔ تو پھر اور کس مسلمان کی جرأت ہے۔ کہ رسول کی سنت سے نفرت کرے۔

یہ عمدہ طریقہ ہے۔ اس رسم کے مٹانے کا الحاصل جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے حضرت زینب سے نکاح کیا۔ تو کفار کہنے لگے۔ کہ یہ کیسا رسول ہے جس نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا۔ تو خدا تعالےٰ نے یہ آیت

ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین اُتاری۔ مطلب یہ ہوا۔ کہ جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے حقیقتاً باپ نہیں ہیں جس کی وجہ سے بیٹے کی بیوی باپ پر حرام ہوتی ہے۔ تو پھر منہ بولے بیٹے کی بیوی سے طلاق کے بعد اگر انہوں نے نکاح کرلیا ہے۔ تو یہ کونسی جرم کی بات ہوئی۔

Marfat.com

جملہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم اور ولکن رسول اللہ
وخاتم النبیین کا آپس میں تعلق اگر کوئی کہے۔ کہ پھر ماکان محمد ابا احد
من رجالکم اور ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کا آپس میں کیا تعلق ہے
تو جواب یہ ہے۔ کہ جب خدا تعالٰے نے یہ فرمایا۔ کہ محمد صلعم تم مردوں میں
سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ تو یہاں چند شبہات پیدا ہونے کا احتمال
تھا۔

(۱) جب آپ باپ نہیں ہیں۔ تو باپ میں جو شفقت پدری ہوتی ہے
وہ بھی آپ میں نہیں ہوگی۔ حالانکہ نبی کی شفقت اپنی امت پر لوازم
نبوت سے ہے۔

(۲) ہر ایک نبی اپنی قوم و امت کا باپ ہوتا ہے۔ جیسا کہ راغب اصفہانی
نے مفردات میں کہا ہے۔ کہ جو شخص کسی چیز کی ایجاد یا ظہور یا اصلاح میں
سبب ہو۔ اس کو باپ کہا جاتا ہے۔ اور اسی واسطے ہمارے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو مومنوں کا باپ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں
النبی اولی بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم وبعض القراءت
ھواب لھم انتھی کلام الراغب۔ یعنی نبی مسلمانوں کے زیادہ قریب ہے۔
بہ نسبت انکی جانوں کے۔ اور آپ کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ اور
بعض قرأتوں میں ہے۔ کہ آپ مسلمانوں کے باپ ہیں۔ جب آپ کی
بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ تو ضرور آپ باپ ہوں گے۔ پس یہ کہنے سے کہ
مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔

کسی کو یہ وہم ہو سکتا تھا۔ کہ آپ روحانی باپ یعنی رسول بھی نہیں ہیں ظاہر نظر میں یہ کہنے سے کہ آپ کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کمی کا اظہار تھا اور کفار کے اس طعن میں جو حضور پر کیا کرتے تھے۔ کہ یہ ابتر (لاولد بے نام و نشان ہونے والا) ہے۔ ان کو ڈھیل دیتا ہے۔ کہ وہ خوب اعتراض کر کے دل خوش کریں۔

پس ان اوہام و شبہات کے ازالہ کے لئے لکن رسول اللہ و خاتم النبیین لایا گیا ہے۔ اور لکن عربی زبان میں اسی واسطے موضوع ہے۔ کہ اس سے پہلے کلام میں جو شبہ پیدا ہو سکتا تھا۔ اس کا ازالہ کر دے۔ لہذا لکن رسول اللہ و خاتم النبیین کہنے سے تمام شبہات زائل ہو گئے۔ پہلے شبہ کا ازالہ تو اس طرح ہوا۔ کہ لکن رسول اللہ۔ کہہ کر آپ کے لئے رسالت ثابت کی۔ اور رسول امت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ لہذا پہلے جملے یعنی ماکان محمد ابا احد من رجالکم میں جسمانی باپ ہونے کی نفی ہو گی۔ اور ولکن رسول اللہ میں روحانی باپ ہونے کا ثبوت ہو گا۔

پس گویا کہ یوں کہا گیا۔ کہ اگرچہ آپ جسمانی باپ نہیں ہیں۔ لیکن آپ روحانی باپ ہیں۔ اور روحانی باپ اپنی روحانی اولاد پر زیادہ شفیق زیادہ مہربان ہوتا ہے۔ بہ نسبت جسمانی باپ کے پھر آپ میں شفقت کیوں نہیں ہو گی۔

اور دوسرے شبہ کا ازالہ بالکل واضح ہے۔ کہ ماکان محمد ابا احد من

رجالکم میں جسمانی باپ ہونے کی نفی ہے۔ جو نبوت کے لئے لازم نہیں۔
اور روحانی باپ ہونا نبوت کے لئے لازم ہے۔ سو اس کی نفی نہیں۔

اور تیسرے شبہ کا ازالہ اس طرح ہوا۔ کہ آپ رسول ہونے کی وجہ سے
اپنی امت کے باپ ہیں۔ اور باپ بھی ایسے کہ آپ کی روحانی اولاد کا شمار
سوائے خداتعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔

قیامت تک آپ کی اولاد بڑھتی چلی جائیگی۔ نہ کوئی نیا نبی آئیگا
اور نہ اس کے انکار سے کافر ہو کر آپ کی اولاد سے کوئی نکلیگا۔ اور نہ محدث
مجدد۔ ولی۔ قطب غوث ابدال کے انکار سے کوئی کافر ہوگا۔ ان کو ماننے
والے اور نہ ماننے والے دونوں مسلمان رہیں گے۔ اس طرح پر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی بے شمار روحانی اولاد ہوگی۔ اور ان کے ذریعہ سے آپ کا
نام تمام دنیا میں ہمیشہ چمکتا رہیگا۔ تو اے کفار جس شخص کے بعد کروڑہا
انسان اس کا نام روشن کرنے والے ہوں۔ تم اس کو ابتر (بے نام و نشان
ہو جانے والا) کہتے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔

اور آپ کے دشمنوں کے متعلق حضور کو ارشاد ہوا۔

اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَالْاَبْتَرُ یقیناً تیرا دشمن بے نام ونشان ہو جائیگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان معنوں میں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت
بڑی مدح ہے۔ اور اس سے آپ کی شان ظاہر ہوتی ہے۔

برخلاف اس کے خاتم النبیین بمعنی نبی گر لینے سے تو آپ کی صریح مذمت ہے
کیونکہ ہر ایک نبی کے آنے پر آپ کی روحانی اولاد انکار سے کافر ہو کر آپ کی اولاد

سے نکلتی جائے گی۔ اور بہت ہی تھوڑے عرصے میں دنیا آپ کی اولاد سے خالی ہو جائیگی۔ اور دنیا پر آپ کا نام لینے والا کوئی نہ رہیگا۔ اور بچاری تمام امت کافر ہو کر جہنم میں چلی جائیگی۔ اور جنت صرف نئے نبیوں اور ان کے چند ہمراہیوں کے لئے کبڈی گاہ بنادی جائے گی۔ اور ہمراہیوں کا ساتھ ہونا بھی احتمالی ہے۔ کیونکہ نئے نبیوں نے کافروں کو تو مسلمان بنانا نہیں صرف مسلمانوں کو ہی کافر بنانا ان کا کام ہوگا۔ تو مسلمان بچارے کب تک ان انبیاء کی کفر کی مشین گنوں کا مقابلہ کریں گے۔ کچھ تو شرم کرو۔ ۵

بہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا
وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

(منکر) پس خاتم کے معنی مہر ہیں۔ آگے مہر کی دو غرضیں ہوتی ہیں۔

(۱) تصدیق۔ (۲) تزئین۔ ۳

(مثبت) غلط ہے۔ خاتم آلہ ختم کو کہتے ہیں۔ جب آپ خاتم کو اسم آلہ تسلیم کر چکے ہیں۔ دیکھئے اجراء نبوت ص۱ اور اسم آلہ وہ ہوتا ہے۔ کہ جس فعل سے اس کو بنایا جاوے۔ اس فعل کے کرنے کا آلہ ہو۔ جیسے مضراب مارنے کا آلہ۔ مقراض کاٹنے کا آلہ۔ مجلاب کھینچنے کا آلہ۔ علیٰ ہذا القیاس خاتم کا معنی ختم کرنے کا آلہ ہوگا۔ کیونکہ یہ فعل ختم سے بنا ہے اور ختم کے معنی اختتام اور انتہا کے ہیں۔

سنئے! ختم الشئی من باب ضرب یعنی چیز ختم ہوگئی۔

ختم اللہ بخیر۔ یعنی خدا نے اس کا خاتمہ بخیر کیا۔ ختم القرآن آخرہ

ختم قرآن کے معنی آخیر تک پڑھ جانا۔

والخاتم بفتح التاء وکسرھا الختام والخاتام کلہ بمعنی وخاتمۃ الشئی آخرہ۔ (مختار الصحاح ص ۲۷۵) یعنی خاتم خواہ تا کی زیر کے ساتھ ہو۔ یا زبر کے ساتھ اور ختام وخاتام سب کے ایک ہی معنی ہیں۔ اور وہ ایک معنی یہی ہیں ختم کرنے والا۔ کیونکہ خاتم بالکسر ختم سے اسم فاعل ہے اور اس کے معنے ختم کرنے والا کے ہیں نہ کوئی اور۔ تو جب خاتم بالفتح کو بھی خاتم بالکسر کا ہم معنی قرار دیا تو دونوں کے معنے ختم کرنے والے کے ہوتے ہیں۔ لیجئے صاحب آپ تو یہ کہہ کر کہ یہ اسم فاعل نہیں ہے۔ بلکہ اسم آلہ ہے۔ ختم کرنے کے معنی سے بھاگتے تھے۔ لیکن وہ پھر آپ کے گلے کا ہار ہوگئے۔ خاتم النبیین کا معنی یہ ہوگا۔ کہ آپ نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور خاتم کے معنی مہر یا انگوٹھی اس وقت ہوتا ہے جب اسکا مضاف الیہ البیا ہو۔ جس کی مہر یا انگوٹھی بنتی ہے۔ خاتم فضۃ چاندی کی انگوٹھی۔ خاتم ذھب سونے کی انگوٹھی۔ خاتم حدید لوہے کی انگوٹھی۔ اور جب اسکا مضاف الیہ ذوی العقول ہو۔ تو اس وقت اس کا معنی انگوٹھی یا مہر نہیں ہوتا۔ ورنہ عربی لغت اور محاورات عرب سے اس کی مثال پیش کیجئے۔ کہ خاتم مضاف ہو اور مضاف الیہ جمع ذوی العقول ہو۔ اور آئمہ لغت نے تصریح کی ہو۔ کہ۔

یہاں اس کے معنی مہر کے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے خاتم بمعنی آخری کی تصریح پیش کر دی ہے۔ اور بالفرض اگر آپ کے کہنے سے تھوڑی دیر کے لئے مان لیں

کہ خاتم النبیین میں خاتم کے معنی مہر کے ہیں تب بھی نبی گری ثابت نہیں ہوگی
کیونکہ مہر کرنے کا مقصد جسطرح تصدیق ہوتی ہے۔ اسی طرح بند کرنا بھی
ہوتا ہے یعنی مضمون ختم کر کے مہر لگائی جاتی ہے۔ اور اُس میں کوئی چیز داخل
نہیں ہو سکتی۔ اور مہر کو توڑنا جرم ہے۔ کیونکہ مہر توڑنے سے یا کسی چیز
کا نکالنا مقصود ہوگا۔ یا اس میں داخل کرنا۔ اور مہر لگنے کے بعد یہ دونوں
چیزیں ممنوع ہیں۔ پس مرزا صاحب خاتم النبیین کی مہر توڑ کر بڑے جرم
کے مرتکب ہوئے ہیں۔

اسی طرح بادشاہوں کے کھانوں پہ مہر لگی ہوتی ہے۔ تاکہ اس میں سے
کوئی نکال نہ لے۔ یا اُس میں کوئی مہلک چیز داخل نہ کر دے۔ اسی طرح
خاتم النبیین کے ذریعہ تمام پیغمبروں پر مہر لگا دی گئی ہے۔ کہ وہ سب سچے
تھے۔ تاکہ کوئی ملحد زندیق کذاب دجال اپنا زہر آلود جسم پیغمبروں
میں داخل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اور مسلمان اس کو پیغمبر خیال کر کے
اس کے زہر سے ہلاک نہ ہو جائیں۔ یہ کلام اس تقدیر پر ہے۔ کہ ختم بمعنی
مہر کرنا لیا جائے۔ اور اس میں تصدیق اور اختتام دونوں ملحوظ ہوں۔
اور بسا اوقات ختم بمعنی مہر کرنا ہوتا ہے۔ اور اس میں تصدیق کا معنی
بالکل ملحوظ نہیں ہوتا۔ سنئے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:-

ختم اللہ علےٰ قلوبھم یعنی اللہ نے کافروں کے دلوں پر مہر کر
دی ہے۔ اور ان کے متعلق فرماتے ہیں۔ لا یومنون۔ کہ وہ ایمان
نہیں لائیں گے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جس چیز پر مہر لگائی جاتی ہے۔ اس میں

Marfat.com

نہ کوئی چیز داخل ہو سکتی ہے۔ اور نہ نکل سکتی ہے۔ چنانچہ اس مثال کو غور سے دیکھیے۔ کہ ان کے دلوں پر مہر ہے۔ نہ تو ان کے اندر ایمان داخل ہو گا۔ اور نہ ان میں سے کفر نکلے گا۔ اگر ایمان داخل ہو جائے۔ تو قرآن کی پیشگوئی غلط ہوگی۔ نعوذ باللہ من ذالک

ملک الشعراء کہتا ہے ؎

اروح وقد ختمت علی فوادی
بحبک ان یحل بہ سواکا

ترجمہ - میں تجھ سے اس حال میں رخصت ہوتا ہوں۔ کہ تو نے میرے دل پر اپنی محبت کی مہر لگا دی ہے۔ اس خیال سے کہ اس میں کوئی اور نہ اُترے۔ دیکھیے اس شعر میں مہر کرنے کی غرض یہی بیان کی گئی ہے۔ کہ مختوم کے اندر اور کوئی چیز داخل نہ ہو سکے۔ ورنہ شعر کی نزاکت باقی نہیں رہ سکتی۔

اس طرح سے خاتم النبیین کا یہ معنی ہو گا۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کے گروہ پر مہر لگا دی ہے۔ اب ان میں کوئی شخص داخل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر محمد رسول اللہ صلعم کو تمام نبیوں کا ختم کرنے والا نہ تسلیم کیا جائے۔ تو صاحب شریعت نبیوں کا ختم کرنے والا کہ آیت سے آپ ثابت کریں گے۔ جب خاتم النبیین کے معنی افضل، اعلیٰ، زینت انبیاء یا نبی گر ہوئے۔ تو اگر کوئی چھوٹی موٹی شریعت لے آوے اور بعض احکام کی بمصالح وقتیہ کی وجہ سے ترمیم کر دے۔ تو آپ کس آیت سے اسکا منہ بند کرینگے

جب وحی الٰہی آسکتی ہے۔ جس کے انکار سے انسان کافر ہوجاتا ہے۔ تو بعض احکام جدید لانے والے کے انکار سے بھی تو کافر ہی ہوگا۔ پھر نئی شریعت کیوں نہیں آسکتی۔ جب ایمانیات میں نئی چیزیں داخل ہوسکتی ہیں۔ تو اعمال میں کیوں نہیں ہوسکتیں۔ جس طرح آپ نے باطل تاویلوں سے مرزا صاحب کی وحی اور ان کی رسالت کو ایمانیات کے اندر داخل کردیا ہے کیا اسی طرح اگر کوئی شخص اعمال میں کمی بیشی کرے تو کیا۔ مزید استحالہ لازم آئیگا؟ ذرا سوچ سمجھ کر حرکت کرنی ہوگی۔

سنبھل کر رکھئے قدم دشتِ خار میں مجنوں
کہ اس دشت میں برہنہ پا بھی ہیں

(منکر) غرضیکہ بند کرنے کے معنی کسی جگہ نہیں ہوتے۔ صہ

(مثبت) بالکل سفید جھوٹ ہے۔ لغت کے حوالے تو آپ نے سُن لئے اب اپنے مبلغ علم کا حوالہ بھی سُن لیجئے۔ "خاتم بفتح تا ہو تو تین معنی رکھتا ہے۔ مُہر۔ انگوٹھی۔ آخر۔

احمدیہ نوٹ بک ص۳۱۳ فرمایئے آخر کے یہاں کیا معنی ہیں۔ آخری کے یا زینتِ مُہر کے۔

(منکر) نبی کریم صلعم کو ان معنوں میں خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ کہ آپ کی پیروی سے جہاں صالح، شہید اور صدیق کا درجہ ملتا ہے۔ وہاں آپ کی پیروی سے نبوت کا درجہ بھی مل سکتا تھا۔ صہ

(مثبت) صالح، شہید۔ صدیق کے متعلق تو نصوصِ شرعیت کے

اندر تصریح ہے۔ کہ یہ تینوں درجے اس امت کو ملیں گے۔

اور اس سے بڑھ کر یہ کہ صدیق شہید صالح اس امت میں پیدا ہوئے۔ جو فریقین کو مسلم ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ نبی جو سب سے بڑا درجہ تھا اس کے متعلق قرآن یا حدیث یا اقوال سلف میں کہیں تصریح نہیں ہے۔

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں آپ کی پیروی سے نبی بنیں گے۔ اور ان پر ایمان لانا فرض ہوگا۔ اور ان کا منکر کافر ہوگا۔ چھوٹے درجے بیان فرما دیئے۔ اور بڑا درجہ بیان نہ فرمایا۔ اور نہ کسی نے بڑا درجہ آج تک حاصل کیا۔ یہ قطعی دلیل ہے اس بات پر کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی کسی قسم کا پیدا نہیں ہوگا۔ فافہم

(منکر) آخری کے یا بند کرنا کے معنی کرنے کی صورت میں چونکہ آپ اپنے پہلے نبیوں کی نسبت سے آخری بنتے ہیں۔ باقی نبی بھی اپنے پہلے نبیوں کی نسبت آخری بنتے ہیں پھر ان کو بھی خاتم کہنا پڑے گا صفحہ ۴۲

(مثبت) یہ تو ہماری دلیل ہے۔ کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں۔ اگر اس کے معنی آخری نبی کے نہ ہوتے۔ تو اور انبیاء کو بھی خاتم النبیین کہا جاتا۔ حالانکہ قرآن حدیث میں اور کسی نبی کو خاتم النبیین نہیں کہا گیا۔ معلوم ہوا۔ کہ خاتم النبیین کا عہدہ صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی دیا گیا ہے۔ اور آپ کے ساتھ خاص اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کو آخر النبیین تسلیم کیا جائے۔

(منکر) ان کے (عیسےٰ علیہ السلام کے) بعد تا قیامت بنی اسرائیل میں سے ان کی شرارتوں کی وجہ سے نبی پیدا ہونے بند ہو گئے۔ ص۴

(مثبت) ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا

جناب! جب بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ تو مرزا صاحب بھی تو اسرائیلی ہیں۔ وہ کیسے نبی بن بیٹھے؟

سنیئے مرزا صاحب فرماتے ہیں "خدا نے مجھے یہ شرف بخشا ہے کہ میں اسرائیلی بھی ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ مصنفہ مرزا صاحب ص۱۵)

(منکر) اس جگہ سوال تو بعدیت کا ہے جب عیسےٰ علیہ السلام آ گئے۔ تو نفی ٹوٹ گئی۔ چنانچہ نبی کریم کے صحابی حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث میں جہاں مسئلہ اجرا نبوت کی بحث موجود ہے وہاں مولانا کے اس سوال کا جواب بھی موجود ہے مغیرہؓ نے ایک شخص کو لانبی بعدی (میرے بعد نبی نہیں) کہنے سے ڈانٹا اور فرمایا۔

کفاک اذا قلت انہ خاتم الانبیاء فانا کنا نحدث ان عیسیٰ خارج فان ھو خرج فقد کان قبلہ وبعدہ۔ کہ بھائی لانبی بعدی مت کہا کرو۔ اس سے لوگوں کو دھوکا لگتا ہے۔ کیونکہ عیسےٰ علیہ السلام خروج کریں گے۔ تو وہ آپ کے بعد ہی ہوں گے۔ ص۹۵و۹۶

(مثبت) الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

ناظرین کرام! منکر صاحب نے ہوشیاری تو بڑی کی۔ لیکن خدا کی قدرت خود ہی پھنس گئے۔ حضرت مغیرہ کی روایت منکر صاحب کے تمام شبہات کے ازالہ کے لئے کافی ہے۔ جب منکر صاحب نے خود اس روایت کو نقل کیا ہے۔ تو اب اس کی صحت سے انکار نہیں کر سکتے۔ اولاً میں آپ کے سامنے مذکورہ روایت کے الفاظ مع حوالہ نقل کرتا ہوں۔ بعدہٗ اس کا لفظ بلفظ ترجمہ کر دیتا ہوں۔ آپ خود ترجمہ ہی سے سمجھ جائیں گے۔ کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت کیا کہہ رہی ہے۔

عن الشعبی قال قال رجلٌ عند المغیرۃ بن شعبۃ رض صلی اللہ علےٰ محمدٍ خاتم الانبیاء لا نبی بعدہٗ فقال المغیرۃ بن شعبۃ حسبک و اذا قلت خاتم الانبیاء فانا کنا نحدث ان عیسیٰ علیہ السلام خارج فان ھو خرج فقد کان قبلہ و بعدہٗ۔ (در منثور صفحہ ۲۰۴ ج ۵)

ترجمہ:- امام شعبی رحمہ سے مروی ہے۔ کہ ایک شخص نے حضرت مغیرہ رض بن شعبہ کے سامنے یہ کہا۔ کہ صلی اللہ علی محمدٍ خاتم الانبیاءِ لا نبی بعدہٗ (یعنے اللہ درود بھیجے محمد صلعم پر جو نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہے) تو حضرت مغیرہ رض نے فرمایا۔ کہ خاتم الانبیا کہنا تجھ کو کافی ہے۔ کیونکہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام نکلیں گے۔ پس جب وہ نکلیں گے۔ تو وہ آنحضرت صلعم کے پہلے بھی ہیں اور بعد بھی ہیں ؂

ناظرین کرام! اس روایت میں آپ خوب غور کریں۔ کہ حضرت مغیرہ رض کس طرح عوام الناس کے عقائد کو بچا رہے ہیں۔ کہ لانبی بعدہٗ نہ کہا کرو۔ صرف خاتم الانبیاء کہنا کافی ہے۔

کیونکہ لانبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) میں جو لا ہے۔ اس کو عربی زبان میں لائے نفی جنس کہتے ہیں۔ اور جو چیز اس کے بعد ہو۔ اس کے وجود کی بالکلیہ نفی کرتا ہے۔ مثلاً لا رجل فی الدار (گھر میں کوئی مرد نہیں) اس وقت کہا جائیگا۔ جب گھر میں کسی مرد کا وجود نہ ہو۔ نہ ایک ہو نہ دو نہ چار۔ بالکل گھر میں کوئی مرد نہ ہو۔ جب لائے نفی جنس کا استعمال بالکلیہ وجود کی نفی کے لئے ہے۔ تو لانبی بعدی کہنے سے ظاہر نظر میں یہ شبہ ہو سکتا تھا۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کا وجود ہونا بھی ممکن نہیں۔ گو وہ پہلے انبیاء میں سے ہی ہو۔ حالانکہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی حیات اور ان کے نزول پر امتِ مسلمہ کا اجماع ہے۔

اس لئے حضرت مغیرہ رض نے لانبی بعدی کہنے سے روکا۔ کہ اس سے بظاہر عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کی نفی ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ آنحضرت صلعم کے بعد زندہ ہیں۔ اور جو معنی خاتم النبیین کے ہیں۔ وہ خاتم الانبیاء (یعنی نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والے) کہنے سے ادا ہو جاتے ہیں۔ لہذا لانبی بعدہٗ کو خاتم الانبیاء کے ساتھ ملانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس شخص نے خاتم الانبیاء کو لانبی بعدہٗ کے ساتھ ملا کر یوں کہا تھا۔

صلی اللہ علی محمد خاتم الانبیاء لانبی بعدہٗ۔ اور ملانے سے جیسے

علیہ السلام کی حیات کی نفی کا شبہ اور زیادہ قوی ہو جاتا تھا۔ کیونکہ خاتم الانبیاء کے معنی نبیوں کا ختم کرنے والا ہوئے۔ یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ تو لانبی بعدہٗ سے یہی سمجھ میں آوے گا۔ کہ پہلے نبیوں میں سے بھی آپ کے بعد کسی کا وجود ثابت نہیں۔ اس مفسدے کی وجہ سے حضرت مغیرہ رضؓ نے لانبی بعدہٗ کو خاتم الانبیاء کے ساتھ ملانے سے روک دیا۔ اس روایت سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

(۱) عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ اور وہی نازل ہوں گے۔ نہ کوئی اور اس کے لئے حضرت مغیرہ کے ان لفظوں کو پڑھئے۔

کنا نحدث ان عیسیٰ علیہ السلام خارج (نان) ھو خرج فقد کان قبلہ وبعدہٗ۔

کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام خروج کرینگے پس جب وہ نکلیں گے۔ تو وہ آپ سے پہلے بھی ہیں۔ اور بعد بھی ہیں۔

حضرت مغیرہ رضؓ فرماتے ہیں۔ کہ جو عیسیٰ آنے والا ہے۔ وہ وہ ہے۔ جو آپ سے پہلے بھی ہے۔ اور بعد بھی ہے۔ اور وہ صرف عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ نہ کوئی اور۔ فقد کان قبلہٗ وبعدہٗ زیر نظر رہے۔ منکر صاحب بتائیں۔ کہ قبلہٗ وبعدہٗ کا کیا مطلب ہے۔

منکر صاحب کی دیانت پر مجھے سخت افسوس ہے۔ کہ آپ نے لفظ قبلہٗ نقل تو کیا۔ لیکن مطلب بیان کرتے وقت اُس کو کھا گئے۔

ناظرین! منکر صاحب کا ترجمہ بھی ملاحظہ کریں۔ فرماتے ہیں۔ کہ عیسائی لانبی بعدی مت کہا کرو۔ اس سے لوگوں کو دھوکہ لگتا ہے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام خروج کریں گے۔ تو وہ آپ کے بعد ہی ہوں گے۔ ص۶

اچھا بعدہٗ کا ترجمہ تو بعد ہی ہوں گے۔ ہوا تو قبلہ کا ترجمہ۔ کہاں گیا یہ مرزا صاحب کے کمالات کا پرتوہ ہے۔ مرزائی حضرات میں یہی ایک کمال ہے۔ کہ عبارت کو قطع برید کر کے اپنا مطلب نکالنا۔ حوالہ غلط دینا عبارت نقل کر کے بعض الفاظ کا ترجمہ جو اُن کے مطلب کے مخالف ہوں۔ چھوڑ دینا اور اگر کچھ بھی نہ ہو سکے۔ تو ایسی تاویل کرنا۔ جو شیطان کو بھی کبھی نہ سوجھی ہو۔

(۲) صحابہ رضؓ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل تھے۔ کیونکہ حضرت مغیرہ رضؓ صحابی ہیں۔ اور وہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے۔ کہ وہ عیسیٰ آئینگے۔ جو آپ سے پہلے بھی ہیں۔ اور بعد بھی۔ صحابی جب تابعی کو کہے۔ کہ ہم ایسا کیا کرتے تھے۔ تو اس کی مراد یہی ہوتی ہے۔ کہ ہم... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضؓ ایسا کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ احادیث میں اس کی بہت سی نظیریں موجود ہیں۔ تو جب صحابہ رضؓ یوں کہا کرتے تھے۔ کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام آئینگے۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ تو صحابہ رضؓ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے معتقد تھے۔ اور صحابہ رضؓ کا عقیدہ حضور صلعم کے بتلانے کے بغیر ہو نہیں سکتا۔ معلوم ہوا کہ حضور صلعم نے ان کو بتایا تھا۔ لہذا مرزائیوں کا یہ کہنا کہ صحابہ رضؓ وفات کے معتقد تھے۔

Marfat.com

ان کی پیش کردہ روایت سے باطل ہو گیا۔

(۳) معلوم ہوا۔ کہ صحابہ رضؓ کا عقیدہ تھا۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ حضرت مغیرہ رضؓ نے لا نبی بعدہٗ سے روکنے کی یہ وجہ بیان فرمائی۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد وہ نبی آئیگا۔ جو آنحضرت صلعم کے پہلے بھی ہے۔ اور بعد بھی۔ دیکھو ان کے لفظ فقد کان قبلہٗ وبعدہٗ اور اگر آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نیا نبی یا بہت سے نبی آنے ہوتے۔ جیسا کہ میاں محمود صاحب خلیفہ قادیانی فرماتے ہیں۔ تو حضرت مغیرہؓ یوں فرماتے۔ کہ بھائی لا نبی بعدی مت کہو۔ کیونکہ آنحضرت کے بعد فلاں نبی پیدا ہوگا۔ یا بہت سے نبی پیدا ہوں گے۔ اور قبلہٗ وبعدہٗ کی قید نہ لگاتے۔ فافہم فانہٗ عزیز۔

(۴) صحابہ رضؓ میں سے جنہوں نے لا نبی بعدی کہنے سے روکا ہے۔ جیسے حضرت صدیقہ عائشہ ان کی بھی یہی مراد ہے۔ جو حضرت مغیرہ رضؓ کی ہے۔

(۵) صحابہ رضؓ خاتم الانبیاء کا یہی مطلب سمجھتے تھے۔ کہ آپ کے بعد کسی قسم کا ظلی۔ بروزی۔ حقیقی۔ غیر حقیقی۔ مستقل۔ غیر مستقل نبی نہیں ہوگا ورنہ جس طرح حضرت مغیرہ رضؓ نے قبلہٗ وبعدہٗ کا ذکر کرکے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کو بیان فرمادیا۔ اسی طرح دوسرے آنے والے نبیوں کا بھی ذکر ضروری تھا۔ کیونکہ لا نبی بعدہٗ نے ہر قسم کی نفی کردی تھی۔ حضرت مغیرہ نے عیسےٰ علیہ السلام کو مستثنےٰ کرکے باقی تمام اقسام کو مد نفی میں ڈالدیا

Marfat.com

(۶) آنحضرت صلعم کے آخری نبی ہونے کا عقیدہ صحابہ و تابعین میں اتنا زور پکڑ گیا تھا۔ کہ عیسےٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کی نفی کے احتمال سے بعض صحابہ رضؓ نے لانبی بعدی کہنے سے روکا۔ تاکہ عوام عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا انکار ہی نہ کر بیٹھیں۔ اگر کوئی نیا نبی آنا ہوتا۔ تو اس کی بھی استثناء ضروری تھی۔

(منکر) چنانچہ خود نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کیف تھلک امة انا اولہا وعیسیٰ بن مریم آخرھا۔ کہ وہ اُمت کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے جس کی ابتدا میں میں ہوں۔ اور آخر میں عیسیٰ ہیں۔ ص۶

(مثبت) ؎

نہ پہنچا ہے نہ پہنچیگا تمہاری دلفریبی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے دلربا پہلے

مگر یہ مرزا صاحب آنجہانی کا پرتوہ ہے۔

ناظرین کرام! دیکھئے منکر صاحب دن دہاڑے حدیث پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔ حدیث دراصل یوں ہے۔

کیف تھلک اُمة انا اولہا والمھدی وسطہا والمسیح آخرھا۔

ولکن بین ذالک فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منھم رواہ رزین مشکوٰة ص۵۸۳ باب ثواب ھذہ الامة۔

ترجمہ:۔ حضور صلعم فرماتے ہیں۔ کہ وہ اُمت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے

جن کی ابتدا میں میں ہوں۔ اور درمیان میں امام مہدی ہیں۔ اور آخر میں عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ لیکن اس کے درمیان (یعنی میرے بعد اور مہدی سے پہلے) ایک جماعت ہوگی۔ جن کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ نہ میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔ اس سے مراد مدعیان نبوت اور فرق مبتدعہ ہیں۔

۵۔ منکر صاحب والمہدی وسطہا کے نقطہ کو بالکل کھا گئے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

چونکہ آنحضرتؐ کے بعد امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام دو شخصوں کا آنا مرزا صاحب کے دعوے کی تکذیب ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب کو جب مہدی بننے کی سوجھی۔ تو دل میں خیال کیا۔ کہ حدیثوں سے امام مہدی کے بعد ان کے زمانے میں عیسےٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا ثابت ہے جیسا کہ براہین احمدیہ میں اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ تو جھٹ کہدیا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام تو فوت ہو چکے ہیں۔ اور ان کی جگہ بھی میں ہی ہوں مہدی بھی ہوں اور عیسیٰ بھی اور یہ دونوں ایک ہی شخص کے نام ہیں۔ مہدی عیسےٰ سے کوئی علیحدہ چیز نہیں۔ لیکن اس حدیث میں چونکہ حضور صلعم کا صاف ارشاد موجود ہے۔

کہ اس اُمت کی ابتدا میں مَیں ہوں۔ اور درمیان میں امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ اور آخر میں عیسیٰ علیہ السلام ہیں جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے۔ کہ مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام دو شخص ہیں۔ لہذا منکر صاحب نے والمہدی

وسطہا کو حذف کر کے تحریف میں مرزا صاحب کے اِتباع کا پورا ثبوت دیا۔ شاباش! مرداں چنیں کنند۔

(منکر) کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ کہ آپ کے شاگرد کے آنے سے تو خاتمیت محمدی میں فرق آجائے لیکن ایک غیر شاگرد کے آنے سے جس نے اُن کی پیروی سے نبوت حاصل نہیں کی۔ خاتمیت میں کوئی فرق نہ آئے۔ صلا

(**مثبت**) چونکہ خاتمیت محمدی کے معنی یہ ہیں۔ کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت دی نہیں جائے گی۔ لہذا جو شخص آنحضرت صلعم کے بعد یہ دعوے کرے۔ کہ مجھ کو آپ کے بعد نبوت دی گئی ہے۔ تو یہ خاتمیت محمدی کے صریح برخلاف ہے۔ برعکس اس کے کسی پہلے پیغمبر کا آپ کے بعد آنا خاتمیت محمدی کے منافی نہیں۔ کیونکہ اسکو آنحضرت صلعم سے پہلے نبوت مل چکی ہے۔ خاتم النبیین کے معنی تو یہ ہیں۔ کہ آپ کے بعد نبی بننے بند ہو گئے ہیں۔ نہ یہ کہ خاتم النبیین کے بعد اگر پہلے انبیاء میں سے کوئی زندہ ہو۔ تو وہ بھی مر جائے۔ خدا را سوچو تو سہی۔ کیوں لوگوں کو گمراہ کر کے دگنے عذاب کے مستحق بن رہے ہو۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام دنیا ہی پر رہتے۔ اور محمد رسول اللہ ختم الرسل تشریف لے آتے۔ تو کیا آنحضرت صلعم عیسیٰ علیہ السلام کو کہتے۔ کہ اب تم مر جاؤ۔ کیونکہ میں آخری نبی ہو کر آگیا ہوں۔ اگر آنحضرت صلعم کے وقت میں کسی پہلے نبی کے زندہ رہنے سے خاتمیت محمدی میں فرق آتا ہے تو یہ آنحضرت

نے حضرت عمر کو یہ کیوں فرمایا؟

ولو کان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی رواہ احمد والبیہقی مشکوٰۃ ص۳

کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے۔ تو ان کو میری اتباع کے سوا چارہ نہیں تھا۔ یوں کیوں نہ فرمایا۔ عمرؓ کچھ ہوش کرو۔ میرے بعد موسےٰ سے بھی افضل پیغمبر پیدا ہوگا۔ (مرزا قادیانی) وہ بھی میری پیروی کریگا۔ اور میری ہی باتوں کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیگا۔ اور تم یہودیوں کی باتیں سنتے ہو۔ کیسی اچھی بات تھی۔ محمد رسول اللہ کا سید المرسلین ہونا ایسا ثابت ہو جاتا جس سے زیادہ واضح طریق اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ اسی واسطے نہیں فرمایا۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

(منکر) وہ کونسی حکمت ہے۔ جس کی وجہ سے ایک پچھلی اُمت کے نبی کو خیر الامم کی اصلاح کے لئے اللہ تعالےٰ مبعوث کرے گا۔ آخر کوئی معقول وجہ ہونی چاہیے نئے نبی کے آنے سے کونسا فتنہ پیدا ہوتا ہے جو پرانے نبی کے آنے سے برپا نہیں ہوتا؟

(مثبت) جب نصوص شرعیہ مسلمہ عند الخصم سے ثابت ہوگیا۔ کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آخری زمانہ میں نزول فرماویں گے۔ تو اب اس کی حکمت پوچھنا۔ کہ کیوں ایسا ہوگا؟ یہ رازِ تکوین کا دریافت کرنا ہے۔ سو یہ دریائے خون ہے۔ اس میں قدم رکھنا اپنے آپ کو ہلاکت عظیم میں سپرد کرنا ہے۔ یہ نہ سمجھا جاوے کہ اس میں کوئی حکمت معقول نہیں ہے

ضرور ہے ۔ مگر ہماری عقلیں اس کے ادراک سے عاجز ہیں ۔ اس لیے کہ

بدریا در منافع بیشمار است ؎
اگر خواہی سلامت بر کنار است

اس لیے شریعت نے براہِ شفقت ایسے امور کی کھود کرید سے روک دیا

ہے ۔ اور ضروری کاموں ہی لگا دیا ہے ۔ ؎

حدیث مطرب و مے گو و راز دھر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بہ حکمت ایں معما را

اور سنئے ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں :۔ ہم ایسے خدا کو نہیں مانتے ۔ جس کی قدرتیں صرف ہماری عقل اور قیاس تک محدود ہیں ۔ اور آگے کچھ نہیں ۔ چشمۂ معرفت ص ۲۶۹ حصہ دوم ۔

اور فرماتے ہیں :۔ یاد رکھو کہ انسان کی ہرگز یہ طاقت نہیں ہے کہ ان تمام دقیق در دقیق خدا کے کاموں کی دریافت کر سکے ۔ بلکہ خدا کے کام عقل اور فہم اور قیاس سے برتر ہیں ۔ (چشمۂ معرفت ص ۲۶۸ حصہ دوم)

اور سنئے ۔ فرماتے ہیں " یہ خیال بھی سراسر حماقت ہے ۔ کہ جس قدر قانون قدرت ظاہر ہو چکا ہے ۔ اسی پر خدا کے مخفی ارادوں اور مخفی قدرتوں کا قیاس کرنا چاہیئے ۔ (حاشیہ چشمۂ معرفت ص ۲۹۸ حصہ دوم)

جب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق خدا کا ارادہ ہو چکا ہے ۔ تو اب اوہام مخترعہ کی بنا پر اس کی حکمت پوچھنا بقول مرزا صاحب حماقت نہیں تو اور کیا ہے ؟ لیکن ملاحدہ کی کثرت اس امر کی مقتضی ہے ۔ کہ نزول

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی حکمتیں جو علماء اسلام کثرہم اللہ پر خدا کی طرف سے منکشف ہوئی ہیں - ان میں سے ایک حکمت ذکر کر دی جائے۔

حکمت نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ ایسے ہی آپ تمام انبیاء سے افضل اور اُن کے سردار ہیں۔ بعض محققین نے یہاں تک لکھا ہے۔ کہ آپ کے جسم مبارک کے ساتھ جو خاک متصل ہے۔ وہ عرش معلےٰ سے افضل ہے۔ ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور اس افضلیت کو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تصریح بیان فرمادیا ہے۔

(۱) انا حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیامۃ تحتہ آدم فمن دونہ ولا فخر الحدیث (ترمذی شریف)

ترجمہ:- میں اللہ کا حبیب ہوں بلا فخر اور میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہونگا۔ جس کے نیچے آدم اور ان کے علاوہ تمام لوگ ہونگے۔

(۲) اذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین وخطیبھم (ترمذی)

ترجمہ:- میں قیامت کے دن تمام انبیاء کا امام ہوں گا۔ اور ان کا خطیب

(۳) انا خطیبھم اذا انصتوا (ترمذی) میں ان کی طرف سے کلام کرونگا۔ جب وہ سب چُپ ہو جائیں گے۔ قرآن حدیث میں حضور صلعم کی افضلیت

مصرح ہے۔ تو خدا تعالے نے چاہا۔ کہ جس طرح ہمارے حبیب کی افضلیت پر قولی شہادت قایم ہوگئی ہے۔ اسی طرح عملی شہادت بھی قائم کر دیجائے۔ اس کے لئے منجملہ اور شہادتوں کے عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آخری زمانہ میں مقدر کیا

اور اس نزول سے آنحضرت صلعم کی افضلیت پر شہادت اس طور پر ہوئی۔ کہ ایک عظیم الشان مستقل صاحب کتاب وصاحب شریعت نبی آنحضرت صلعم کی شریعت کا متبع ہوا۔ اور آپ کی تعلیم پر عمل کرنے والا اور آپ کا اُمتی ہوا۔ اور آپ کی امت میں داخل ہونے کو اپنا فخر سمجھا۔

تو جس نبی کی امت میں اتنا بڑا جلیل القدر پیغمبر ایک امتی ہو کر رہے اور باوجود صاحب کتاب وشریعت ہونے کے ایک حکم کو بھی بدل نہ سکے۔ تو اس نبی صلعم کی کتنی بڑی شان ہوگی۔ اور باقی انبیاء پر اس کی فضیلت نہایت وضاحت اور صفائی کے ساتھ ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ انبیاء کی جماعت میں سے ایک ایسا نبی جو صاحب کتاب اور اکثر انبیاء سے افضل اور بعض انبیاء کے برابر ہے۔ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہوگا۔ اور آپ کی تعلیم کی پیروی کریگا۔ اور قرآن کا نسخ تو درکنار آنحضرت صلعم کی سنت میں بھی کسی قسم کی تبدیلی کا مجاز نہ ہوگا۔ تو آنحضرت صلعم کی افضلیت باقی انبیاء پر جو کہ آنحضرت صلعم کے ایک متبع نبی جیسے ہیں۔ روز روشن کی طرح ثابت ہو جائے گی۔

یعنی آپ کی امت میں جب پہلے انبیاء کے برابر کا ایک صاحب کتاب نبی

Marfat.com

موجود ہے۔ تو آپ کے درجے کو کون پہنچ سکتا ہے۔ اور آپ کی شان اور درجہ کا علم کماحقہٗ سوائے خدا کے کس کو ہوسکتا ہے۔ (فافہم فانہ لطیف) اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں ایک اور لطیف اشارہ ہے۔ کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام جلیل القدر وصاحب کتاب نبی ہوکر شریعت محمدیہ کے متبع ہوں گے۔ اسی طرح اگر تمام پیغمبر صاحب شریعت غیر شریعت محمد رسول اللہ صلعم کے زمانے میں ہوتے۔ تو ان کو محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع کے سوا چارہ نہیں تھا۔

اور وہ اپنی شریعتوں پر عمل نہ کرسکتے۔ اور ان کی شریعتیں اُن کی موجودگی میں منسوخ قرار دی جاتیں۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام صاحب کتاب ہوکر بھی اپنی کتاب پر عمل نہیں کرسکیں گے۔ اور یہ علی شہادت پہلے پیغمبروں میں سے صرف ایک کے بھیجنے سے پوری ہوسکتی ہے۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اس کے لیئے خداتعالےٰ نے مقدر کیا۔ ھذا۔ برخلاف اس کے اگر آپکی امت میں سے کوئی شخص نبی بنے۔ تو مقصود مذکور حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس نبی کو نئی کتاب وشریعت تو دی نہیں جائیگی۔ لہٰذا یہ صاحب کتاب وصاحب شریعت نہیں ہوگا۔ جیسا کہ مخالف کو بھی مسلم ہے۔ تو جو پہلے صاحب کتاب وصاحب شریعت نبی ہیں۔ ان کے ساتھ برابر نہیں ہوگا۔ جب یہ امتی نبی پہلے نبیوں کے ساتھ برابر نہ ہُوا۔ تو ہوسکتا ہے۔ کہ یہ تو پہلے نبیوں سے کم درجے کا ہو۔ اور محمد رسول اللہ صلعم ان کے برابر کے نبی ہوں۔ (وھذا مخالف) اور دوسری بڑی زبردست خرابی یہ ہے۔ کہ آپ کے بعد نبوت کو

جاری ماننا پڑیگا۔ اور پھر جب بقول خلافت پناہی ہزاروں نبی ہونگے۔ تو امت مسلمہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائینگے۔ کما مر بالتفصیل برخلاف اس کے جب مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہو۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی اور اس عقیدے پر وہ جمے رہیں۔ تو پھر خواہ کتنے دجال نبوت کا دعوے کریں مسلمانوں کا شیرازہ منتشر نہیں ہوسکتا۔

دیکھیے۔ تیرہ سو سال سے اگر مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہوتا۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی بن سکتا ہے۔ تو ہزاروں جھوٹے نبی پیدا ہوجاتے۔ اور ہزاروں شیطانی وساوس میں پھنسکر مدعی نبوت بن جاتے۔ اور امت مسلمہ کا شیرازہ پارہ پارہ ہوجاتا۔ اور جو لوگ عیسٰی علیہ السلام کے نام پر جھوٹا دعوے کرنے والوں کے معتقد ہوئے۔ اُن کے پھسلنے کی یہی وجہ تھی۔ کہ اُن مدعیان مہدویت وعیسویت نے مرزا صاحب کی طرح باطل تاویلیں کیں۔ اور سادہ لوح اُن کے دام تزویر میں آگئے۔ اگر وہ ختم نبوت کے عقیدے پر جمے رہتے۔ اور ان مدعیوں کی باطل تاویلیں نہ سنتے۔ تو ایمان بچا نکلتے۔ باوجود اس کے کہ سابق مسلمان ختم نبوت کے عقیدے پر جمے ہوئے تھے۔ پھر بھی ان میں سے بعض شیطانی دھوکے میں آگئے۔ لیکن جب مرزا صاحب نے نبوت کا پھاٹک کھول دیا ہے۔ اور ہر ایک نتھو خیرا نبوت کا مدعی بن بیٹھا ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کے مریدوں میں سے بہت نے نبوت کے دعوے کئے ہیں۔ اور ہر ایک وہمی اپنے اوہام کو وحی خیال کرنے لگ گیا ہے تو اگر یہی خیال ترقی کرتا گیا۔ تو مسلمانوں کی خیر نظر نہیں آتی ؎

(منکر) لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیا۔ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو صدیق نبی ہوتا۔ ص۶

(مثبت) حدیث نہایت درجے کی ضعیف ہے۔ اور قابل استدلال نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ابراہیم بن عثمان عبسی ہے۔ اور وہ متروک الحدیث ہے۔ کما قال ابن حجر و سید جمال الدین المحدث فی روضۃ الاحباب۔ لیکن جس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ اور اس میں حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ کی وفات کا ذکر ہے۔ اس سے ختم نبوت بالکلیہ روز روشن کی طرح ثابت ہوتی ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب من سمی باسماء الانبیاء میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ مات وھو صغیر ولو قضی ان یکون بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیٌّ لعاش ابنہ ولکن لا نبی بعدہٗ

ترجمہ:۔ ابراہیم ابن رسول اللہ فوت ہوگیا۔ اور اگر آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا۔ تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا۔ لیکن آپ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں ہے۔

اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی صحیح سند کے ساتھ اس باب میں ذکر کیا ہے جس میں لو عاش ابراھیم الحدیث کو ذکر کیا ہے۔ لیکن آپ نے صحیح حدیث کو چھوڑ دیا۔ جو اجراء نبوت بعد آنحضرت صلعم کی جڑ بالکلیہ کاٹتی ہے اور ختم نبوت کو روشن کرتی ہے۔

(منکر) حضرت صدیقہ عائشہ فرماتی ہیں۔ قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا

Marfat.com

تفقولوا لا نبی بعدہٗ ۔ در منثور صـ ۲۰۴ جلد ۵ و مجمع البحار ۔

(مثبت) اس کا جواب حضرت مغیرہ کے قول کی شرح میں گذر چکا ہے ملاحظہ کر لیا جائے ۔

(منکر) انا سید الاولین والآخرین من النبیین ولا فخر ۔

(مثبت) ثبوت ندارد ۔ بر تقدیرِ صحت آخرین وہ انبیاء ہیں جو پہلوں کی نسبت آخری ہیں ۔ نہ کہ آنحضرت کے بعد کے نبی اور حقیقی آخری آنحضرت صلعم ہی ہیں ۔

(منکر) قال رسول اللّٰہ للعباس فیکم النبوۃ والمملکۃ کہ تم میں نبوت بھی ہوگی ۔ اور سلطنت بھی ۔

(مثبت) تحریف سے کام نہیں چل سکتا ۔ نبوت سے مراد آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین کا زمانہ ہے ۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل احادیث پر غور کیجئے ۔

(۱) (عن النعمان بن بشیر وحذیفۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تکون النبوۃ فیکم ما شاء اللّٰہ ان تکون ثم یرفعھا اللّٰہ ثم تکون ملکا جبریۃ فتکون ما شاء اللّٰہ ان تکون ثم یرفعھا اللّٰہ ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ ثم سکت (مشکوٰۃ کتاب الفتن) و احمدیہ نوٹ بک صفحہ ۳۶۶)

ترجمہ : حضرت نعمان بن بشیر و حذیفہ سے مروی ہے کہ تم میں نبوت

رہیگی - جب تک خدا چاہیگا - پھر اسکو بھی خدا اٹھالیگا - پھر نبوت کے طریق پر خلافت ہوگی -

(۲) عن سفینة قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الخلافة ثلاثون سنة ثم تکون ملکا ثم یقول سفینة امسک خلافة ابی بکر سنتین و عمر عشرة وعثمان اثنتی عشرة وعلی ستة (رواہ احمد و ترمذی و ابو داؤد و مشکوۃ ص - ۴۶۳)

ترجمہ : - حضرت سفینہ سے مروی ہے - کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا - کہ خلافت تیس سال تک ہوگی - پھر سلطنت ہو جائیگی - پھر حضرت سفینہ (یہ حدیث بیان کرکے) فرمایا کرتے - کہ حضرت ابو بکر رضی کی خلافت کے دو سال شمار کرلے - اور حضرت عمر کی خلافت کے دس اور حضرت عثمان کی خلافت کے بارہ اور حضرت علی کی خلافت کے چھ (تو یہ کل تیس برس ہوئے)

(۳) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافة النبوۃ ثلاثون عاما ثم یکون ملک فاستاء لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مساءة ذلک فقال خلافة نبوۃ ثم یؤتی اللہ الملک من یشاء (ترمذی ابو داؤد)

ترجمہ :- آنحضرت صلعم نے فرمایا - کہ نبوت کی خلافت تیس برس تک ہوگی - پھر سلطنت بن جائیگی - آنحضرت صلعم کو اس سے رنج ہوا - پس فرمایا - کہ نبوت کی خلافت ہوگی - پھر خدا جس کو چاہیگا سلطنت دیدیگا +

Marfat.com

(۴) لی النبوۃ ولکم الخلافتہ (کنز العمال) صفحہ ۱۸۰ جلد ششم۔

ترجمہ :۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ نبوت میرے واسطے ہے۔ اور خلافت تمہارے واسطے۔ یہ صاف تصریح ہے۔ کہ آپ کے بعد نبوت کسی کو نہیں ملیگی*

(۵) عن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ بدأ ہذا الامر نبوۃ ورحمتہ وکائناً خلافتہ ورحمتہ وکائناً ملکا عضوضاً وکائناً عتوا وجبریتہ وفسادا فی الامتہ (طبرانی کنز العمال صفحہ ۲۹ جلد ششم)

ترجمہ :۔ ابو مالک اشعری سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ خدا تعالےٰ نے اس کام کو (شریعت اسلام) کو نبوت اور رحمت سے شروع کیا ہے۔ اور پھر خلافت اور رحمت ہو جائیگا۔ اور پھر سلطنت ہوگی۔ لڑائی جھگڑے کی اور ظلم ہوگا۔ اور امت میں فساد ہوگا۔

ان پانچ روایتوں پر غور کیجئے۔ تو معلوم ہوگا۔ بعض دفعہ آنحضرت صلعم نے اپنے اور خلفا راشدین کے زمانہ کو نبوت کا زمانہ قرار دیا ہے جیسا کہ روایت ۱ میں ہے۔ اور بعض دفعہ خلافت کا علیحدہ ذکر کیا ہے اور اس کے بعد سلطنت ہو جانے کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ روایت ۲ ۳ ۴ ۵ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ منکر کی پیش کردہ روایت منکم النبوۃ والمملکتہ اور روایت ۱ میں نبوت سے مراد آنحضرت صلعم

خلفاء راشدین کا زمانہ ہے۔ کیونکہ ان دونوں روایتوں میں نبوت کے بعد سلطنت ہوجانے کا ذکر ہے۔ حالانکہ نبوت کے بعد تیس سال تک منہاج نبوت پر خلافت ہوئی اور اسکے بعد سلطنت ہوئی۔ جیسا کہ روایت ع۲، ع۳، ع۴، ع۵ میں نبوت کے بعد منہاج نبوت پر خلافت ہونے کا ذکر ہے۔ پس اگر فیکم النبوۃ اور تکون النبوۃ فیکم میں نبوت سے مراد آنحضرت صلعم اور خلفاء راشدین کا زمانہ نہ ہو۔ تو اس کا کیا مطلب ہوگا۔ کہ تم میں نبوت ہوگی۔ پھر خدا تعالے اس کو اٹھالیگا۔ اور پھر جبریہ سلطنت ہوجائے گی۔ پھر اسکو بھی خداوند تعالے اٹھالے گا۔ اور منہاج نبوت پر خلافت ہوگی۔ جیسا کہ روایت ع۱ میں ہے۔ ان سب روایات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد خلافت منہاج نبوت پر ہوگی۔ اور اس کا زمانہ تیس برس ہے۔ جیسا کہ روایت ع۲ و ع۳ میں ہے۔ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کسی کو نہیں ملیگی۔ خلافت ملیگی۔ جیسا کہ روایت ع۳ ع۴ و ع۵ سے ظاہر ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد سلطنت ہوجائیگی۔ جیسا کہ ایسا ہی ہوا۔ آخیر میں پھر منہاج نبوت پر خلافت ہوگی۔ جو امام مہدی اور عیسے علیہما السلام کا زمانہ ہے۔ جیسا کہ روایت ع۱ سے ظاہر ہے۔

ان روایات میں غور کرو۔ کہ حضور صلعم نے اپنے بعد خلافت ملنے کا ذکر تو کیا ہے۔ لیکن نبوت ملنے کا ذکر بالکل ترک کر دیا۔ بلکہ اس کی نفی فرمادی ؛

(منکر) مطلق النبوة لم يرتفع وانما ارتفع نبوة التشريع

(الیواقیت والجواہر صفحہ ۲۷ جلد دوم)

لانبی بعدی ای لانبی شرعہ۔ مجمع البحار

کانکملہ صفحہ ۸۵ لا انہ لایکون بعدہ نبی بل النبوة سارية الى

یوم القیامة۔ فتوحات مکیہ۔

(مثبت) منکر صاحب کے ان حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ شیخ

عبدالوہاب شعرانی صاحب الیواقیت اور مصنف مجمع البحار اور حضرت

محی الدین ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ بزعم منکر اس بات کے قائل

ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد مطلقاً نبوت بند نہیں ہے۔ بلکہ صاحب شریعت

نبی کا آنا بند ہے۔ اور غیر صاحب شریعت جو آنحضرت صلعم کی شریعت

کو منسوخ نہ کرے۔ آسکتا ہے۔

ناظرین کرام پر مخفی نہیں ہے۔ کہ دھوکہ دہی و تحریف و بزرگان دین کے

اقوال کی قطع برید امت مرزائیہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ لوگ مذکورہ

بزرگوں پر یہ اتہام لگاتے ہیں۔ کہ یہ بزرگان دین جریان نبوت کے

قائل تھے۔ شاید آپ سوال کریں۔ کہ جب یہ بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ

صاحب شریعت نبی نہیں آئیگا۔ ایسا نبی آئیگا جو قرآن کو منسوخ نہ

کرے۔ اور شریعت محمدیہ کا متبع ہو۔ اور نبوت قیامت تک جاری

ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو ان اقوال کا کیا مطلب ہے۔ سو غور سے سنئے۔

کہ احادیث سے دو چیزیں ثابت ہیں۔ (۱) عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا

آخری زمانہ میں نازل ہونا۔ (۲) دوسرے سچی خوابیں۔ کشف و الہام یعنی سونے یا جاگتے میں خدا تعالےٰ کی طرف سے کسی بات کا دل میں ڈال دیا جانا۔ فرشتوں کا مومنین سے ملاقات کرنا اور ان کو صبر کی تلقین کرنا اور ان کو بشارت سنانا۔ سو بعض بزرگانِ دین کی کتب و اقوال میں جو یہ پایا جاتا ہے۔ کہ ایسا نبی نہیں ہوگا۔ جو شریعتِ محمدیہ کا ناسخ ہو بلکہ جب آپ کی شریعت کے حکم کے ماتحت ہو تو ختم نبوت کے منافی نہیں۔ یہ عیسےٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کی طرف اشارہ ہے اور بزرگوں کے اس قول (جو آپ کی شریعت کا تابع ہو) کا مصداق سوائے عیسےٰ علیہ السلام کے اور کوئی نہیں۔ اگرچہ بعض بزرگوں کے اقوال سے ایک مفہوم کلی (جو نبی بھی آپ کی شریعت کا تابع ہو) سمجھ میں آتا ہے۔ لیکن اس مفہوم کلی کا ایک ہی فرد عیسےٰ علیہ السلام ہیں۔ جیسا شمس (سورج) کہ مفہوم کلی ہے۔ لیکن اسکا فرد دنیا میں صرف ایک ہی ہے۔ کما فی کتب المنطق ان بزرگوں کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کہ نبی تابع شریعتِ محمدیہ سوائے عیسےٰ السلام کے اور بھی کوئی ہوگا۔ اور آنحضرت صلعم کے بعد کسی کو نبوت عطا کی جائے گی۔ کیونکہ ان بزرگوں نے جہاں عیسےٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا ذکر کیا ہے۔ وہاں بظاہر ختم نبوت کے خلاف جو شبہ واقع ہو سکتا تھا۔ اس کو یہ کہہ کر دور کیا ہے۔ کہ عیسےٰ علیہ السلام بوقتِ نزول آنحضرت صلعم کی شریعت کے تابع ہونگے۔ چونکہ نبوت ان کو پہلے مل چکی ہے۔ لہذا یہ کسی طرح بھی ختم نبوت کے منافی نہیں۔ کیونکہ ختمِ نبوت کی مخالفت

Marfat.com

دو ہی صورتوں سے ہو سکتی ہے۔ کسی کو آنحضرت صلعم کے بعد نبوت عطا کی جائے یا نبوت تو آپ سے پہلے مل چکی ہو۔ لیکن بعض احکام کو منسوخ کر دے اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہ دونوں محذور لازم نہیں آتے۔ پس ان بزرگوں نے جہاں نبی کا آنحضرت صلعم کی شریعت کے تابع ہونا لکھا ہے وہاں عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد ہیں۔ خواہ وہاں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ یہ بزرگ آنحضرت صلعم کے بعد سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی نبی کے وجود کے قائل نہیں ہیں۔ لہٰذا بزرگوں کی مطلق عبارتوں سے لوگوں کو دھوکہ نہ دیا جائے۔ بلکہ ان کے اقوالِ مطلقہ کو مقیدہ پر محمول کیا جائے۔ تو نتیجہ عیسیٰ السلام کی آمد ثانی کے سوائے اور کچھ نہیں

(۲) دوسری چیز کے لئے ذیل کی روایات ملاحظہ ہوں۔

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات (بخاری)

ترجمہ:۔ نبوت میں سے کوئی چیز نہیں رہی سوائے بشارات کے اور دوسری ایک حدیث میں فرماتے ہیں۔

(۲) رؤیا المومن جزءٌ من ستۃ واربعین جزءاً من النبوۃ (بخاری و مسلم)

ترجمہ:۔ مومن کی خواب نبوت میں سے چھیالیسواں حصہ ہے۔ ایک اور حدیث میں یوں ارشاد ہے:۔

(۳) ولقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک

فی امتی احد فانہ عمرؓ (بخاری و مسلم)

ترجمہ :- تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے۔ پس اگر میری امت میں کوئی ہے۔ تو عمرؓ ہے۔ محدث دال کی زبر اور تشدید کے ساتھ اس شخص کو کہتے ہیں۔ جس کے دل میں سوتے یا جاگتے میں خدا کی طرف سے سچی باتیں ڈالی جائیں۔ جیسے حضرت عمرؓ کی بہت سی باتیں خدائی احکام کے مطابق نکلیں یہ اسی واسطے کہ خدا ان کے دل میں ڈال دیتا تھا۔ اور ایک جگہ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحنُ اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا والآخرۃ ۔ (سورہ حم سجدہ)

یعنی مومنوں کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ اور ان کو صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ اور جنت کی بشارت سناتے ہیں۔ پس بعض بزرگانِ دین کا یہ فرمانا کہ نبوت قیامت تک جاری ہے اس بات کا اظہار مقصود ہے۔ کہ نبوت بجمیع اجزاء ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کے بعض اجزاء باقی ہیں۔

(۱) جیسے سچی خوابیں۔ (۲) سوتے یا جاگتے میں خدا کی طرف سے کسی بات کا دل میں ڈال دیا جانا۔ (۳) فرشتوں کا مومنوں کو ملنا اور ان کو تسلی دینا اور بشارات سنانا۔ (۴) بعض احکامِ شرعیہ کی حکم کا انکشاف ہوجانا جب بزرگانِ دین یہ کہتے ہیں۔ کہ غیر تشریعی نبوت باقی ہے۔ تو ان کی مراد یہی اجزاء ہوتے ہیں۔ تاکہ مسلمان یہ نہ سمجھ لیں۔ کہ جب نبوت ختم ہوگئی

توجتنی چیزیں نبوت میں تھیں۔ وہ سب ختم ہوگئیں۔ بلکہ بعض اجزاءِ نبوت کے باقی ہیں۔ لیکن یہ اجزاء جس میں پائے جائیں وہ نبی نہیں کہلا سکتا۔ ورنہ تمام مومنین کو نبی ماننا پڑے گا۔ کیونکہ حسب آیت مذکورہ ان کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ ان کو تسلی دیتے ہیں۔ اور ان کو بشارتیں سناتے ہیں۔ اور یہ نبوت کے اجزاء ہیں۔ حالانکہ تیرہ سو سال میں کسی بڑے سے بڑے مومن نے بھی نبوت کا دعوے نہیں کیا۔ اور نہ مرزا صاحب کی طرح اپنے منکروں کو کافر کہا۔ اسی طرح سوتے یا جاگتے میں کسی پر بعض امور گذشتہ یا آئندہ یا بعض احکام شرعیہ کی حکمتوں یا مطالب کا انکشاف ہو جائے۔ تو وہ شخص نبی نہیں کہلا سکتا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ پر خصوصاً اور دیگر صحابہ پر عموماً ایسے ایسے انکشافات ہوتے رہتے تھے۔ اور اسی طرح دیگر بزرگانِ دین کی ہزاروں پیش گوئیاں ہزاروں کرامتیں ہزاروں مکاشفات ہیں۔ لیکن نہ صحابہ میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور نہ مابعد کے بزرگوں سے معلوم ہوا۔ کہ نبوت کے بعض اجزاء جس میں ہوں۔ وہ نبی نہیں کہلا سکتا۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ یہ کہا۔ کہ جو مجھ کو نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔ حالانکہ ان کو حدیث میں محدّث کہا گیا ہے۔ اور مرزا صاحب کے نزدیک محدّث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے۔ کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے۔ (دیکھو توضیح مرام صفحہ ۱۰-۹) معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے جو بروزی نبوت ایجاد کی تھی جس کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اس کا وجود سلف میں بالکل نہیں تھا۔ یہ مرزا صاحب

Marfat.com

کا اپنا اختراع ہے۔

اب میں ناظرین کرام کے سامنے ان بزرگوں کی عبارتیں پیش کرتا ہوں جن کا نام لیکر امت مرزائیہ مسلمانوں کو دھوکہ دیا کرتی ہے۔ اور ان عبارات سے پہلے جن میں نبوت تشریعیہ و غیر تشریعیہ کی تشریح ہوگی ان بزرگوں کا عیسے علیہ السلام کی آمد ثانی کے متعلق عقیدہ ان کی عبارات سے پیش کرتا ہوں۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات کے باب ۳۶۷ میں حدیث معراج میں فرماتے ہیں۔

فلمّا دخل اذا بعیسیٰ علیہ السلام بجسدہٖ عینہٖ فانہ لم یمت الی الاٰن بل رفعہ اللہ الی ھٰذہ السماء۔ و اسکنہٗ بہا۔

ترجمہ:۔ یعنی آنحضرت صلعم نے شبِ معراج میں عیسے علیہ السلام کو زندہ بجسدہٖ العنصری پایا۔ کیونکہ وہ اب تک مرے نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے ان کو اس آسمان کی طرف اٹھا لیا ہے۔ الخ

امام عبدالوہاب شعرانی رح الیواقیت والجواہر کے صفحہ ۱۹۱ جلد دوم میں فرماتے ہیں۔

والحق ان المسیح رفع بجسدہ الی السماء والایمان بذالک واجب۔

ترجمہ:۔ حق یہ ہے کہ عیسے علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ آسمان ...... کی طرف اٹھائے گئے ہیں۔ اور اس پر ایمان لانا واجب ہے

Marfat.com

اسی طرح صاحب مجمع البحار نے تکملہ صفحہ ۸۵ پر حیات عیسے علیہ السلام کی صاف تصریح کی ہے ؏

ختمِ نبوّت اور شیخ محی الدّین ابن عربی

(۱) شیخ محی الدین ابن عربی نے فصوص کے فص عزیزی میں کہا ہے۔

واعلم ان الولایۃ ہی الفلک المحیط العام ولہذا لم تنقطع ولہا الانباء العام واما نبوۃ التشریع والرسالۃ فمنقطعۃ وفی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقد انقطعت فلا نبی بعدہٗ مشرعاً او مشرعا ولا رسول وہو المشرع وہذا لحدیث قصم ظہور اولیاء اللہ لانہ یتضمن انقطاع ذوق العبودیۃ الکاملۃ التامۃ (الحل الاقوام مقام حادی عشر)

ترجمہ:۔ جاننا چاہیے۔ کہ ولایت ایک فلک محیط عام ہے۔ اور اس واسطے وہ منقطع نہیں ہوئی۔ باقی تشریح اور رسالت منقطع ہے۔ اور وہ (نبوت ورسالت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر منقطع ہوگئی پس آپکے بعد نہ کوئی نبی ہے۔ خواہ وہ شریعت والا نبی ہو یا منشرعالہ ہو۔ (یعنی کسی شریعت والے نبی کا نائب ہو) نہ کوئی رسول ہے۔ کہ وہ شریعت والا نبی ہے۔ اور اس حدیث نے تمام اولیاء اللہ کی کمریں توڑ دی ہیں۔ کیونکہ اس میں عبودیۃ کاملہ تامہ کے انقطاع کی خبر ہے۔

دیکھیے۔ شیخ نے کیسی صفائی کے ساتھ صاحب شریعت وغیر صاحب شریعت نبی دونوں کی مشرعا اور مشرعالہ کہہ کر نفی کر دی ہے۔ اور جو چیز شیخ کے نزدیک باقی ہے۔ وہ ولایت ہے۔ جس کو فلک محیط عام کہا ہے یعنی اس ولایت میں نبوت تشریع وغیر تشریع صدیقیت۔ شہادت۔ صالحیت ایمان وغیرہ تمام چیزیں داخل ہیں۔ جس میں سے نبوت تشریع وغیر تشریع دونوں ختم ہوگئیں۔ اور باقی چیزیں باقی ہیں۔ شیخ نے ولایت کو جو فلک محیط کہا ہے۔ اس کو یوں سمجھیے۔ کہ مثلاً حیوان۔ کہ انسان۔ گھوڑے اونٹ۔ گدھے۔ ہاتھی۔ شیر۔ چیتے۔ خرگوش۔ بلی۔ چوہا۔ چھپکلی۔ ٹڈی۔ چیونٹی وغیرہ وغیرہ انسان سے لیکر چیونٹی تک تمام حیوانوں کے نیچے داخل ہیں۔ اور ہر ایک جاندار کو حیوان کہتے ہیں۔ کیونکہ حیوان کے معنی جاندار کے ہیں۔ اور جاندار ہونا جیسا انسان پر صادق آتا ہے۔ اسی طرح ہاتھی گھوڑے اونٹ چیونٹی وغیرہ پر صادق آتا ہے۔ اگرچہ تمام حیوانات میں سے انسان افضل اور تمام کا سردار ہے۔ اور سب پر حاکم ہے۔ اور اسی طرح دوسرے حیوانات میں بھی تفاوت ہے۔ کوئی ادنےٰ ہے۔ اور کوئی اعلےٰ۔ لیکن جاندار کا لفظ سب پر بولا جاتا ہے۔ پس اگر یوں کہا جائے۔ کہ انسان دنیا سے ختم ہوگئے ہیں۔ اور کوئی انسان دنیا پر نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا۔ کہ باقی جاندار مثلاً۔ ہاتھی۔ گھوڑا۔ شیر و چیتا وغیرہ بھی ختم ہوگئے ہیں۔ اسی طرح اگر کہا جائے۔ کہ دنیا سے گھوڑے بالکل ختم ہوگئے ہیں۔ تو یہ مراد نہیں ہوگی کہ بکری بھیڑ بھی کوئی نہیں رہی۔

Marfat.com

پس بعینہ اسی طرح ولایت کو سمجھیے ۔ کہ اس میں نبی تشریعی غیر تشریعی ۔ صدیق ۔ شہید ۔ صالح ۔ مومن ۔ کامل و مومن ناقص تمام شامل ہیں کیونکہ ولایت کا معنی خدا کا قرب ہے ۔ اور یہ سب میں موجود ہے ۔ کیونکہ مومن ناقص کو بھی ایک قرب خداوندی حاصل ہے ۔ جو کافر کو حاصل نہیں لیکن یہ ولایت بعض میں بہت زیادہ ہے ۔ جیسے انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے مرتبے کو کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا ۔ اور انبیاء کرام تمام بنی نوع انسان کے سردار ہیں ۔ انبیاء کے سردار ہمارے آقا و مولی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ انبیاء کرام کے بعد اولیاء اللہ کا درجہ ہے ۔ اور ان کے بعد مومنین کا پس جب نبوت تشریعی وغیر تشریعی ختم ہوگئی ۔ تو ولایت جو کہ عام ہے ۔ اس کا ختم نبوت ہونا لازم نہیں آتا ۔ اور اسی ولایت کو جو باقی ہے ۔ کبھی کبھی شیخ نبوۃ عامہ غیر تشریعیہ سے تعبیر کرتے ہیں ۔ اور عامہ کی قید اسی واسطے لگاتے ہیں ۔ کہ اس سے مراد ولایت ہے ۔ کیونکہ عام تو ولایت ہی ہے ۔ نہ کہ نبوت فافہم فانہ عزیز

دوسرے شیخ کا یہ فرمانا کہ اس حدیث ولا نبی بعدی نے اولیاء کی کمریں توڑ دی ہیں ۔ صاف ظاہر کر رہا ہے ۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا ۔ جس کی اطاعت ضروری ہو ۔ اور اس کا انکار کفر ہو ۔

(۲) واللہ لم یسم نبی ولا رسول ویسمی بالولی واتصف بہذا الاسم فقال اللہ ولی الذین امنوا وقال ھو الولی الحمید وہذا الاسم باق جار علی عباد اللہ دنیا و آخرۃ فلم یبق اسم یختص

بہ العبد دون الحق بانقطاع النبوۃ والرسالۃ الا ان اللہ لطیف بعبادہ فابقی لہم النبوۃ العامۃ التی لا تشریع فیہا (حوالہ بالا)

ترجمہ :۔ اللہ تعالےٰ کو نبی و رسول نہیں کہا جاتا۔ اور اس کو ولی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ خود فرمایا۔ اللہ ولی الذین آمنوا۔ کہ اللہ دوست ہے مسلمانوں کا۔ اور فرمایا۔ ہوالولی الحمید۔ کہ وہ دوست ہے اور صاحب تعریف ہے۔ اور یہ نام (ولی) اللہ کے بندوں پر دنیا اور آخرۃ میں جاری ہے۔ پس نبوت اور رسالت کے انقطاع کی وجہ سے کوئی نام ایسا باقی نہ رہا۔ جو سوائے خدا تعالےٰ کے بندے کے ساتھ خاص ہو۔ لیکن چونکہ خدا تعالےٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ اس لئے اس نے اپنے بندوں کے لئے نبوت عامہ غیر تشریعیہ (یعنی ولایت کیونکہ عام وہی ہے) باقی رکھی۔ انتہیٰ۔

دیکھئے شیخ صاحب صاف تصریح فرما رہے ہیں۔ کہ نبوت و رسالت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے نبی و رسول کا نام بھی اولیاء کے لئے باقی نہیں رہا۔ صرف ولی کا نام باقی ہے۔

(۳) اعلم ان لوحی لا ینزل بہ الملک علی غیر قلب نبی اصلاً ولا یامر غیر نبی بامر الٰہی الی قولہ فانقطع الامر الالٰہی بانقطاع النبوۃ والرسالت۔ فتوحات باب ۳۱۰ صفحہ ۲۰۸ جلد دوم۔

ترجمہ :۔ جاننا چاہیئے۔ کہ فرشتہ وحی لیکر بجز قلب نبی کے کسی پر نازل نہیں ہوتا۔ اور نہ غیر نبی کو کسی امر الٰہی کا حکم دیتا ہے یعنی امر الٰہیہ انقطاع

نبوت و رسالت سے منقطع ہو چکے ہیں۔ انتہی۔

حالانکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی دیکھو اربعین ۴ صفحہ ۶ و حاشیہ صفحہ ۶۔

(۴) اعلم انہ لا ذوق لنا فی مقام النبوۃ لنتکلم علیہ انما نتکلم علی ذلک بقدر ما اعطینا من مقام الارث فقط لانہ لا یصح لاحد منا دخول مقام النبوۃ وانما نراہ کالنجوم علی السماء۔

فتوحات باب ۶۲ صفحہ ۲۷۴ جلد دوم مبحث ۲۴۔

ترجمہ:- شیخ فرماتے ہیں۔ کہ جاننا چاہیے۔ کہ ہم کو مقام نبوت میں ذرا بھی ذوق نہیں۔ تاکہ ہم اس پر کلام کر سکیں۔ ہم تو اس پر صرف اسی قدر کلام کر سکتے ہیں جسقدر ہم کو مقام ارث سے عطا ہوا ہے۔ کیونکہ ہم میں سے کسی کو مقام نبوت میں داخل ہونا ممکن نہیں۔ ہم اس کو اسطرح دیکھتے ہیں۔ جیسے ستاروں کو آسمان پر۔

دیکھیے شیخ تو فرماتے ہیں۔ کہ ہم میں سے کسی کو مقام نبوت میں داخل ہونا ممکن بھی نہیں۔ بلکہ مقام نبوت کا ذوق بھی نہیں۔

(۵) اعلم انہ لم یجیٔ لنا خبر الٰہی ان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی تشریع ابدا انما لنا وحی الالہام قال اللہ تعالٰی ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک الا ولم یذکر ان بعدہ وحیا ابدا فتوحات باب ۳۵۳ صفحہ ۴۴ جلد دوم مبحث ۲۴۔

ترجمہ:- جاننا چاہیے کہ ہمارے پاس کوئی شرعی دلیل اس پر نہیں آئی

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی احکام کا وجود ہو۔ ہمارے لئے صرف وحی الہام ہے۔ (جو شرعی اصطلاحی وحی سے عام ہے) جیسے آیت میں شہد کی مکھی کے لئے وحی ثابت فرمائی گئی ہے۔ آگے وحی حقیقی کی نفی پر دلیل فرماتے ہیں) کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ کہ بے شک آپ کی طرف اور آپ سے پہلے رسول کی طرف وحی بھیجی گئی۔ اور یہ نہیں فرمایا۔ کہ آپ کے بعد بھی کبھی وحی ہوگی۔

شیخ نے اس قول میں آنحضرت صلعم کے بعد وحی حقیقی کی نفی تصریحاً بھی فرمادی۔ اور وجود الہام کو حصر کے ساتھ ذکر فرماکر بھی وحی حقیقی کی نفی کردی۔ تو پھر مرزا صاحب پر کہاں سے وحی آگئی۔

(۶) فما بقی للاولیاء الیوم بعد ارتفاع النبوۃ الا التعریفات وانسدات ابواب الاوامر اللہ والنواہی فمن ادعاھا بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فھو مدع شی یعنہ اوحی بہا اللہ سواء وافق بہا شرعنا او خالف۔ فتوحات مکیہ صفحہ ۵۱ جلد سوم۔

ترجمہ:۔ نبوت اٹھ جانے کے بعد آج اولیاء کے لئے بجز تعریفات کے کچھ باقی نہیں رہا۔ اور اوامر و نواہی کے سب دروازے بند ہوچکے ہیں اب جو کوئی محمد صلعم کے بعد امر و نہی کا مدعی ہو۔ (جیسے مرزا صاحب) وہ اپنی طرف وحی شریعت آنے کا مدعی ہے۔ خواہ وہ ہماری شریعت کے موافق ہو۔ یا مخالف۔

شیخ کی اس عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ صاحب شریعت نبی ہونے کے

لئے یہ ضروری نہیں۔ کہ اس کو نئی شریعت پہلی شریعت کے مخالف دیجائے بلکہ ہر وہ شخص جو امر و نہی کی وحی کا مدعی ہو۔ وہ صاحب شریعت ہے :۔

پس مرزا صاحب صاحبِ شریعت نبی ہوئے۔ کیونکہ ان کی وحی میں امر بھی ہیں۔ اور نہی بھی۔ اور صاحبِ شریعت نبی آنحضرت صلعم کے بعد آ نہیں سکتا۔ لہذا مرزا صاحب کاذب ٹھہرے۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی

اور

ختم نبوت

شیخ عبدالوہاب شعرانی نے شیخ کی اس عبارت پر اتنا اور زیادہ کیا ہے۔ فان کان مکلفا ضربنا عنقہ والا ضربنا عنہ صفحا

الیواقیت والجواہر صفحہ ۳۷ ۔ جلد ۲۔

ترجمہ :۔ پھر اگر وہ مدعی وحی شریعت مکلف ہے۔ (یعنی مجنون وغیرہ نہیں ہے) تو ہم اسکو قتل کریں گے۔ اور اگر مکلف نہیں تو ہم اس سے کنارہ کشی کریں گے۔ فرمائیے منکر صاحب مرزا صاحب کے لئے شیخ عبدالوہاب شعرانی کیا حکم دیتے ہیں۔ اب تو شاید آپ صاحب یواقیت کی بزرگی کا بھی انکار کر دیں گے۔ اور سنئے صاحب یواقیت کیا فرماتے ہیں :۔

(۷) قال الشیخ الاکبر فی الباب الحادی والعشرین من الفتوحات

من قال ان اللہ تعالیٰ امرہ بشیئ فلیس ذالک بصحیح انما ذالک تلبیس لان الامر من قسم الکلام وصفتہ وذلک باب مسدود من دون الناس الیواقیت والجواہر صفحہ ۳۷ جلد ۲

ترجمہ:۔ شیخ اکبر فتوحات کے اکیسویں باب میں فرماتے ہیں۔ کہ جو کوئی (بعد نبی کریم صلعم) یہ دعوے کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو کسی چیز کا امر کیا ہے۔ (جیسا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی) تو یہ دعوے صحیح نہیں۔ یہ محض شیطانی تلبیس ہے۔ کیونکہ امر کلام کی قسم ہے۔ اور اس کی صفات میں سے ہے۔ اور یہ کلام کا دروازہ لوگوں پر بند کیا جا چکا ہے۔

(۸) فاخبر رسول اللہ صلعم ان الرویا جزء من اجزاء النبوۃ فقد بقی للناس فی النبوۃ ھذا وغیرہ ومع ھذا لا یطلق اسم النبوۃ ولا النبی الا علی المشرع خاصۃ فحجر ھذا الاسم لخصوص وصف معین فی النبوۃ ۔ فتوحات صفحہ ۴۹۵ جلد ۲۔

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلعم نے ہم کو بتایا۔ کہ خواب (سچا) اجزاء نبوت میں سے ایک جزء ہے۔ سو لوگوں کے واسطے نبوت میں سے یہ جزء (خواب) وغیرہ باقی رہ گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی نبوت کا لفظ اور نبی کا نام بجز مشرع (امر و نہی لانیوالے) کے اور کسی پر بولا نہیں جا سکتا۔ تو نبوت میں ایک خاص معین کی موجودگی کی وجہ سے اس نام (نبی) کی بندش کر دی گئی۔

Marfat.com

شیخ نے کیسے صاف تصریح کر دی ہے۔ کہ نبوۃ کے بعض اجزا بے شک موجود ہیں۔ لیکن ان کی وجہ سے کسی پر نبی کا لفظ نہیں بولا جائیگا۔

(۹) کمن یوحی الیہ فی المبشرات وھی جزء من اجزاء النبوۃ وان لم یکن صاحب المبشرۃ نبیا فتفطن لعموم رحمۃ اللہ فما تطلق النبوۃ الا لمن اتصف بالمجموع فذالک النبی وتلک النبوۃ التی حجزت علینا وانقطعت فان من جملتھا التشریع بالوحی الملکی فی التشریع وذلک لا یکون الا للنبی خاصۃ۔ فتوحات ص ۵۶۸ جلد ۳

ترجمہ۔ جیسے کسی کی طرف بشارت کی وحی آئے اور وہ مبشرات اجزاء نبوت میں سے ہیں۔ اگرچہ صاحب بشارت نبی نہیں ہوجاتا پس رحمۃ الٰہی کے عموم کو سمجھو تو نبوت کا اطلاق اسی پر ہو سکتا ہے جو تمام اجزاء النبوۃ سے متصف ہو۔ سو یہی نبی اور یہی نبوت ہے۔ جو منقطع ہو چکی۔ اور ہم سے روک دی گئی۔ کیونکہ نبوت کے اجزاء میں سے تشریع بھی ہے۔ جو وحی فرشتہ سے ہوتی ہے اور یہ بات صرف نبی کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس میں شیخ نے صاف فرما دیا۔ کہ نبی اسکو کہتے ہیں۔ جس میں تمام اجزاء علم نبوت موجود ہوں۔ اور یہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے

(۱۰) اعلم ان الملک یاتی النبی بالوحی علی حالین تارۃ ینزل علی قلبہ وتارۃ یاتیہ فی صورۃ جسدیۃ من خارج الی ان قال وھذا باب اغلق بعد موت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلا یفتح لاحد الی یوم القیامۃ ولکن بقی للاولیاء وحی الالھام الذی لا تشریع فیہ انما ھو لفساد حکم قال بعض الناس بصحۃ دلیلہ وخوف ذلک فیعمل بہ فی نفسہ فتنۃ الخ باب ۱۲ ص ۳۷ جلد ۲

ترجمہ - جاننا چاہیے کہ فرشتہ نبی پر دو طرح پر وحی لاتا ہے - کبھی تو اس کے دل پر نازل ہوتا ہے - اور کبھی اس کے پاس خارج سے صورت جسمیہ میں آتا ہے - آگے کہا ہے کہ یہ ایک دروازہ ہے - جو آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد بند کر دیا گیا ہے اور قیامت تک کسی کے لئے نہیں کھولا جائیگا - لیکن اولیار کے لئے وہ وحی جسکی حقیقت الہام ہے باقی رہ گئی ہے جس میں تشریع (یعنی احکام) نہیں ہے - وہ صرف ایسی باتوں کی نسبت ہوتا ہے - جیسے کسی مسئلہ کی عدم صحت جسکی دلیل کی صحت کے بعض لوگ قائل ہو گئے ہوں - اور اسکے مثل اور کوئی بات پس وہ اس پر بذات خود عمل کر لیتا ہے (وہ بھی ظنی طور پر جیسا کہ یہ اپنی جگہ میں ثابت ہے - اور دوسروں پر بھی حجت نہیں تو اس کا درجہ مجتہد کے اجتہاد سے بھی کم رہا - کیونکہ وہ مقلد کیلئے حجت ہے چنانچہ یہ مضمون شیخ کے کلام سے عنقریب نقل کیا جائیگا - اور ظاہر ہے - کہ ایسے الہام سے کون شخص نبی ہو سکتا ہے - کیا نبی کا درجہ مجتہد سے کم ہوا کرتا ہے شیخ کے اس کلام سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں -

(۱) فرشتہ جو وحی نبی کے پاس لایا کرتا تھا - وہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گئی

(۲) اولیار کے لئے وحی کی ایک قسم جو الہام کہلاتی ہے - باقی ہے - اور یہی وحی غیر تشریعی ہے - اور اسکی غرض صرف یہ ہے کہ اولیار بعض ان احکام کا صحیح یا غلط ہونا معلوم کر لیں - جن کو بعض لوگوں نے الٹا سمجھا - اور اسی کی مثل اور باتیں اور بذات خود ان پر عمل کریں - اے امت مرزائیہ! خدارا انصاف کرو - اور دیکھو کہ اس عبارت میں شیخ وحی غیر تشریعی کسکو کہہ رہے ہیں - جو تمام اولیاء اکرام کا حصہ ہے - اور اس کا کوئی انکار نہیں کرتا - اسی طرح شیخ نے نبوت غیر تشریعی کا اطلاق بعض اجزاء نبوت سچی خواب وغیرہ پر کیا ہے جو تمام مسلمانوں میں کم و بیش موجود ہے - اس میں مرزا صاحب کی کیا خصوصیت ہے

بانی امت مرزائیہ کی نبوت غیر تشریعیہ بمعنی نئی کتاب نہ ہو۔ نئے احکام نہ ہوں۔ آنحضرت کی پیروی سے بنی بن جائے اور اسکی طرف وحی آئے جس پر ایمان لانا ضروری ہو۔ اس کو نبی نہ ماننے والا کافر ہے۔ وغیرہ وغیرہ اس کا وجود شیخ کے کلام میں بالکل نہیں ہے۔ اگر ہے تو اُمّت مرزائیہ دکھائے کہ شیخ نے کہاں لکھا ہے کہ وحی غیر تشریعی اور نبوت غیر تشریعیہ یہ ہے کہ نئی شریعت نہ ہو۔ بغیر پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی نہ ہو۔ بلکہ آپ کی پیروی سے بنی بنے اور اس کی وحی پر ایمان لانا فرض ہو۔ اور اس کا منکر کافر ہو۔ اور وہ پہلے اکثر انبیاء سے افضل ہو۔ اگر اُمّت مرزائیہ ہمارا یہ مطالبہ شیخ کے کلام سے دکھلائے۔ تو ان کو یکصد روپیہ انعام بفیصلہ منصف دیا جاوے گا۔ بلکہ شیخ نے صاف تصریح فرما دی ہے۔ کہ وحی غیر تشریعی وہ الہام ہے۔ جو اولیاء کے لئے باقی ہے پھر کیا وجہ ہے۔ کہ سوائے مرزا صاحب کے اور کسی ولی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ اپنے منکرین کو ہی کافر کہا۔ معلوم ہوا۔ کہ مرزا صاحب کی نبوت غیر تشریعیہ اور وحی غیر تشریعی خود ان کی ایجاد کردہ ہے۔

(۱) لما اغلق اللہ تعالیٰ باب الرسالۃ بعد رسول اللہ صلعم کان ذلک من اشد ما تجرعت الاولیاء والورثۃ۔ لانقطاع الوصلۃ بینہم وبین من یکون واسطتہم الی اللہ تعالیٰ فرحمہم الحق اللہ تعالیٰ بان ابقی علیہم اسم الولی الی ان قال ولما علم رسول اللہ صلعم ان فی امتہ من تجرع کاس انقطاع الوحی والرسالۃ فجعل لخصوص امتہ نصیبا من الرسالۃ فقال لیبلغ الشاھد الغائب

فامرهم بالتبلیغ۔ لیصدق علیهم اسم الرسل فتوحات ب ۳۸ صفحہ ۸۶ جلد ۲

ترجمہ۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کے بعد رسالت کا دروازہ بند کر دیا۔ تو یہ امران سب اموریں سخت ہوا۔ جنکی تلخی کو اولیاء نے بتکلف گلے سے اتارا۔ اسلئے کہ ان کے اور ایسے لوگوں کے درمیان جو ان کا واسطہ الی اللہ ہوتے اتصال قطع ہو گیا۔ پس حق تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا۔ اس طور پر کہ ان کے لئے ولی کا نام باقی رکھا جب رسول اللہ صلعم کو معلوم ہوا۔ کہ آپ کی امت میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو انقطاع وحی کے جام کو ناگواری سے نوش کرینگے تو آپ نے اپنے خاص خاص امتیوں کیلئے رسالت کا ایک حصہ تجویز فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ حاضرین (یہ احکام) غیر حاضرین کو پہنچاویں پس ان کو تبلیغ کا حکم فرمایا۔ تاکہ ان پر رسولوں کا نام صادق آسکے نتیجہ دیکھئے شیخ فرماتے ہیں۔ کہ ختم رسالت کے بعد ولی کا نام حقیقۃً باقی رہگیا ہے۔ اور کچھ نہیں۔ اور مجازاً مطلق تبلیغ احکام کو رسالت کہدیا۔ ورنہ اگر مبلّغین احکام حقیقتاً رسول ہیں۔ تو تیرہ سو ۱۳۰۰ سال میں کروڑں جانباز مبلّغ ہوئے۔ پھر کس نے نبوّت و رسالت کا دعویٰ کیا۔ اور اپنے منکروں کو مرزا صاحب کیطرح کافر کہا؟

(۱۲) اعلم ان النبوۃ التی هی الاخبار عن شئی ساریۃ فی کل موجود عند اهل الکشف والوجود مکنہ لا یطلق علی احد منهم اسم نبی ولا رسول الا علی الملائکۃ الذین هم رسل نفطب ۵۵ اکبریت علی هامش الیواقیت صفحہ ۱۸ ج ۱

ترجمہ۔ جاننا چاہیے کہ نبوت جسکے معنی ہیں۔ کسی چیز کی خبر دینا یا اہل کشف و وجود کے نزدیک تمام موجودات میں موجود ہے (کیونکہ وہ اپنے کشف سے ہر موجود

Marfat.com

کو بعض حقائق کی خبر دیتے ہوئے پاتے ہیں۔) لیکن ان میں سے کسی پر نبی یا رسول کا لفظ نہیں بولا جائے گا۔ بجز ان فرشتوں کے جو رسول ہیں (یعنی جو مختلف کاموں کے لئے دنیا میں بھیجے جاتے ہیں۔ ان پر رسول کا لفظ (بمعنی بھیجا ہوا) بولا جائے گا۔ اور ان کو نبی نہیں کہا جائے گا) دیکھئے شیخ نے اس قول میں ہر ایک موجود کے لئے نبوت ثابت کی ہے۔ کیا اس سے ہر ایک چیز نبی بن جائے گی۔ اور گائے۔ بھینس بکری۔ بلی۔ چوہا۔ چیونٹی کی نبوت کے انکار سے انسان کافر ہو جائیگا۔ اور کیا آپ کافروں کو بھی نبی مانینگے۔ کیونکہ یہ معنی تو ان میں بھی موجود ہے۔ اسلئے شیخ نے ساتھ ہی فرما دیا ہے۔ کہ نبی اور رسول کا نام کسی پر نہیں بولا جائیگا شیخ نے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ نبوت قیامت تک جاری ہے۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ کہ نبوت بمعنی مطلق اخبار عن الشئی (کسی چیز کی خبر دینا) قیامت تک جاری ہے۔ نہ کوئی اور لیکن مرزائی حضرات اسی کو بار بار سادہ لوح لوگوں کے سامنے پیش کر کے دھوکا دیتے ہیں۔

پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور ختم نبوت

(۱۳) وقد کان الشیخ عبد القادر الجیلی یقول اوتی الانبیاء اسم النبوۃ واوتینا اللقب ای حجر علینا اسم النبی مع ان الحق تعالیٰ یخبرنا فی سرائرنا بمعانی کلامہ وکلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتوحات ب ۳ ۷ صفحہ ۳۹ ۔ جلد ۲

ترجمہ۔ شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء کو نبوت کا نام (بطور عہدہ کے) دیا گیا ہے اور ہم کو بعض مدحی عنوان دیا گیا ہے۔ یعنی ہم پر نبی کا نام جائز نہیں رکھا

گیا. باوجودیکہ حق تعالیٰ ہم کو ہمارے باطن میں اپنے کلام اور اپنے رسول صلعم کے کلام کے معانی کی خبر دیتا ہے۔

(جو کمالات نبوت میں سے ایک کمال ہے۔ مگر محض کوئی کمال بطور نیابت کے عطا ہو جانا یہ نہیں چاہتا کہ نائب اصل بن جائے)

اس کی شرعی مثال ایسی ہے۔ کہ یہ تو کہنا جائز ہے کہ اللہ تعو نے انبیاء کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے۔ مگر ان انبیاء کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ صفت کے درجے میں خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اسی طرح یہاں تو کہنا جائز ہوگا۔ کہ اولیاء کو بعض کمالات نبوت خدا تعالیٰ نے دئے ہیں۔ مگر ان اولیاء کو نبی کہنا جائز نہوگا۔ فافہم

(۱۴) (وقال بعد کلام طویل فی مدح المجتہدین) فعلم ان المجتہدین هم الذین ورثوا الانبیاء حقیقة لانهم فی منازل الانبیاء والرسل من حیث الاجتهاد وذلك لانه صلی الله علیه وسلم اباح لهم الاجتهاد فی الاحکام وذالك تشریع عن امر الشارع فکل مجتهد مصیب من حیث تشریعه بالاجتهاد کما ان کل نبی معصوم قال انه بعد الله المجتهدین بذلك یحصل لهم نصیب من التشریح و یثبت لهم فیه القدم الراسخة۔ ولا یتقدم علیهم فی الاخرة سوی نبیهم صلی الله علیه وسلم فیحشر علماء هذا الامته حفاظ الشریعة المحمدیة فی حلقوف الانبیاء والرسل لا فی حلقوف الامم فتوحات باب ۳۶۹ جلد ۳ صفحہ ۹۰

ترجمہ:۔ مدح مجتہدین میں ایک کلام طویل کے بعد فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا۔ کہ

مجتہدین ہی حقیقت میں انبیاء کے وارث ہیں۔ کیونکہ وہ اجتہاد کی حیثیت سے انبیاء والرسل کے مدارج میں ہیں۔ اور یہ اس طرح ہے کہ ان کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام میں اجتہاد کو جائز فرمایا ہے۔ اور یہ باہر شارع ایک تشریع ہے۔ پس ہر مجتہد اپنی تشریع اجتہادی کی حیثیت سے مصیب ہے۔ جیسا ہر نبی معصوم ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجتہدین کے لئے اجتہاد کو عبادت بنا دیا ہے وہ صرف اس لئے ہے کہ ان کو بھی تشریع کا ایک حصہ نصیب ہو جائے اور اجتہاد میں ان کا قدم راسخ ہو جائے۔ اور آخرت میں کوئی شخص (اُمّت محمّدیہ) میں سے بجز ان کے نبی صلعم کے ان پر مقدم نہ ہو سکے۔ پس اس امت کے جو علماء شریعت محمّدیہ کے محافظ ہیں۔ وہ انبیاء و رسل کی صفوں میں اٹھائے جائیں گے نہ امتوں کی صفوں میں۔

دیکھئے شیخ نے مجتہدین کے لئے ایک گونہ تشریع بھی ثابت کی ہے۔ اور ان کو مصیب بھی کہا ہے۔ لیکن باوجود اسکے کسی مجتہد نے نبوت و رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ اپنے منکروں کو (مرزا صاحب کی طرح) کافر کہا۔ اور شیخ نے نبوّت عامہ مجازیہ کے ساتھ جن کو موصوف کہا ہے۔ ان کو جو وحی ہوتی ہے وہ صرف ان ہی کی ذات تک محدود ہے۔ کما مر۔ اور وہ بھی خاص معارف میں۔ نہ کہ تشریع میں۔ اور علماء مجتہدین کا اجتہاد تشریع کے رنگ میں دوسروں پر بھی حجت ہوتا ہے تو پھر ان انبیاء الاولیاء کا درجہ مجتہدین سے بھی کم ہوا۔ اس سے اس نبوت عامہ مجازیہ کا اندازہ کر لیا جائے۔ تو جب مجتہدین جن کو شیخ نے ایک گونہ تشریع کا حقدار ٹھہرایا ہے نبی نہ بن سکے تو بیچارے نبوّت غیر تشریعیہ والے جن کو تشریع میں

کچھ دخل نہیں۔ کیسے نبی بن سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ شیخ کا مجتہدین کیلئے تشریع ثابت کرنا۔ اولیاء کے لئے نبوّت غیر تشریعیہ ثابت کرنا۔ اولیا کے الہام کو وحی غیر تشریعی کہنا۔ نبوّت کو ہر ایک مخلوق کے لئے ثابت کرنا وغیرہ وغیرہ شیخ کی اپنی اصطلاحات ہیں۔ جنکو نبوت شرعیہ سے کچھ تعلق نہیں۔ ورنہ مجتہدین کو تشریعی نبی ماننا پڑیگا اور تمام اولیاء کو غیر تشریعی نبی تسلیم کرنا پڑے گا۔ بجیڑ بکری بھی نبی بن جائیگی بلکہ اصنام کو بھی نبی تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اہل کشف کو وہ بھی بعض حقائق کی خبر دیتے ہیں۔ اور شیخ نے نبوّت بمعنی اخبار عن شیئی (کسی چیز کی خبر دینا) ہی کو باقی کہا ہے۔ اور شیخ نے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ مجتہدین کو ایک حصہ تشریع کا نصیب ہوتا ہے۔ اسکی تفسیر قول آئندہ میں خود فرماتے ہیں۔

(۵) وجعل وحی المجتہدین فی اجتہادھم اذ المجتہد لم یحکم الا بما اراہ اللہ تعالیٰ فی اجتہادہ و کذالک حرم اللہ تعالیٰ علی المجتہد ان یخالف ما ادی الیہ الاجتہاد و فیعلم ان الاجتہاد نفحتہ کما حرم علی الرسل ان تخالف ما اوحی بہ الیھم من النفحات التشریع ما ھو عن التشریع الی ان قال فقد اشبہ المجتہدون الانبیاء من حیث تقریر الشارع لھم کل ما اجتھد وا فیہ و جعلہ حکما شرعیا۔ فتوحات باب الجنائز صفحہ ۹۷ جلد ۲۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے مجتہدین کی وحی ان کے اجتہاد میں رکھی ہے۔ کیونکہ مجتہد نے وہی حکم کیا ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اسکے اجتہاد میں بتایا ہے۔ اور اسی

Marfat.com

واسطے اللہ تعالیٰ نے مجتہد پر حرام کر دیا ہے۔ کہ وہ اس امر کی مخالفت کریں۔ جبکی انکی طرف وحی کی گئی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اجتہاد تشریع کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔ عین تشریع نہیں۔ پس مجتہدین انبیاء کے متشابہ ہو گئے۔ اس طرح سے کہ شارع نے ان کے اجتہادی احکام کو ثابت کر رکھا ہے اور اسکو حکم شرعی قرار دیا ہے۔

شیخ نے اس عبادت میں اجتہاد کو وحی کہا ہے۔ حالانکہ یقیناً اجتہاد شرعی معنوں سے وحی نہیں ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ سو اولیاء کا الہام جس کو شیخ وحی غیر تشریعی کہتے ہیں۔ اس سے بھی کم درجہ ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ پھر اسکو شرعی معنوں سے وحی کہنا کیسے درست ہوگا۔

جب مجتہدین باوجود ان اوصاف جلیلہ کے جو شیخ نے اس عبارت میں ان کے لئے ثابت کئے ہیں۔ نبی نہ ہوئے اور نہ شیخ نے ان کو نبی کہا تو پھر وحی غیر تشریعی جن کے لئے شیخ نے ثابت کی ہے (یعنی اولیاء) وہ کیسے نبی ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ ان میں اوصاف مذکورہ میں سے کوئی وصف بھی نہیں پایا جاتا۔

قاضی عیاض اور ختم نبوّت

(۱۶) ومن ادعی النبوۃ لنفسہ او جوز اکتسابھا والبلوغ بصفا القلب الی مرتبتھا کالفلاسفۃ وغلاۃ المتصوفۃ وکذالک من ادعی منھم انہ یوحی الیہ وان لم یدع النبوۃ او انہ یصعد الی السماء ویدخل الجنۃ ویاکل من ثمارھا ویعانق الحور العین فھولاء کلھم کفار

فیکون بوناً للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ اخبر انہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس واجمعت الامۃ علی حمل ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعاً واجماعاً وسمعاً شفا

صفحہ ۲۶۲

ترجمہ۔ جو شخص اپنے لئے نبوت کا دعویٰ کرے یا نبوت کا حاصل کرنا جائز سمجھے اور صفائی قلب سے نبوت کے مرتبے تک پہنچنا ممکن سمجھے۔ جیسا کہ فلاسفہ اور حدود شرعیہ سے نکلے ہوئے صوفی کہلانیوالوں کا خیال ہے اور اسی طرح جو شخص یہ دعوے کرے کہ اسکو منجانب اللہ وحی ہوتی ہے۔ گو وہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے یا یہ کہے کہ وہ آسمان پر چڑھ جاتا ہے۔ اور جنت میں داخل ہوتا ہے اور اسکے میوہ جات کھاتا ہے اور حور عین سے معانقہ کرتا ہے۔ پس یہ تمام لوگ کافر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے والے ہیں۔

اسلئے کہ آنحضرت صلعم نے خبر دی ہے۔ کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور تمام امت محمدیہ کا اجماع ہے کہ اس کلام (خاتم النبیین ولا نبی بعدہٗ) کا ظاہری معنی ہی مراد ہے۔ اور اسمیں کوئی تاویل (ظلی بروزی وغیرہ) نہیں ہے۔ اور نہ کوئی تخصیص (مثل غیر شرعی وغیرہ) ہے۔ لہذا ایسے لوگ بلاریب کافر ہیں۔ فرمائیے۔ منکرین مرزا صاحب کے متعلق قاضی عیاض رحمۃ اللہ کیا فتویٰ دیتے ہیں۔

(۱۷) ودعوی عن النبوة بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع
شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۲

ترجمہ۔ ہمارے نبی صلعم کے بعد دعویٰ نبوت بالاجماع کفر ہے۔

علامہ ابن حجر مکی اور ختم نبوت

(۱۸) من اعتقد وحیاً بعد محمد صلعم کفر باجماع المسلمین

ترجمہ۔ جو شخص آنحضرت صلعم کے بعد وحی آنے کا اعتقاد رکھے وہ تمام مسلمانوں کے اجماع سے کافر ہے

علامہ ابن کثیر اور ختم نبوت

(۱۹) وقد اخبر اللہ تبارک وتعالیٰ فی کتابہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السنۃ المتواترۃ عنہ انہ لا نبی بعدہ لیعلموا ان کل من ادعی هذا المقام بعدہ فهو کذاب افاک دجال ضال مضل ولو تحرق وشعبذ واتی بانواع السحر (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۸۹ ج ۸)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خبر دی ہے اور رسول صلعم نے اپنی متواتر حدیث میں خبر دی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تاکہ مسلمان اس بات کو جان لیں کہ جو شخص آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب مفتری دجال گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔

(۲۰) فتاویٰ ہندیہ میں ہے اذا لم یعرف الرجل ان محمداً صلعم اخر الانبیاء فلیس بمسلم۔

ترجمہ - جب انسان محمد رسول اللہ صلعم کو آخری پیغمبر نہ سمجھے تو وہ مسلمان نہیں ہے

عارف باللہ مولانا عبدالرحمن صاحب حاجی رحؒ اور ختم نبوت

آپ اپنے رسالہ عقائد حاجی میں فرماتے ہیں :

خاتم الانبیاء والرسل است | دیگراں ہمچو جزو او کل است
وز پےٴ او رسول دیگر نیست | بعد ازاں ہیچکس پیغمبر نیست
چوں در آخر زماں بقول رسول | کند از آسماں مسیح نزول
پیرو دین و شرع او باشد | تابع اصل و فرع او باشد
دین ہمہ دین و شرع او داند | ہمہ کس را بدین او خواند

مولانا محمد قاسمؒ بانی دار العلوم دیوبند اور ختم نبوت

منکر صاحب نے چونکہ مولانا صاحب کے کلام سے اجراء نبوت ثابت کرنیکی کوشش کی ہے - اسی لئے مولانا صاحب کا مسلک ناظرین کے سامنے رکھدیا جاتا ہے - تاکہ ناظرین خود غور فرمائیں -

(۱) مولانا اپنے رسالہ تحذیر الناس صفحہ پر ارشاد فرماتے ہیں -

بالجملہ رسول اللہ صلعم وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض - اس صورت میں اگر رسول اللہ صلعم کو اول یا اوسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا - تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا - حالانکہ خود فرماتے ہیں -:

ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نأت بخیر منہا او مثلھا - اور

کیوں یوں نہو تو اعطاء دین منجملہ رحمت نرہے۔ آثار غضب میں سے ہو جائے۔ ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علماء کے علوم ادنیٰ درجہ کے علماء سے کمتر اور ادون ہوتے ہیں۔ تو مضائقہ بھی نہ تھا۔ پر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مرتبت ہونا مراتب علوم پر موقوف ہے۔ یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا۔ تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا۔ ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی۔ سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ محکم انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کے جو بہ نسبت اس کتاب کے جسکو قرآن کہئے اور بشہادت آیت ونزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیٔ جامع العلوم ہے۔ کیا ضرورت تھی اور اگر علوم انبیاء متاخرین علوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تبیانا لکل شیٔ ہونا غلط ہو جاتا۔ بالجملہ جیسے ایسے نبی جامع العلوم کے لئے ایسی ہی کتاب جامع چاہیے تھی۔ تاکہ علو مراتب نبوت جو لاجرم علو مراتب علمی ہے۔ چنانچہ معروض ہو چکا۔ میسر آئے ورنہ یہ علو مراتب نبوت بے شک ایک قول دروغ اور حکایت غلط ہوتی ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے۔ انتہی

دیکھئے مولانا نے صاف تصریح فرما دی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسا نبی بھی نہیں آسکتا جسکو وحی دین محمدی کے موافق ہو کیونکہ ایسی وحی کی ضرورت ہی کیا ہے اور آنحضرت صلعم کے لئے تاخر زمانی کی بھی تصریح فرما دی ہے۔ باقی مولانا کا اسی رسالہ کے

صفحہ ۳ پر یہ فرمانا کہ تاخر زمانی (آخری نبی ہونا) میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ اور اس کو عوام کا خیال فرمانا۔ اسواسطے ہے کہ آنحضرت صلعم سب انبیاء کے آخیر میں مبعوث ہونے کی وجہ سے تمام انبیاء سے افضل نہیں ہیں۔ بلکہ آپ کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ آپ تمام کمالات کا سرچشمہ و منبع ہیں اور تمام کمالات کی انتہا آپ پر ہے۔ چنانچہ اسی رسالہ کے صفحہ ۲۱ پر فرماتے ہیں۔ "منجملہ حرکات سلسلہ نبوت بھی تھی۔ سو بوجہ مقصود اعظم ذات محمدی صلعم وہ حرکت مبدل بسکون ہوئی۔ البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک یہ بھی وجہ ہے۔ غرض باعتبار زمانہ اگر شرف ہے تو مستقبل میں ہے کہ وہ طرف مقصود ہے۔ نہ یہ کہ زمانہ مستقبل فی حد ذاتہ اشرف ہے۔ انتہیٰ۔

دیکھئے اس عبارت میں ختم نبوت کی کیسے صاف تصریح فرمادی ہے کہ دنیا میں بہت سی حرکتیں ہیں۔ کسی قوم کی حرکت ترقی کیطرف کسی کی تنزل کی طرف کوئی قوم ہدایت کیطرف حرکت کر رہی ہے اور کوئی گمراہی کیطرف۔ کوئی علم کیطرف حرکت کر رہا ہے کوئی جہالت کی طرف جارہا ہے۔ ایک زمین کی حرکت ہے اور ایک آسمان کی حرکت ہے۔ ایک ستارے کی ہے ایک بیل کی حرکت ہے وغیرہ وغیرہ الغرض کروڑوں حرکات ہیں۔ اور ہر ایک حرکت کرنے والی چیز کے سامنے ایک مقصود ہے جس کی طرف وہ حرکت کرکے جارہی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب متحرک چیز اپنے مقصود کو پالیتی ہے۔ تو وہاں

ٹھہر جاتی ہے اور بجائے حرکت کے سکون ہو جاتا ہے۔ پس منجملہ حرکات کے سلسلہ نبوت بھی ایک حرکت ہے۔ جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر اور حرکت کرتے کرتے محمدؐ رسول اللہ صلعم پر آکر ختم ہو گئی کیونکہ حرکت نبوت نے اپنا مقصود پالیا۔ یعنی محمد رسول اللہ صلعم کی ذات اگر آنحضرت صلعم کے بعد پھر نبوت حرکت کرے اور آپ کے بعد بھی نبی پیدا ہوں۔ تو لازم آئیگا کہ حرکت نبوت کا مقصد محمد رسول اللہ صلعم نہیں تھے۔ بلکہ اس کا مقصود اور مطلوب اور ہے جس کی طرف حرکت کرکے جا رہی ہے۔ اگر حرکت نبوت کا مقصود و مطلوب آپ ہوتے تو وہ آپ پر ٹھہر جاتی۔ کیونکہ ہر ایک متحرک اپنے مقصود پر پہنچکر ساکن ہو جاتا ہے۔ اور یہ لازم چونکہ باطل ہے لہذا اس کا ملزوم یعنی سلسلہ نبوت کا جاری رہنا بھی باطل ہوگا۔

پس حرکت نبوت تو آنحضرت صلعم پر آکر ساکن ہو گئی ہے اور دنیا کی دیگر حرکات باقی ہیں۔

مولانا نے یہ بھی تصریح فرمادی کہ آخری زمانہ کو آنحضرت صلعم کی وجہ سے شرف ہے نہ کہ آنحضرت صلعم کو آخری زمانہ کیوجہ سے عوام بچارے یہی سمجھتے ہیں۔ کہ آپ آخری نبی ہونیکی وجہ سے ہی افضل ہیں۔ اور مولانا کا مطلب یہ ہے کہ ہیں تو آپ آخری نبی۔ لیکن افضلیت زمانہ کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ آخری زمانہ آپ کی وجہ سے مشرف ہو گیا ہے۔ اور آپ کی افضلیت آپ کی ذات میں موجود ہے اور مولانا نے اسی رسالہ کے صفحہ ۱۰ پر خاتمیت زمانی کے منکر کو کافر

کہاہے۔ باقی مولانا کا یہ فرمانا کہ بالفرض اگر آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ یہ ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ بالفرض اگر عیسٰی علیہ السلام فوت بھی ہو گئے ہوں۔ تب بھی مرزا صاحب قادیانی مسیح نہیں ہو سکتے۔ جیسا یہ کہنے والا عیسٰی علیہ السلام کو فوت شدہ نہیں سمجھتا۔ اسی طرح سے مولانا بھی آنحضرت کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا جائز نہیں سمجھتے۔ ورنہ خاتمیت زمانی کے منکر کو کافر کیوں کہتے۔ کہاں بالفرض اور کہاں نبوت کا وقوع کچھ تو سمجھو۔ بالفرض کا تو معنی ہی یہ ہوتا ہے۔ کہ ایسا ہو گا تو نہیں لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ ایسا ہو گا تو بھی مضائقہ نہیں۔ فرض تو اسی چیز کو کیا جاتا ہے جس کا وقوع عقیدۃً فارض میں نہیں ہوتا۔

منکر —————— ابوبکر

خیر الناس بعدی الا ان یکون نبی۔

ترجمہ۔ کہ میرے بعد ابوبکر تمام لوگوں سے افضل ہونگے۔ ہاں میرے بعد جو نبی ہوگا۔ اس سے وہ افضل نہیں ہوں گے۔

مثبت ۔ اگر صداقت انسان میں نہ ہو تو حیا رفو ہو جاتی ہے۔
ابوبکر خیر الناس بعدی الا ان یکون نبی کا مطلب بالکل صاف تھا کہ ابوبکر میرے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ لیکن وہ نبی نہیں ہیں جو کہ ختم نبوت کی دلیل ہے۔

مگر منکر صاحب کی تحریف کو ملاحظہ فرمایئے۔ فرماتے ہیں۔ ہاں میرے بعد جو نبی ہوگا۔ اس سے وہ افضل نہیں ہوں گے۔ منکر صاحب بتائیے؟ ہاں

میرے بعد جو نبی ہوگا۔ اس سے وہ افضل نہیں ہوں گے۔ یہ کن الفاظ کا ترجمہ اور مطلب ہے۔ لیکن جب ہیں حیا ہی نہ ہو۔ اس پر افسوس ہی کیا۔

منکر - کیا ہندوستانیوں کو یہ بات پسند ہے کہ غیر ملک کے لوگ ان پر حکومت کریں اور خود ان کے اپنے گھر سے کوئی وزارت و بادشاہت کے قابل پیدا نہ ہو۔

مثبت - پھر اُمّت مرزائیہ کیوں انگریزوں کے برخلاف علم جہاد بلند نہیں کرتی؟ اور کیوں غیروں کی حکومت کو رحمتِ خداوندی خیال کرتی ہے؟ کیا اُمّت مرزائیہ میں باوجود نبوت کی بارش کے اور زمین و آسمان کے اختیارات کے کوئی وزارت اور بادشاہت کے قابل نہیں ہے؟ اگر ہے تو بہت جلد اعلان کیا جائے۔ تاکہ ہندوستانی اسکی قیادت میں غلامی کی لعنت سے آزاد ہو جائیں۔

کیا محمد رسول اللہ صلعم بھی ساری عمر کفار کے محکوم رہے؟ اور کیا ان کے خلفاء کفار کی غلامی کا طوق پہنے ہوئے تھے؟ تمہیں شرم نہیں آتی۔ تمہارا تو پیغمبر بھی تمام عمر انگریزوں کی مدح اور حمایت اور خوشامد کرتا رہا۔ اور اس طرح غلامی کی زنجیروں کو خوب مضبوط کر گیا۔ جہاں تمہارا وجود ہوگا۔ وہاں وزارت اور بادشاہت یا آزادی کی خواب بھی نہیں آسکتی۔

بروز محمد صلعم کا دعوی اور انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے جہاد کو حرام کر دیا اور طرح طرح کی ان کی خوشامدیں کیں۔ زبانی باتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ کچھ

کرکے دکھایا ہوتا رہا۔ عیسےٰ علیہ السلام کا نزول سو اس میں امت محمدیہ کی ذرہ بھر بھی توہین نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے۔ کہ الانبیاء اخوۃ العلاۃ کہ تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں۔ دیکھو (مسند احمد و ابوداؤد) اس لحاظ سے تمام انبیاء امت محمدیہ کے روحانی چچا ہوئے۔ اور قاعدہ ہے کہ باپ کی وفات کے بعد اولاد چچا کی زیر نگرانی ہوتی ہے۔ اور اسمیں اولاد کی بالکل توہین نہیں سمجھی جاتی۔ پس جب عیسٰی علیہ السلام زندہ ہیں۔ تو ان کا اس امت میں آنا بالکل روحانی چچا کی حیثیت سے ہو گا۔ اور چچا غیر نہیں ہوتا۔ جب آنحضرت صلعم نے تمام انبیاء کو اپنے بھائی قرار دیا ہے اور آپ امت کے روحانی باپ ہیں۔ تو جو آپ کے روحانی بھائی ہیں۔ وہ امت کے روحانی چچا ہوں گے۔ اگر امت مرزائیہ عیسےٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کو امت محمدیہ کی توہین سمجھتی ہے۔ تو اس کا تو یہ مطلب ہو گا۔ کہ مرزائی لوگ دوسرے انبیاء کو غیر سمجھتے ہیں۔ اور ان کو اپنا نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ ایک قوم دوسری قوم کو غیر سمجھکر اسکی حکومت کو اپنے لئے توہین خیال کرتی ہے اور اس سے بغض و عداوت رکھتی ہے۔ اور اس سے لڑکر اپنا ملک آزاد کراتی ہے۔

اسی طرح مرزائی لوگ بھی دوسرے انبیاء سے اسی طرح کا برتاؤ کرنا چاہتے ہیں۔ جب اہل اسلام کا اصول یہ ہے کہ تمام انبیاء کو اپنا سمجھو۔ ان کو غیر نہ سمجھو ان کی عزت کرو۔ تو پھر کسی سابق نبی کے امت محمدیہ میں آنے سے امت محمدیہ کی توہین کیسے ہو گی؟ توہین تو تبھی ہو گی۔ جب ان کو غیر اور بیگانہ سمجھا جائے۔ جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ منکرہ صاحب کی مثال سے یہی معلوم ہ

ہوتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک پیغمبروں کو غیر اور بیگانہ سمجھا جائے۔ جس طرح
ایک ملک کے رہنے والے دوسرے ملک والوں کو ایک قوم دوسری قوم کو
غیر و بیگانہ سمجھتی ہے اور غیر کی حکومت کو اپنے لئے عار خیال کرتی ہے
اور اس لئے لڑتی بھڑتی ہے۔ تف ایسی عقل پر۔

انگریزوں و کافروں کی حکومت تو مرزائیوں کے لئے رحمت خداوندی ہو
اور اسلامی حکومتوں کی تباہی پر خوشی منائی جائے۔ لیکن عیسےٰ علیہ السلام
کا اس امت میں آنا توہین خیال کیا جائے۔ لعنت ایسی عقل پر۔

ختم نبوت از قرآن شریف تتمہ

(۲) وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ
هُمْ يُوْقِنُوْنَ سورۃ البقرہ رکوع ۱

ترجمہ۔ متقیوں کے اوصاف میں فرماتے ہیں " وہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان لاتے ہیں
اس وحی پر جو آپ کی طرف نازل کی گئی۔ اور اس وحی پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئی۔ اور
آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

وجہ استدلال۔ اگر آپ کے بعد کوئی وحی نازل ہونی ہوتی۔ تو وما انزل
من بعدک۔ اور اس پر جو آپ کے بعد نازل کی جائے گی۔ کا ذکر ضروری تھا۔
جب ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ آنحضرت کے بعد کوئی وحی نازل نہیں ہوگی۔

(۳) قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ سورۃ بقرع ۱۶

ترجمہ:- کہدو ہم ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ پر اور اُس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے۔ اور اس پر جو ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ اور انکی اولاد کیطرف نازل کیا گیا ہے۔ اور اس پر جو موسیٰ و عیسےٰ علیہما السلام کو دیا گیا ہے۔ اور اس پر جو موسیٰ کو ان کے رب کیطرف سے دیا جا چکا ہے۔

ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں

وجہ استدلال۔ اس آیت میں قرآن اور پہلی وحی اور پہلے انبیاء پر ایمان لانے کا ذکر ہے اگر قرآن کے بعد کوئی وحی نازل ہونی تھی یا کوئی نبی پیدا ہونا تھا۔ تو اُس کا بھی ذکر ضروری تھا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ قرآن کریم میں متعدد مواضع میں قرآن اور پہلی وحی مثل توراۃ و انجیل وغیرہ اور پہلے انبیاء پر ایمان لانے کا ذکر نہایت وضاحت کے ساتھ پایا جاتا ہے مگر سارے قرآن میں ایک جگہ بھی نہیں ہے۔ کہ قرآن کے بعد کی وحی اور آنحضرت صلعم کے بعد پیدا ہونے والے انبیاء پر ایمان لانا بھی مسلمانوں کا فرض ہے۔ قرآن میں یہ تو کئی جگہ ملیگا۔ کہ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ لیکن وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِكَ (جو وحی آپ کے بعد نازل ہوگی) سارے قرآن میں ایک جگہ بھی نہیں ہے۔ جب آپ کے بعد انبیاء پیدا ہونے تھے

Marfat.com

اور ان کی طرف وحی بھی نازل ہوتی تھی۔ تو کیوں نہ لکھا گیا؟

وما انزل من بعدک الی غلام احمد قادیانی وعبد اللطیف گناچوری

وچراغ دین جموی ونبی بخش مہاراجکی وعبد اللہ تیماپوری وغیرھم

من الرسل والانبیاء۔

(۳) وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ۔ سورہ

نساء۔ ترجمہ:۔ مسلمان ایمان رکھتے ہیں۔ اس پر جو آپؐ کی طرف اتارا گیا۔ اور

اس پر جو آپؐ سے پہلے اتارا گیا۔

وجہ استدلال۔ بعد کی وحی کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا؟ معلوم ہوا کہ قرآن کے بعد نہ کوئی

وحی آئیگی۔ اور نہ کوئی نبی پیدا ہوگا۔

(۴) یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتَابِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی

رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (سورۃ نساء)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! ایمان رکھو اللہ پر۔ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر

جو خدا نے آپ کی طرف اتاری ہے۔ اور ان کتابوں پر جو آپؐ سے پہلے اتاری گئی ہیں۔

وجہ استدلال۔ قرآن کے بعد کی وحی کا ذکر بالکل نہیں کیا۔ بڑی تعجب کی بات

ہے۔ کہ ہر نبی اپنے بعد آنے والے کے لئے پیشگوئی کرے۔ اور اپنی قوم کو آگاہ کرے۔

اور ان کو وصیت کرے۔ کہ جب وہ بعد میں آنے والا رسول آجائے۔ تو اسکی اطاعت

کرنا۔ لیکن محمد رسول اللہ کی زبانی۔ قرآن میں ایک جگہ بھی موجود نہیں ہے۔ کہ

میرے بعد فلاں نبی ہوگا۔ اس پر وحی نازل ہوگی۔ تم اسکی اطاعت کرنا۔ اور اس پر ایمان

لانا۔ برعکس اس کے حدیث میں بار بار فرمایا کہ عیسےٰ بن مریم آئیگا۔ جب عیسےٰ

بن مریم بقول مرزا فوت ہو چکا تھا۔ تو کیوں عیسیٰ بن مریم کے نام سے پیش گوئی کی۔ اور کیوں نہ صاف فرما دیا۔ کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہو چکا۔ میری امت میں ایک شخص مسمی غلام احمد نبی پیدا ہو گا۔ کہ وہ عیسےٰ ابن مریم سے افضل بلکہ اکثر انبیاء سے افضل ہو گا۔ اس کا تو مطلب یہ ہوا۔ کہ خدا خود لوگوں کو نعوذ باللہ گمراہ کرتا ہے۔ آنے والے رسول غلام احمد کا پتہ تو کچھ دیتا نہیں بلکہ بہت سی آیتیں اس قسم کی بھیج دیتا ہے۔ جن سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی رسول پیدا نہیں ہو گا۔ اور نہ کوئی وحی آئیگی۔ لیکن پھر اچانک غلام احمد قادیانی کو اولوالعزم رسول بنا کر بھیجدیتا ہے۔ تاکہ مسلمان اگر قرآن پر عمل کریں تو انکار مرزا سے کافر بنیں۔ یا قرآن کو چھوڑیں اور مرزا صاحب کو رسول مان کر کافر بنیں۔ اُدھر محمد رسول اللہ صلعم پر نعوذ باللہ دھوکا دہی کا الزام عائد ہو گا۔ کہ باوجود عیسیٰ بن مریم کے مر جانے کے۔ اور ان کی وفات کے متعلق تیس ۳۰ آیتیں بقول مرزا قرآن میں موجود ہونے کے ایک جگہ بھی صاف طور پر نہیں فرمایا۔ کہ عیسیٰ مر گیا۔ بلکہ عیسیٰ بن مریم ہی کا نام لیکر پیشگوئی کرتے رہے۔ تاکہ اُمت محمدیہ تو عیسیٰ بن مریم ہی کی منتظر رہے اور غلام احمد صاحب رسول ہو کر آجائیں۔ اور تمام مسلمان عیسیٰ بن مریم کے انتظار میں کافر ہو جائیں۔ کیا اسکی کوئی نظیر آپ بتلا سکتے ہیں؟ کہ ایک مضمون کے متعلق قرآن میں تیس ۳۰ آیتیں موجود ہوں لیکن سنت نبوی اور اقوال اصحابہ میں ایک جگہ بھی اس کا ذکر نہ ہو ؛

(۵) وَلَقَدْ اُوْحِیْنَا اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ (سورہ الزمر)

ترجمہ :- البتہ وحی بھیجی ہم نے آپ کی طرف اور ان انبیاء کی طرف جو آپ سے پہلے تھے۔

وجہ استدلال ۔ آنحضرت صلعم کے بعد کی وحی کا ذکر ضروری تھا۔ لیکن نہیں

کیا۔ معلوم ہوا کہ کوئی وحی نہیں آئیگی۔ قرآن کریم میں اس مضمون کی بہت سی آئیتیں ہیں۔ منصف کے لئے اتنا کافی ہے۔

ختمِ نبوّت از حدیث شریف

(۱) عن ابی هریرة رض ان رسول اللہ صلعم قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون ویعجبون لہ ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة وانا خاتم النبیین۔ (بخاری ومسلم و ترمذی)

ترجمہ :۔ حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک شخص نے مکان بنایا۔ سو اس نے نہایت عمدہ اور خوبصورت بنایا۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ ایک کونے میں باقی رہ گئی۔ تو لوگ اس مکان کے گرد پھرنے لگے۔ اور تعجب سے کہنے لگے۔ کہ یہ اینٹ کیوں نہ لگادی گئی۔ اور میں خاتم النبیین ہوں۔

اور مسلم شریف میں ہے فجئت انا فختمت تلک اللبنة۔ کہ میں آیا اور اس اینٹ کو پورا کر دیا۔ اور کنز العمال میں ہے فکنت انا سددت موضع اللبنة وختم بی البنیان وختم بالرسل۔ کہ میں نے اس اینٹ کی جگہ کو پورا کر دیا۔ اور مجھ پر عمارت نبوت ختم ہو گئی اور مجھ پر رسول ختم کر دئے گئے۔

دیکھیے اس حدیث میں سلسلہ نبوت کو ایک مکان کی طرح فرمایا ہے۔ اور

انبیاء کو خواہ وہ شریعت والے ہوں یا نہوں۔ اس مکان کی اینٹیں قرار دیا ہے۔ اس مکان نبوت میں حضرت آدمؑ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسےٰؑ کی نبوتوں کی اینٹیں لگ چکی ہیں۔ صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ جس کو آنحضرت صلعم نے پر کر دیا۔ اب جو انبیاء آئینگے۔ اُن کی نبوت کی اینٹ کہاں لگیگی؟ اگر عیسےٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق شبہ ہو۔ تو ان کی نبوت کی اینٹ لگ چکی ہے۔ نزول کے وقت ان کو نئی نبوت نہیں دی جائیگی۔

مرزا صاحب کی نبوّت۔ چونکہ قصر نبوت کی تکمیل کے بعد ہے۔ لہذا ان کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ ہاں مسلمہ کذاب کی نبوت کے مکان میں ممکن ہے جگہ ہو۔ اور یہ اینٹ وہاں لگا دی جائے۔ آنحضرت صلعم نے اس حدیث میں مثال دیکر ختم نبوت کو ایسا واضح کر دیا ہے کہ ایک مسلم کے لئے بالکل شک کی گنجائش نہیں رہی۔ لیکن جو ازلی کمبخت ہیں۔ ان کے لئے تاویل کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ کونسی بات ہے۔ جسکی کچھ نہ کچھ باطل تاویل نہیں ہو سکتی۔ فرق باطلہ کا کام یہی ہے کہ وہ محکمات کی باطل تاویلیں کر کے ان کو اپنے اغراض نفسانیہ کے موافق بناتے ہیں۔ اور کوئی ان کا منہ بند نہیں کر سکتا۔

کفار میں اور فرق باطلہ میں صرف فرق ہے تو یہ ہے۔ کہ کفار کہتے ہیں کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے۔ اور فرق باطلہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں۔ لیکن احکام قرآن کی ایسی تاویلیں کرتے

Marfat.com

ہیں۔ جو صریح کفر ہیں۔ تو کفر میں یہ سب برابر ہیں۔

(۲) عن ابی حازم قال قاعدت اباھریرۃ خمس سنین فسمعت یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لانبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون. قالوا فما تامرنا قالوا فوا ببیعۃ الاول فالاول اعطوھم حقھم فان اللہ سائلھم عما استرعاھم (بخاری و مسلم وغیرہ)

ترجمہ:۔ ابو حازم رضؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے پانچ سال حضرت ابوہریرہ کی مجلس کی ہے۔ پس میں نے ان سے سنا ہے کہ وہ نبی کریم صلعم سے حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل کی اصلاح انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب ایک نبی فوت ہو جاتا۔ تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا تھا۔ اور یقیناً میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور خلفاء ہوں گے۔ صحابہ رضؓ نے عرض کی۔ تو پھر آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں (یعنی جب بہت ہوں گے) اور اختلاف ہوگا تو ہم اسوقت کس کا حکم مانیں) تو آپ نے فرمایا۔ پہلے کی بیعت پوری کرو۔ اور پہلوں کو ان کا حق دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان سے ان کی رعیت کے متعلق سوال کریگا

اس حدیث میں کئی طریق سے صاف تصریح ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی قسم کا ظلی۔ بروزی غیر تشریعی وغیرہ نبی نہیں ہو سکتا۔

(۱) نص۔ لانبی بعدی۔ ہر قسم کے نبی کی نفی کرتی ہے۔

(۲) لانبی بعدی میں نبی کا لفظ نکرہ ہے۔ اور نکرہ بعد نفی کے عموم کا فایدہ دیتا ہے۔ پس آنحضرت صلعم کے بعد ہر قسم کے نبی کی نفی ہوگی۔

(۳) اس حدیث میں آنحضرت صلعم نے اپنے بعد ان انبیاء کی مثل کی نفی کی ہے۔ جو بنی اسرائیل کی اصلاح کیا کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ صاحب شریعت نہیں تھے۔ بلکہ توریت ہی پر عمل

Marfat.com

کرانے تھے اور ان کو نئی شریعت کوئی نہیں دی گئی تھی۔ تو جب ان جیسا انبیاء کی آنحضرت صلعم نے اپنے بعد نفی کر دی۔ اور وہ غیر تشریعی ہی تھے۔ پس آپ کے بعد غیر تشریعی نبی بھی نہیں آسکتا۔

ایک شبہ کا ازالہ

امت مرزائیہ کہا کرتی ہے کہ لا نبی بعدی میں کامل موصوف کی نفی ہے۔ نہ ہر ایک نبی کی۔ یعنی آپ کی شان اور درجے کا نبی نہیں ہوگا۔ جیسے ذیل کی مثالوں میں کامل موصوف کی نفی ہے۔ (۱) لا فتی الا علی ترجمہ۔ کہ سوائے علی کے کوئی جوان نہیں۔ یعنی علیؓ جیسا (۲) لا سیف الا ذوالفقار۔ ترجمہ۔ کہ سوائے ذوالفقار کے اور کوئی تلوار نہیں یعنی اس جیسی (۳) اذا هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعدهٗ ترجمہ۔ کہ جب کسریٰ (لقب ہے فارس کے بادشاہوں کا) ہلاک ہوگا۔ تو اسکے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔ یعنی اسکی شان کا وغیرہ وغیرہ۔

لیکن یہ محض دھوکا دہی ہے۔ کیونکہ لا نبی بعدی۔ جو لا ہے یہ لائے نفی جنس ہے۔ یعنی جس چیز پر یہ لا داخل ہوتا ہے اسکی جنس کی نفی کر دیتا ہے۔ نہ کہ اسکی جنس میں سے کامل کی۔ لیکن کبھی کبھی مجاز اً قرائن قویہ کی وجہ سے اس سے کامل موصوف کی نفی مراد لی جاتی ہے۔ جیسے امثلہ مذکورہ میں:

دیکھیے جب لا فتی الا علی (کہ علیؓ کے سوا کوئی جوان نہیں) کہا گیا تو یہ کہنے کے وقت ہی ہزاروں جوان موجود تھے۔ پس جب حضرت علی کے زمانے میں جب انکو لا فتی الا علی کہا گیا۔ ہزاروں جوان موجود تھے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ علی جیسا کوئی نہیں لا فتی الا علی (علی کے سوا کوئی جوان نہیں) کہنے کے وقت اور اسکے بعد ہزاروں جوانوں کا موجود ہونا اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ لا فتی الا علی کا حقیقی معنی کہ علیؓ کے سوا واقع میں کوئی بھی جوان نہیں۔ مراد نہیں ہے۔ بلکہ بطریق مجاز یہ مراد ہے کہ علیؓ جیسا کوئی نہیں تو واقع میں کروڑوں جوان ہوں۔ اسی طرح ہزاروں کروڑوں تلوار دنکی موجودگی میں یہ کہنا

کہ لاسیف الا ذوالفقار (کہ ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں) اسبات پر قرینہ ہے کہ اس کا حقیقی معنی کہ واقع میں ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں مراد نہیں ہے بلکہ بطور مجاز مراد یہ ہے کہ ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں۔

اسی طرح اگر کسی ولی کو دیگر اولیاء کی موجودگی میں خاتم الاولیاء کہا جائے تو دوسرے اولیاء کا موجود ہونا اسبات پر زبردست قرینہ ہوگا کہ خاتم الاولیاء کا حقیقی معنی کہ اس نے سب اولیاء کو ختم کر دیا ہے مراد نہیں ہے۔ بلکہ بطریق مجاز مراد یہ ہے کہ یہ اتنے بڑے ولی ہیں کہ ان کے مقابلے میں دوسرے اولیاء گویا کہ ولی ہی نہیں ہیں یعنی یہ سب سے افضل ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ لائے نفی جنس کے استعمال کے وقت اگر کوئی قرینہ مخالف معنی حقیقی موجود نہ ہو تو جس چیز پر لا داخل ہوا ہے۔ اسکی جڑ سے نفی کرے گا۔ اور اس چیز کا کوئی فرد کامل یا ناقص نفی سے باہر نہیں رہیگا۔ اور اگر اسی چیز کے جسکی نفی کی جارہی ہے بوقت نفی واقع میں بہت سے افراد موجود ہوں یا دلائل قویہ یقینیہ سے بعض افراد کا آئندہ میں موجود ہونا ثابت ہو۔ تو مجازاً وہاں نفی کمال مراد ہوگی۔ اسی طرح خاتم الاولیاء خاتم المناظرین۔ خاتم المحدثین وغیرہ کا معنی بطریق مجاز۔ افضل الاولیاء۔ افضل المناظرین۔ افضل المحدثین وغیرہ ہوگا۔ کیونکہ حقیقی معنی جس کا حاصل یہ ہے کہ ولایت مناظرہ و محدثیت بالکل ختم ہوگئی ہے اور آئندہ کوئی ولی مناظر محدث وغیرہ نہیں ہوگا۔ بوجہ قرائن شرعیہ اور مشاہدہ کے مراد نہیں لیا جا سکتا۔ کیونکہ دلائل شرعیہ اور مشاہدے سے ثابت ہے کہ اس امت میں ولی۔ محدث وغیرہ ہوں گے۔ لہٰذا کسی کو خاتم الاولیاء وغیرہ کہنے سے ماثبت بالشرع والمشاہدہ کی نفی نہیں ہوگی۔ بلکہ مجازی معنے مراد ہوں گے۔ پس جہاں حقیقی معنی سے پھیرنے کیلئے کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔ وہاں حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں۔ کیونکہ مجازی معنی اسوقت لیا جاتا ہے۔ جب حقیقی معنے نہ بن سکے ورنہ ملحدین احکام شرعیہ کے کچھ نہ کچھ مجازی معنی تراش کر اسلام کی بیخ کنی کرینگے۔ جیسا کر رہے ہیں۔

پس لا نبی بعدی میں مجازی معنی کہ کامل نبی اور آپ کی شان کا نبی نہیں ہوگا۔ مراد لینا بالکل قواعد شرعیہ و عربیت کے مخالف ہے۔

کیونکہ آنحضرت صلعم کے لا نبی بعدی فرمانے کیوقت بھی کوئی نبی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور نہ آپ کے بعد آج تک کوئی پیدا ہوا۔ اور نہ دلائل شرعیہ سے آئندہ کسی نبی کا پیدا ہونا ثابت ہے تو پھر کسطرح لا نبی بعدی کو حقیقی معنی سے پھیر کر مجازی معنی مراد لیا جاسکتا ہے۔ جب مجازی معنی مراد لینے کیلئے کوئی قرینہ شرعیہ یا عقلیہ یا مشاہدہ موجود نہیں۔ تو پھر خواہ مخواہ بہوائے نفس مجازی معنی

مراد لینا الحاد نہیں تو اور کیا ہے۔

کیا امت مرزائیہ لا الٰہ الا اللہ اور لا شریک لہٗ و لا نظیر لہٗ وغیرہ میں بھی لا کو نفی کمال پر محمول کر کے یہ کہینگے کہ لا الٰہ کے معنی یہ ہیں۔ کہ معبود کامل اور اللہ تعالیٰ کی شان کا کوئی معبود نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے کم درجہ کا معبود ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اسکے برابر شریک نہیں اور اس سے کم درجہ کا شریک ہو سکتا ہے۔ جسطرح اس قسم کی امثلہ میں نفی کمال مراد لینا قطعاً باطل ہے۔ اسی طرح سے لا نبی بعدی میں نفی کمال مراد لینا یقیناً باطل ہے اور اگر مرزا صاحب فنا فی الرسول ہو کر نبی بن گئے ہیں۔ تو کیا پہلے تیرہ سو سال میں کوئی فنا فی الرسول نہیں ہوا؟ پھر وہ کیوں نبی نہ کہلائے؟ اور اگر فنا فی الرسول ہو کر ایک شخص نبی کا نام حاصل کر لیتا ہے اور نبوت کے تمام کمالات و لوازمات اسکے اندر آجاتے ہیں تو اگر کوئی شخص ظلی اور بروزی طور سے خدائی کا دعویٰ کرے تو کیا اسکی تکفیر نہیں کی جائیگی اور کیا اس شخص کا یہ عذر لنگ و تاویل مہمل قابل قبول ہوگی؟ کہ میں نے حقیقۃً خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ تا کہ تعدد الٰہ لازم آئے بلکہ ظلی طور پر میں نے اسمیں فنا ہو کر اس کا نام پایا ہے۔ اس کا علم پایا ہے اس کا حکم پایا ہے۔ اور اس طور سے میں ظلی خدا ہوں لہٰذا خدا کی خدائی۔ اس کے پاس رہی نہ کسی دوسرے کے پاس۔ لہٰذا مجھکو مشرک نہ کہو۔ حالانکہ مرزا صاحب حقیقت الوحی کے صفحہ ۱۵ میں فرماتے ہیں " اسی طرح جکو شعلۂ محبت الٰہی سر سے پیر تک اپنے اندر لے لیتا ہے وہ بھی مظہر تجلیات الٰہیہ ہو جاتا ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا ہے۔ بلکہ ایک بندہ ہے انتہی "

بالکل اسی طرح سمجھو کہ اگر کوئی شخص مظہر تجلیات نبویہ کا مدعی ہو تو اسکو ظلی بروزی نبی بھی نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک امتی ہوگا

(۳) عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلعم سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد)

ترجمہ۔ حضرت ثوبان رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری امت میں تیس جھوٹے نبی پیدا ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کہیگا۔ کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

دیکھیے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلعم کے بعد ہر ایک مدعی نبوت کو جھوٹا قرار دیکر امت کو ان کے شر سے بچنے کے لیے اطلاع دیدی ہے اگر اس قسم کی واضح عبارات میں بھی تاویل ہو سکتی ہے۔ تو آریوں کا قرآنی آیات میں تاویل کر کے مسئلہ تناسخ ثابت کرنا بھی صحیح ماننا پڑے گا۔ اور اسی طرح تمام فرق باطلہ کی تاویلات صحیح ماننی پڑینگی دھوکا تری۔

(۴) قال رسول اللہ صلعم۔ لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب (ترمذی)

ترجمہ۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔ معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کوئی نبی ظلی۔ بروزی وغیرہ نہیں ہوگا۔

(۵) قال قال رسول اللہ صلعم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی

Marfat.com

ولا نبی (ترمذی)

ترجمہ۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ بیشک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی۔ سو نہ میرے بعد کوئی رسول ہوگا۔ اور نہ نبی۔ دیکھئے اس حدیث میں بھی مطلقاً نبوت کی نفی کر دی گئی ہے۔ اور نبوت و رسالت کے ختم ہونے کا مطلب بھی آنحضرت صلعم نے خود انقطعت کے بعد فلا رسول بعدی ولا نبی کہکر واضح کر دیا۔ نبوت و رسالت کے ختم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ میرے بعد کوئی نبی و رسول نہیں ہوگا اور یہ مطلب نہیں کہ نبوت کے تمام اجزا ختم ہو گئے ہیں۔ کیونکہ اسلام میں جتنی نیک باتیں ہیں۔ وہ تمام نبوت کے اجزا ہیں۔ جیسا کہ خود ارشاد فرمایا ہے۔ کہ نبوت میں سے بشارات رہ گئے۔ ۔۔۔ ہی کے اعتبار سے شیخ محی الدین ابن عربی وغیرہ بزرگان دین نے نبوت کو باقی کہا ہے۔ نہ یہ کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہوگا۔ یہ حدیث تمام احادیث اور اقوال بزرگان دین کے حل کرنے کے لئے کافی ہے اور اسکے بعد ایک مومن کے دل میں ذرہ بھر شبہ نہیں رہتا۔ مگر صاحب اس حدیث پر غور کریں کہ انقطعت کے بعد فلا رسول بعدی و لا نبی کیا سمجھا رہا ہے۔ انقطعت کے بعد فلا رسول الخ کو کیوں ذکر کیا گیا ہے؟ کاش کہ خدا تمہیں سمجھا دے۔ دلائل بہت ہیں۔ خوف طوالت سے اختصار کیا گیا ہے۔

باب مسیح موعود علیہ السلام کون ہے؟

چونکہ مرزا صاحب قادیانی کا دعویٰ ہے۔ کہ احادیث میں جس عیسیٰ موعود کی خبر آئی ہے۔ کہ وہ دنیا میں قرب قیامت کے ظاہر ہوں گے۔ وہ میں ہوں اسلئے ہم احادیث صحیحہ اور اقوال مرزا صاحب سے چند شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین معلوم کر سکیں کہ مسیح موعود علیہ السلام کون ہے؟ پہلے ہم مرزا صاحب کا ایک اصول نقل کرتے ہیں جو اس بحث میں بہت مفید ہے چنانچہ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ جہاں رسول اکرم صلعم حلفاً بیان کریں اسکی کوئی تاویل نہیں کرنی چاہئے۔ قسم اخبار میں ظاہر پر دلالت کرتی ہے اور قسم کا فائدہ بھی یہی ہے کہ کلام کو ظاہر پر حمل کیا جائے۔ اور اس میں تاویل اور استثناء نہ کیا جائے۔ اگر اسمیں بھی تاویل اور استثناء روا ہو تو قسم کا فائدہ ہی کیا ہے۔ حمامۃ البشری صفحہ ۱۴ حاشیہ۔

اور ادھر عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کو آنحضرت صلعم نے اس طرح قسم کھا کر بیان فرمایا ہے۔

Marfat.com

(۱) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلعم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابو ھریرۃ فاقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ الایۃ (بخاری و مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۹ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول صلعم نے قسم ہے اللہ پاک کی بہت جلد ابن مریم منصف حاکم ہو کر تم میں اتریں گے پھر وہ عیسائیت کی صلیب کو (جسکو وہ پوجتے ہیں) توڑ دینگے اور خنزیر (جو خلاف احکام شریعت) عیسائی کھاتے ہیں - اسکو) قتل کرائینگے اور کافروں سے جو جزیہ لیا جاتا ہے موقوف کر دینگے - اور مال بکثرت لوگوں کو دینگے - یہاں تک کہ کوئی اُسے قبول نہ کرے گا - لوگ ایسے مستغنی اور عابد ہوں گے کہ ایک ایک سجدہ ان کو ساری دنیا کے مال و متاع سے اچھا معلوم ہوگا - (حدیث کے یہ الفاظ سنا کر) ابوہریرہ کہتے تھے تم اس حدیث کی تصدیق قرآن مجید میں چاہتے ہو - تو یہ آیت پڑھ لو - ان من اھل الکتب آخر تک (اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ کے اترتے وقت کل اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں گے)

اس حدیث میں آنحضرت صلعم نے قسم کھا کر نزول عیسےٰ علیہ السلام کو بیان فرمایا ہے اور جہاں آپ قسم کھا کر بیان فرمائیں وہاں بقول مرزا صاحب کوئی تاویل نہیں کرنی چاہیے - بلکہ اسکو ظاہر پر حمل کرنا چاہیے اور اس حدیث میں ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے نہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا - ابن مریم سے مرزا صاحب مراد لینا تاویل ہے - اور یہ مرزا صاحب کے نزدیک جائز نہیں -

دوسرے اس حدیث میں عیسیٰ کو حاکم عادل قرار دیا گیا ہے اور مرزا صاحب کے پاس حکومت نہ تھی - لہذا مرزا صاحب مسیح نہیں ہو سکتے اور اگر حکومت سے مراد حکومت روحانی ہو تو یہ تاویل ہوگی - جو مرزا صاحب کے قاعدہ کے برخلاف ہے - کہ قسم کی جگہ تاویل نہیں کرنی چاہیے نیز علماء بلاغت کے نزدیک مجازی معنی وہاں لیا جاتا ہے - جہاں حقیقی معنی لینا صحیح اور ممکن نہ ہو - اور حدیث مذکور میں حقیقی معنی بالکل ممکن ہے - پھر تاویل کیوں کی جائے چنانچہ مرزا صاحب فرماتے ہیں

(۴) مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں - کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا ہے - درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے - اور جبکہ یہ حال ہے تو پھر علما کے لئے اشکال ہی کیا ہے ممکن ہے کسی وقت ان کی مراد بھی پوری ہو جائے (ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۲۰۰) اس عبارت میں مرزا صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ حقیقت مسیحیت محال نہیں بلکہ ممکن ہے - اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں - کہ مسیح کی حقیقت حکومت ظاہر ہے جو مجھ میں نہیں ہے جب حقیقت ممکن ہے تو امکان حقیقت کے وقت مجاز کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے - فافہم

(۵) ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں ÷ زلیخا نے کیا خود پاکدامن ماہ کنعاں کا

گو مرزا صاحب کے اقرار کے بعد کسی شہادت کی ضرورت نہیں تاہم ایک گواہ ایسا پیش کیا جاتا ہے۔ جسکی توثیق جناب مرزا صاحب نے خود اعلیٰ درجہ تک کی ہوئی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ "مولوی نورالدین صاحب بھیروی کے مال سے جسقدر مجھے مدد پہنچی ہے۔ میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا۔ جو اسکے مقابل پر بیان کرسکوں۔ میں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے اپنی خدمتوں میں جاں نثار پایا۔ ازالہ اوہام (طبع اول صفحہ ۷۷۷) یہی مولوی صاحب ہیں جو مرزا صاحب کے انتقال کے بعد خلیفہ اول ہوئے وہی مولوی نورالدین صاحب اصولی طور پر ہماری تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں" ہر جگہ تاویلات و تمثیلات سے استعارات و کنایات سے اگر کام لیا جاوے تو ہر ایک ملحد۔ منافق۔ بدعتی۔ اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الہی کلمات طیبات کو لاسکتا ہے۔ اسلئے ظاہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضرور ہے" ضمیمہ ازالۃ الاوہام طبع اول ص

پس ثابت ہوا کہ چونکہ عیسیٰ موعود علیہ السلام کا اپنا اصلی حقیقت کے ساتھ آنا ممکن ہے لہذا مرزا صاحب عیسیٰ موعود نہیں ہیں۔

(۲) عن النبی صلعم والذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الروحاء حاجا او معتمرا او لیثنینھما

(صحیح مسلم باب جواز التمتع فی الحج والقران)

ترجمہ۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ قسم ہے اللہ پاک کی مسیح موعود فج الروحاء سے (جو مکہ مدینہ کے درمیان جگہ ہے۔ نووی شرح مسلم) حج کا احرام باندھینگے۔ یہ حدیث حضرت مسیح موعود کی تشریف آوری کے بعد ان کے حج کرنے اور ان کے احرام باندھنے کے لئے مقام کی بھی تعیین کرتی ہے۔ مرزا صاحب کی بابت تو یہ بلا اختلاف مسلم ہے کہ وہ حج کو نہیں گئے۔ مقام معین سے احرام باندھنا تو کجا۔ پھر مسیح موعود کیسے؟ نیز اس حدیث میں بھی آنحضرت صلعم نے قسم کھائی ہے اور قسم کی جگہ مرزا صاحب کے نزدیک کوئی تاویل نہیں کرنی چاہیئے۔ لہذا ابن مریم سے مراد عیسیٰ ہونگے نہ مرزا صاحب اور اگر یہ عذر لنگ پیش کیا جاوے کہ حج کے شرائط میں سے راستے کا امن اور مالدار ہونا بھی ہے اور مرزا صاحب کو راستہ میں خطرہ تھا۔ اور نیز مالدار بھی نہیں تھے۔ تو یہ عذر بالکل مہمل اور طفل تسلی ہے۔ اور لازم آئے گا کہ خدا نے محمد رسول اللہ صلعم کو مسیح موعود کے حج کرنے اور مقام فج الروحاء سے احرام باندھنے کی خبر تو دے دی اور کہہ دیا کہ تم پیشگوئی کردو کہ مسیح موعود حج کریگا۔ لیکن دلمیں یہ رکھا کہ جب مسیح موعود ظاہر ہوگا تو راستہ کو پرخطر بنادونگا اور مسیح موعود کو مال بھی نہیں دونگا۔ کہ وہ حج کرسکے تاکہ محمد صلعم کی پیشینگوئی جھوٹی ہو جاوے العیاذ باللہ۔

اس طرح تو خدا اور رسول دونوں پر جھوٹ اور دھوکا دہی کا الزام عائد ہوگا۔ احادیث اس مضمون کی بکثرت ہیں۔ مگر ہم نے اختصار کے لئے بطور نمونہ انہی دو حدیثوں پر اکتفا

کیا ہو کیونکہ ماننے والے کے لئے یہ بھی کافی ہیں اور نہ ماننے والے کو بہت بھی کچھ نہیں

؎ اگر صد باب حکمت پیش ناداں ؛ بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

مورخہ ٢١ شعبان المعظم ١٣٤٧ھ

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خاتم النبیین و آلہ و اصحابہ اجمعین

جاء الحق و زھق الباطل

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

ترجمہ:۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے میری امت میں ٣٠ جھوٹے پیدا ہوں گے۔ جن میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا۔ کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ رواہ مسلم والترمذی ابوداؤد وغیرہم

حقیقت مرزائیت مع ختم نبوت

بجواب

اجرائے نبوت

جسمیں

مرزائی مذہب کو انکی کتابوں سے باطل ثابت کیا گیا ہے اور ختم نبوت کو تحقیق و الزام ہر دو طریق سے روشن کر کے دکھایا گیا ہے

مصنفہ

بندہ مسکین خادم المسلمین علم الدین ساکن خاص قادیاں حال خطیب جامع مسجد کیمبلپور

باہتمام قاضی محمد عرفان مطبع امان... برقی پریس بالمقابل جامع مسجد راولپنڈی طبع شد